اسلام کے فیصلہ کن معرکے

فتح مکہ

نفیس اکیڈمی
اردو بازار۔ کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

فتح مکہ

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

اختر فتح پوری

نفیس اکیڈمی

اردو بازار، کراچی

نام کتاب: فتح مکہ

تالیف ———— محمد احمد باشمیل
مترجم ———— اختر فتح پوری
تعداد صفحات ———— ۳۵۶ صفحات
ایڈیشن ———— آفسٹ
طبع اوّل ———— دسمبر ۱۹۸۴ء
فون ۲۱۳۳۰۳

قیمت روپے

طابع
نفیس اکیڈیمی۔ کراچی

فہرست

فصل دوم

فصل سوم

فتح مکہ

از: طارق اقبال گاھندری

اسلام اور کفر اور حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی تو روزِ اوّل سے جاری ہے چنانچہ عہدِ رسالت میں بھی مکہ کی تیرہ سالہ زندگی اس معرکہ آرائی سے خالی نہیں رہی لیکن اُس دَور کے معرکوں کی نوعیت دُوسری تھی۔ اُس وقت تک مسلمانوں کو نہ وہ شوکت و قوت حاصل ہوئی تھی جس کی بنا پر وہ کفار کے مقابلہ میں صرف جنگ آراستہ کرتے اور نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو اذنِ جنگ ملا تھا۔ لہٰذا مسلمان مقاومت بلا مزاحمت سے کام لیتے رہے۔ پھر جب احکامِ خداوندی کے مطابق ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تو پہلا سال دیگر انتظامات میں گزارا اُس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذنِ جنگ عطا ہوا تو مسلمانوں نے مدافعت کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اس کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۷ غزوات فرمائے اور متعدد سرایہ مرتب کیے۔ یہ سب جدوجہد اپنی طاقت میں اضافہ کے لیے تھی۔ بعض غزوہ یا سریہ کا مقصد قبائل عرب کے ساتھ حلیفی کے تعلقات پیدا کرنا تھا۔ بعض کا مقصد دشمن کی تیاریوں اور اُن کے عزائم کے بارے میں معلومات بہم پہنچانا تھا اور بعض سے دُشمن پر یہ اثر قائم کرنا تھا کہ اب مسلمان اس قابل ہو گئے ہیں کہ وہ کفار کی سختیوں کا قوت سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر کفار آئندہ مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم اُٹھائیں

تو وہ سوچ سمجھ کر ایسا کریں۔ ان تدابیر کا یہ اثر ہوا کہ دشمنانِ دین کا وہ زور تو باقی نہ رہا کہ جب چاہا مسلمانوں کے خلاف محاذ جنگ کھول دیا تاہم اس خیال سے کہ ابتداء ہی بیں اگر اُن کی طاقت کو نہ توڑ دیا گیا۔ تو پھر اُن سے مقابلہ دشوار ہو جائے گا انھوں نے قوت استعمال کرنے سے کلّی طور پر اجتناب بھی نہیں کیا۔ نتیجتاً کئی مرتبہ قتال کی نوبت آئی۔ ۹ غزوات اور کئی سرایہ میں معرکہ آرائی ہوئی۔ دورِ رسالت کے ان معرکوں میں سب سے پہلا اور اہم معرکہ "بدر" کا تھا دنیا کی بڑی بڑی جنگوں کو سامنے رکھا جائے تو یہ معرکہ بہت معمولی نظر آئے گا ایک طرف ساڑھے نوسو کا لشکر اور دوسری جانب مدافعت کے لیے تین سو تیرہ مجاہدین جن کے پاس نہ سواریاں اور نہ مناسب جنگی سامان۔ جنگ ہوئی اور ایک دن میں نمٹ گئی۔ مجاہدین اسلام میں جام شہادت نوش کرنے والوں کی تعداد ۱۴ تھی اور کفار کے مقتولین ۷۰ تھے۔ اسیرانِ جنگ کی تعداد بھی محض ستر تھی ان اعداد کی روشنی میں دیکھیں تو یہ ایک مقامی قسم کی معمولی سی لڑائی معلوم ہوگی۔ لیکن نتائج اور اثرات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کو دنیا کی فیصلہ کن جنگوں میں شمار کرنا پڑے گا۔ دورِ رسالت کا دوسرا اہم معرکہ خیبر کا تھا۔ اس سے جزیرہ نمائے عرب کے یہودیوں کا زور بالکل ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد فتح مکہ ایک عظیم معرکہ ثابت ہوا اس لیے کہ عرب کے دوسرے قبائل جو قریش مکہ پر نظریں جمائے ہوئے تھے مسلمانوں کی اس کامیابی کو دیکھ کر مخالفت کا خیال چھوڑ بیٹھے اور نہایت تیزی سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ چنانچہ ۹ھ میں بارگاہِ رسالت میں اتنے وفود آئے اور بیعت سے سرفراز ہوئے کہ یہ سال تاریخ میں عام الوفود کے نام سے ہے۔

عہدِ رسالت کے بعد دورِ صدیقی میں جنگ یمامہ اہم ترین معرکہ تھا۔ کیونکہ اس سے مدعیانِ نبوت اور ارتداد کا سارا زور ختم ہوگیا۔ عہدِ فاروقی میں بے شمار جنگیں اور فتوحات ہوئیں لیکن جنگِ قادسیہ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ دوسری جنگوں کو نصیب نہیں۔ اس جنگ سے سلطنت ایران کی سینکڑوں سالہ عظمت کو خاک میں

ملا دیا۔ دوسرا معرکہ یرموک کا ہے جس نے رومیوں کی قوت کو بے حد کمزور کر دیا۔ اندلس میں وادی لکہ کی جنگ جس میں نوجوان طارق بن زیاد ایک لشکر گراں کے مقابلہ میں کامیاب ہوا ایک ایسی ہی فیصلہ کن جنگ تھی۔ یہ جنگ اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کا سنگ بنیاد ثابت ہوئی۔ پھر اکیس، بائیس سال بعد فرانس میں ٹورس کے مقام پر مسلمانوں کی شکست تاریخ اسلام کا ایک اہم واقعہ ہے۔ اس جنگ نے یورپ میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روک دیا۔

کئی صدیوں کے بعد حروب صلیبیہ میں عماد الدین، نور الدین اور صلاح الدین کے عیسائیوں کے خلاف کئی معرکے بے انتہا اہمیت کے حامل ہیں۔ ان معرکوں نے ایک طرف مسلمانوں کو اس خوابِ غفلت سے چونکا دیا جس میں وہ گذشتہ ایک دو صدیوں سے پڑے ہوئے تھے۔ دوسرے انہوں نے عیسائی دنیا کو متنبہ کر دیا کہ اب بھی وہ مسلمانوں کو لقمہ تر نہ سمجھیں بلکہ اچھی طرح جان لیں کہ اس شیر کو اگر نیند کی حالت میں بھی چھیڑا گیا تو وہ اُن کے لیے اشدّ علی الکفار کا نمونہ ہی ثابت ہوگا۔

بعد کی صدیوں میں بھی مسلمانوں کو ایسے معرکے پیش آتے رہے جن کو نہ صرف ملّت مسلمہ کے لیے بلکہ اقوام عالم کے لیے اہم اور فیصلہ کن کہا جائے گا۔ لیکن عہد رسالت کے معرکوں کو اس لیے زیادہ اہمیت و فوقیت حاصل ہے کہ اُن سے کفر کی ظلمتیں چھٹیں اور آفتاب اسلام کی ابتدائی کرنیں تمام جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گئیں۔ اور پھر یہاں سے اس نور کو اقصائے عالم میں پھیلنے کا موقع ملا۔ ان معرکوں کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ موجودہ زمانہ میں "حق و باطل" کی جو آویزش چل رہی ہے اور بمصداق "الکفر ملّۃٌ واحدہ" کفار و مشرکین اپنے سیاسی اور اعتقادی اختلاف کے باوجود اسلام سے نبرد آزما ہوئے، مسلمانوں کو ذلیل کرنے اور ان کے عقائد و اخلاق کو بگاڑنے میں باہم متفق ہیں مسلمانوں کو ان سے نتیجہ آزمائی میں ان معرکوں

سے رہبری ملے گی اور ملت مسلمہ میں تازہ ولولہ اور جوش پیدا ہوگا اور بقول تقدیم نگار استاذ احمد محمد جمال۔

"تاریخ اسلام کے ان فیصلہ کن معرکوں میں، مسلمانوں کے لیڈروں اور عوام کے لیے عملی تطبیقی اسباق اور شاندار بیچے نمونے پائے جاتے ہیں، خصوصاً ان جنگجو فوجوں کے لیے جو آج صلیبی، صیہونی اور اشتراکی دشمنوں سے برسرپیکار ہیں۔ مختصر یہ کہ مسلمان آج اپنے دشمنوں پر، اپنے اسلاف کی طرح ایمان، اخلاق اور تیاری کے ذریعہ ہی کامیاب ہوسکتے ہیں۔"

اسی ضرورت واہمیت کے پیش نظر استاذ محمد احمد باشمیل نے اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کی اشاعت کا سلسلہ عربی زبان میں جاری کیا۔ اور عہد رسالت کے کئی معرکوں کو نہایت شرح وبسط سے لکھا۔ یہ مقالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس میں صرف فتح مکہ کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جو تفصیلات اس ایک مقالہ میں دے دی گئی ہیں وہ دوسری کتابوں میں نظر نہیں آتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف نے اصل تصویر پیش کرنے کے لیے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے جو علل واسباب ہوسکتے تھے وہ سب تفصیل سے بیان کر دیے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی، عسکری صلاحیت اور تدبیر جنگ کو واضح کر دیا ہے واقعات ونتائج کو کھول کر سامنے رکھ دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبّر، عزم بلند اور یقین محکم کا نتیجہ تھا کہ آپ نے بغیر خون بہائے نہ صرف ایک شہر فتح کر لیا بلکہ اس کے نتیجہ میں پورے ملک پر اسلام کا پرچم لہرا دیا۔

عہد رسالتؐ کے معرکوں کے مطالعہ سے ہمیں یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح رزم آرائی میں بھی ہمیں براہ راست شمع رسالتؐ سے اکتساب

کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور یہ وہ نور ہے کہ اس کی موجودگی میں کسی راہ میں بھی بھٹکنے کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

یہ مقالہ اتنا مکمل اور جامع ہے کہ اس کی اشاعت پوری دنیائے اسلام میں ہونی چاہیے تاکہ تمام مسلمان اس سے رہبری حاصل کر سکیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے کیے جائیں۔ اور ہر دردمند کلمہ گو تک اس کو پہنچانے کا سروسامان کیا جائے خصوصاً جنگی حلقوں اور فوجوں میں اس کو زیادہ پھیلایا جائے۔

اُردو داں طبقہ کی خوش قسمتی ہے کہ ایک ایسی مفید تحریر اُن کی زبان کا جامہ پہن کر منظرِ عام پر آئی اور اُنہیں اس سے استفادہ کا موقع ملا۔ اُمید ہے کہ وہ اس کا بغور مطالعہ کریں گے اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھائیں گے۔

ترجمہ نہایت سلیس، رواں اور بامحاورہ ہے۔ ژولیدگی، تعقید اور اہمال سے اس کا دامن پاک ہے اور معمولی پڑھا لکھا بھی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کے لیے لائق مترجم اُردو داں حلقہ کی جانب سے تشکر و اطمینان کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

تقدیم

(از قلم: احمد محمد جمال استاذ ثقافت اسلامیہ جامعہ ملک عبدالعزیز)

استاد محمد احمد باشمیل اس لحاظ سے ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اپنی قیمتی کتب (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کی اشاعت کا سلسلہ چودھویں صدی ہجری کی دوسری تہائی سے بڑے صبر و استقلال کے ساتھ جاری رکھا ہوا ہے، ان کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق مزید اور اجر جزیل عطا فرمائے ——— اس دوران میں اپنے ہیچر و دشمنوں یعنی صلیبی استعماریوں، یہودی غاصبوں اور اشتراکی ملحدوں سے جو ان پر پل پڑے ہیں اپنی زندگی اور موت کی جنگ میں معروف رہے ہیں، اور وہ اپنے سیاسی اور اعتقادی اختلاف کے باوجود اسلام سے نبرد آزما ہوئے، مسلمانوں کو ذلیل کرنے، ان کی دولت و ثروت کو لوٹنے، ان کی اراضی اور علاقہ جات پر قبضہ کرنے اور ان کے عقائد و اخلاق کو بگاڑنے میں باہم متفق ہیں۔

بے شک ——— مسلمان، آج سے بلکہ تقریباً تیس سال سے اپنے کینہ توز اور حاسد دشمنوں سے اسی طرح فیصلہ کن معرکے میں معروف رہے ہیں، جیسے ان کے اسلاف و اجداد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بہادر صحابہ کی قیادت میں، صلیبیوں، یہودیوں، مشرکوں اور ملحدوں کے گزشتہ اجداد ——— سے

مصروف پیکار رہے تھے، جب استاذ باشمیل مسلمانوں کی زندگی کے اس کٹھن اور خوفناک دَور میں اسلام کے پہلے فیصلہ کن معرکوں کے تاریخی سلسلہ کی اشاعت کرنے لگے تو انہوں نے قائدین اور عوام کے لیے بیک وقت جانوں، مالوں اور علاقوں کے دفاع و قتال کے لیے مصوّر اور متحرک اسباق اور حق و باطل، خیر و شر اور نور و ظلمت کے معرکوں میں صالح اور کامیاب قیادت کے روشن نمونے پیش کیے۔

مسلمانوں کے اسلاف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بہادر صحابہ کی قیادت میں اپنے پہلے دشمنوں کے مقابلہ میں کیسے اور کس طرح کامیاب ہوئے؟ اور وہ کون سے نفسیاتی اور مادی اسباب تھے جن کی وجہ سے وہ تمام معرکوں اور غزوات و سرایا میں مسلسل کامیابی سے ہمکنار ہوتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کو ان کے لیے پسند کیا اسی کو تمکنت بخشی اور ان کے خوف کو امن سے، ان کے ضعف کو قوت سے، ان کی ذلت کو عزت سے اور ان کے انتشار کو ہمہ گیر وحدت کاملہ سے بدل دیا۔

ان باتوں کا مصوّر متحرک اور ناطق جواب آپ کو استاذ باشمیل کے سلسلہ کتب میں جو انہوں نے اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے متعلق لکھی ہیں ملے گا یعنی غزوہ بدر، غزوہ اُحد، غزوہ احزاب، غزوہ بنی قریظہ، صلح حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ موتہ اور فتح مکہ جس کے لیے یہ مختصر تقدیم لکھی گئی ہے۔

تاریخ اسلام کے ان فیصلہ کن معرکوں میں مسلمانوں کے لیڈر اور عوام کے لیے عملی تطبیقی اسباق اور شاندار بیچے نمونے پائے جاتے ہیں، خصوصاً ان جنگجو فوجوں کے لیے جو آج صلیبی، صیہونی اور اشترا کی دشمنوں سے برسرِ پیکار ہیں۔

مختصر یہ کہ مسلمان آج اپنے دشمنوں پر، اپنے اسلاف کی طرح ایمان، اخلاق اور تیاری کے ذریعہ ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اس کتاب کا موضوع فتح مکہ ہے جس کا معاملہ بڑا حیرت انگیز اور باتیں بڑی فرحت افزا ہیں اس لیے کہ یہ فتح بغیر جنگ کے ہوئی ہے اور یہ عظیم ترین قائد صلی اللہ علیہ وسلم کی دُور اندیشی، حُسنِ قیادت اور مکارمِ اخلاق کی حکمت کا پختہ پھل ہے اور قرآن کریم نے فتح سے قبل ہی اس کا نام فتح مبین رکھا ہے اور اس کے وقوع سے ایک سال قبل اس کی خوشخبری دی، یہ خوشخبری اس وقت دی گئی جب مسلمانوں کی پوزیشن ایک جلد باز استاذ کے خیال میں نہایت خستہ اور ذلیل تھی۔ جب مسلمانوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکردگی میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو مشرکین نے انہیں مسجد الحرام میں داخل ہونے سے روک دیا اور انہیں مکہ میں عمرہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور یہ معاملہ صلح حدیبیہ پر اختتام پذیر ہوا۔

یہ استاد موصوف کے سلسلہ ہائے کتب "تاریخ کے فیصلہ کن معرکے" گزشتہ کتاب کا موضوع ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے قبل قاری کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کے واقعات ہی اس فتح مبین کے مقدمات ہیں بلکہ درحقیقت وہی فتح مبین ہے، بظاہر صحابۂ رسول کی نظر میں صلح حدیبیہ مسلمانوں کی ذلت نظر آتی ہے اس لیے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے مطالبات اور شرائط سے قبل اپنی دُور اندیشی، فکر صحیح اور خونریزی سے بچنے کی چاہت اور مشرکین مکہ کے گروہ میں رہنے والے قریبیوں سے نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے آرزومند تھے اور یہ ذلت اس طرح ہوئی کہ آپ کو اس شرط پر کہ آپ آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں، مکہ میں داخل ہوئے بغیر، مدینہ واپس آنا پڑا اور یہ کہ مشرکین میں سے جو شخص مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے آپ اُسے واپس کریں اور جو مسلمانوں سے مرتد ہو کر مشرکین کے پاس جائے گا وہ اُسے آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ ہی سے ابو جندل بن سہیل بن عمرو کو واپس

کر دیا، ابن جہل صلح حدیبیہ کے مذاکرات میں قریشی وفد کا لیڈر تھا، آپ نے ابو جندل کو، عہد کی پاسداری کرتے ہوئے اس کے باپ کی طرف لوٹا دیا حالانکہ وہ آپؐ کے پاس مسلمان ہو کر پابجولاں آیا تھا۔

اس کے باپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی آنکھوں کے سامنے اُسے تھپڑ مارا اور وہ اس وقت غیظ و غضب سے برافروختہ ہو رہے تھے کیونکہ وہ اس کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔

صلح حدیبیہ میں قریش نے جو کڑی شرائط پیش کیں اس کی وجہ سے صحابہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت کرنے اور صلح کی دستاویز پر دستخط کرنے پر اعتراض کیا کیونکہ اس میں انہیں اپنی ذلت نظر آتی تھی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کہا، یا رسول اللہ ہم اپنے دین میں اس ذلت سے کیوں راضی ہوں؟ اور جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عمرہ سے حلال ہونے کے لیے بال کترانے یا منڈانے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کی بات نہ مانی تو آپ نہایت غمزدہ حالت میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور صحابہ کے متعلق بتایا کہ آج اُنہوں نے کیا کیا ہے، حضرت ام سلمہؓ نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ باہر نکل کر صحابہؓ کے سامنے اپنا سر منڈوا دیں آپؐ نے ایسے ہی کیا تو صحابہؓ نے بھی پشیمان ہو کر آپؐ کی بات پر عمل کر لیا، ہم نے بتایا ہے کہ صلح حدیبیہ ہی فتح مبین تھی کیونکہ یہ فتح کا مقدمہ تھی اس لیے کہ اس مبارک صلح کے جو پختہ پھل اور روشن نتائج تھے انہیں ہم سطور ذیل میں خلاصۃً پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں قریش اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس صلح کا ہونا اس بات کا واضح اعتراف تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو ایک سیاسی پوزیشن حاصل ہے۔

★ حدیبیہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کے اقامت گزیں ہونے کے دوران، قریش کے شرفاء اور ان کے حلیفوں نے جنہیں وہ آپ کی مفاومت کے لیے بھیجا کرتے تھے، دعوتِ اسلامی کی حقیقت کو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے اخلاق وسلوک میں اس صورت کے بالکل خلاف جلوہ گر پایا جس صورت میں قریش دروغ گوئی کر کے اُسے پیش کرتے تھے۔

★ قریش کے حلیفوں میں سے جو لوگ بصورت وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ قریش کے متعصبانہ موقف اور عمرہ اور طواف بیت الحرام سے انہیں واپس کرنے کو بُرا خیال کیا۔ تاآنکہ بنو ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود نے قریش کو مسلمانوں سے جنگ کی صورت میں ہزیمت کی پیشگوئی کی۔

★ اس صلح کے بعد، جب مسلمانوں اور مشرکوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملنے جلنے کا موقع ملا تو مشرکین پر مسلمانوں کا مقام، ان کا معتدل سلوک اور بلند اخلاق ہونا واضح ہو گیا اور اس کے نتیجے میں بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے یہاں تک کہ فتح مکہ کے روز مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ حالانکہ صلح حدیبیہ کے روز وہ دو ہزار سے بھی کم تھے۔

★ پھر قریش نے اپنے حلیف بنی بکر کے ساتھ مل کر بنی خزاعہ کے ساتھ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے، جنگ کر کے اس عہد کو توڑ دیا، اس بات نے مسلمانوں کے لیے موقع مہیا کر دیا کہ وہ اس عہد سے الگ ہو جائیں اور فتح مکہ کے لیے تیاری کریں اور خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کی محبوب ترین زمین کی طرف واپس جائیں۔

★ قریش کا صلح حدیبیہ کے معاہدے کو توڑنا فتح مبین کی بھلائیوں میں سے وہ بھلائی ہے جس کی بشارت قرآن نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے، حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ کے خیال میں کیا قریش اس معاہدے کو توڑنے کی جرأت کریں گے جو آپ کے اور ان کے درمیان ہوا ہے؟ فرمایا وہ ارادہ الٰہی کے مطابق عہد کو توڑیں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ بات خیر ہوگی یا شر، فرمایا، خیر، اور یہ خیر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا "اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون" (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ نہیں جانتے) کی قبولیت کے نتیجہ میں ہوئی یہ دعا آپ نے ان دنوں میں کی تھی جب وہ مکہ میں آپ کو شدید اذیت دیا کرتے تھے یہاں تک کہ جبریل نے یہ امر الٰہی آپ سے دریافت کیا کہ وہ آپ کے انتقام اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے ان پر مکہ کے پہاڑوں کو گرا دے گا مگر آپ کی دعا اور خواہش یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو اس پر ایمان لائیں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے "لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم (ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس ایسے رسول تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری تکلیف نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہارے فائدے کے بہت خواہش مند رہتے ہیں، ایمان داروں کے ساتھ بڑے شفیق، مہربان ہیں (توبہ آیت ۱۲۸)

ہم فتح مکہ کی بات کو طول نہیں دینا چاہتے جو ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک میں ہوئی بلکہ ہم ان قرآنی آیات کے بیان کرنے پر ہی اکتفا کریں گے جو اس طرف اشارہ کرتی ہیں یہ آیات سورۃ فتح اور سورۃ نصر کی ہیں جن میں پند و نصیحت کے لیے کافی مواد ہے اور صاحبان نظر اس سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

★ انا فتحنا لک فتحا مبینا ۝ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک

وما تاخر ویتم نعمتہ علیک - ویھدیک صراطًا مستقیمًا ۝ لا وینصرک اللہ نصرًا عزیزًا ۝ (الفتح آیت ۱ تا ۳) (ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو ایک واضح فتح عطا فرمائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنے احسان کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھے رستہ پر لے چلے اور اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہے) یہ وہ خوشخبری ہے جس کا نزول صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو اگلے سال فتح مکہ کے روز اپنی غالب مدد کے ساتھ پورا فرمایا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

"ھم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والھدی معکوفًا أن یبلغ محلہ ط ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابًا الیمًا" (الفتح آیت ۲۵) (ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا نیز قربانی کے رُکے ہوئے جانور کو اس کے موقع پر پہنچنے سے روکا، اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بے خبری میں نقصان پہنچتا، تو سب قصہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا اس لیے نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ فتح کو آئندہ سال تک مؤخر کرنے کی حکمت بیان فرماتا ہے۔ بلاشبہ صلح حدیبیہ بالکل صحیح اور درست واقع ہوئی تھی تاکہ فتح قریب کے لیے راہ ہموار کرے، مکہ میں کچھ مومن مرد اور عورتیں اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے، اگر مسلمان مکہ میں زبردستی داخل ہو جاتے اور ان کے اد

مشرکین کے درمیان جنگ چھڑ جاتی تو مومنین بھی مشرکین کے ساتھ پامال ہو جاتے اور انہیں ان سے گناہ لازم آتا۔

★ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق ج لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین لا محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون ط فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحا قریبا ﴿ (الفتح آیت ۲۷)

(ترجمہ: بے شک اللہ تعالٰے نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع کے ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے امن و امان کے ساتھ، کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہو گا اور کوئی بال کترا تا ہو گا، تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہو گا، اللہ تعالٰی کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں، پھر اس سے پہلے لگے ہاتھ ایک فتح دے دی۔)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب کی تصدیق کرنے اور فتح مبین کی بشارت کو پورا کرنے اور اللہ تعالٰے کے خالد وارشد دین کی تمکین کے لیے مسجد الحرام میں داخل ہوئے جیسے اللہ تعالٰے نے ان کو امان دی ایسے ہی انہوں نے اہل مکہ کو امان عطا فرمائی، ارشاد فرمایا جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے گا اُسے امان دی جائے گی اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اُسے بھی امان دی جائے گی اور جو اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کرلے گا اُسے بھی امان دی جائے گی" اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امان سب کو دی خصوصًا ان دشمنوں کو بھی آپؐ نے معاف فرمایا جو بڑے لیچڑ تھے آپؐ نے انہیں فرمایا، تمہارے خیال میں، میں تم سے کیا سلوک روا رکھوں گا؟ انہوں نے جواب دیا آپ درگزر کرنے والے بھائی ہیں اور درگزر کرنے والے بھائی کے بیٹے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا "جاؤ تم آزاد ہو۔"

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے رہے کہ اس نے خاندان اور اقرباء کا خون بہائے بغیر اس فتح مبین کو متحقق کر دکھایا ہے بلکہ ان کی تالیف قلب بھی فرمائی ہے اور انہیں اسلام میں بھی داخل کیا ہے ، پس سورہ نصر نازل ہوئی " اذا جاء نصر اللہ والفتح ○ ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ○ فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابًا ○ (ترجمہ : اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کریں اور اس سے استغفار کی درخواست کریں ، وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (سورۂ نصر)

اور ہم لوگ جو آج مسلمان کہلاتے ہیں ہمیں بھی کثرت سے حمد الٰہی کی تسبیح کرنی چاہیے اور طویل استغفار کرنا چاہیے ، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہمارے کھلے دشمنوں پہ فتح مبین عطا فرمائے ۔

بیروت ۱۳۹۲ھ ــــــــ احمد جمال

۲۰/۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

عرض مؤلف

اے اللہ ہم تیری حمد کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد اور ہدایت کے طالب ہیں اور تجھ سے ہی سوال کرتے ہیں تیرے سوا کوئی مسئول اور امید گاہ نہیں، ہمارے پاؤں کو راستی پر قائم رکھ اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو قول و عمل میں تجھ سے مخلص ہیں اور ہمارے دلوں کو ایسی غیرت اور عزت سے معمور فرما جس میں غرور اور تکبر شامل نہ ہو۔ اے اللہ ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں جہلاء کے ذلیل کرنے سے بچا اور ہمیں گمراہ کرنے والوں کا دست و بازو نہ بنا اور ہمیں اپنی ہدایت سے ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنا اور اپنے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والے بنا۔

اے اللہ تو اپنی مخلوق کے مخلص دوست، اپنے حبیب اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل طاہرہ وطیبہ اور ان کے روشن رو صحابہ پر رحمت نازل فرما۔ اس کے بعد قارئین پر واضح ہو کہ یہ ہمارے تاریخی سلسلہ "اسلام کے فیصلہ کن معرکے" کی آٹھویں کتاب ہے اس کا نام "فتح مکہ" ہے ہم نے اس کی تالیف میں بڑی جد وجہد کی ہے جس کی انتہا کو خدائے واحد ہی جانتا ہے ہم امید کرتے ہیں کہ یہ کتاب قارئین کرام کو پسند آئے گی۔

اس تاریخی سلسلہ میں ہماری جد وجہد کا مقصد، رضائے الٰہی کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ہم قارئین کے سامنے تاریخ اسلامی کے ایسے گراں قدر خزینے پیش کریں جو

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی سیرت کے حیرت انگیز واقعات سے پُر ہوں جو انصاف پسند پوری کوشش کرنے والے اور ہدایت یافتہ قارئین کو ان بہترین اور مخلص لوگوں کی اقتداء پر آمادہ کر دیں جنہوں نے ہمارے لیے یہ روشن تاریخ بنائی ہے، افسوس ہمیشہ ہی اس تاریخ کے نشانات کو در آمد شدہ قبیح اور بدبودار اصولوں کے زنگ و روغن سے مٹانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے جوں جوں ہم اسلام کو چھوڑتے رہے ہیں توں توں یہ تیر ہم پر برستے رہے ہیں۔ اور ہمیں بیس سال کے طویل عرصہ میں جو گزند پہنچا ہے اس کا بڑا سبب یہی ہے نیز ہمیشہ ہی ہمیں ذلت و رسوائی اور ہلاکت پہنچتی رہے گی اور ہم پر مصائب و آلام نازل ہوتے رہیں گے ان سے نجات اور خلاصی کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم اسلام کو ایک حاکم، قانون ساز اور جسٹس کے طور پر قبول کر لیں۔

(۱)

یہ کتاب (فتح مکہ) ایک عقل مند اور دانا کے لیے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم اپنے اندر بہترین سبق اور بڑی عبرتیں لیے ہوئے ہے کہ وہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے طریقوں میں سے جسے چاہے پسند اور یاد کرے خواہ وہ طریق عدل و انصاف، حسن سے متعلق ہو یا ایفائے عہد اور حسن قول کے بارے میں ہو، پھر طاقت اور کامل طور پر وافر قوت کے ہوتے ہوئے معاف کر دینے کا سبق ہے تاکہ اس کا دشمن جو کچھ چاہتا ہے کہہ لے خواہ وہ اس کی تعذیب اور تباہی کا ارادہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔

مسلمانوں کے دس ہزار جانباز مکہ پر چھا گئے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خسیس دشمنوں کا عظیم قلعہ تھا اس کے رہنے والوں نے مغلوب ہو کر ہتھیار ڈال دیے تو فاتح قائد رسول ؐ نے سب کو اپنے دامنِ عفو میں لے لیا یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے

آپ کے متعلق کانفرنس کرکے آپ کے خون کو مباح قرار دیا تھا اور آپ کو آسمان کے نیچے ہر جگہ سے دھتکار دیا تھا اور آپ کے لیے کوئی جگہ نہ چھوڑی تھی انہیں یہ گمان بھی تھا کہ وہ آپ کو ختم کر دینے کی قدرت رکھتے ہیں، انہوں نے آپ سے جنگیں کیں، ان سب باتوں کے باوجود دشمن سرداروں کے سروں پر پہنچ کر آپ کے اندر انتقام کی وہ مستی پیدا نہیں ہوئی جو اذیت دینے والوں اور کمزوری کے وقت آپ کے اصحاب کو ذلیل کرنے والوں کے خون کو چاٹتی پھرتی۔ فتح عظیم کے روز بھی اس مستی نے فاتح نبی اور قائد کو متاثر کرنے کی کوئی راہ نہیں پائی اس تاریخی دن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت و رحمت اور عفو و درگزر کا وہ یکتا نمونہ دکھایا جو آپ کی فطرت اور مزاج کے مطابق تھا، ارشاد فرمایا:-

اے گروہِ قریش تمہارے خیال میں، میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟

انہوں نے جواب دیا: آپ درگذر کرنے والے بھائی ہیں اور درگذر کرنے والے بھائی کے بیٹے ہیں (کریم ابن کریم ہیں)

فرمایا جاؤ تم آزاد ہو۔

یہ وہ کلمات نبویہ ہیں جن کا تاج پہن کر آپ نے اہل مکہ سے انتقام لیا اور کعبہ کے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر آپ نے انہیں عام معافی دے دی جب کہ سرداران مکہ کے دل، ان کے پہلوؤں میں اس خوف سے دھڑک رہے تھے کہ آپ ان سے اپنا انتقام لے کر انہیں شہر خاموشاں کو روانہ کر دیں گے لیکن اخلاق نبوت نے مکہ کے دشمن سرداروں اور لیڈروں سے عفو و درگذر کرکے ان پر احسان کیا پس وہ خوشی خوشی اپنی مرضی سے دین کی طرف آئے اور انہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لیے وقف کر دیں وہ اسلام کے حامی اور اس کی حکومت کے عظیم بانی بن گئے اور انہوں نے ایسی ایسی فیصلہ کن کامیابیاں حاصل کیں۔

جن سے اسلام کو شام، عراق، فارس، مصر اور افریقہ میں بڑی قوت حاصل ہوئی جیسے صفوان بن اُمیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔

صفوان بن اُمیہ نے معرکہ یرموک میں کمانڈروں کے لشکر کی قیادت کی اور چار سو کمانڈروں کے ساتھ رومی لشکر کے اس حملے کو جو اسلام کے چھوٹے سے لشکر کو پیس دینے لگا تھا۔ روکنے کے لیے اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کیا، اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے اسلامی بحری بیڑے کی قیادت کی اور سب سے عظیم بحری کامیابی حاصل کی جسے آج تک بحر ابیض دیکھ رہا ہے اور یہ کامیابی صواری کے مشہور معرکہ میں حاصل ہوئی فتح مکہ سے قبل ان دونوں کے متعلق مار دینے کا حکم صادر ہو چکا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو معاف فرما دیا اور انہیں جنگ کے سالار کے طور پر چن لیا کیونکہ یہ نصرت اسلام کے لیے گھمسان کے معرکوں میں اپنے آپ کو دے مارتے تھے ان دونوں کی مانند، آزاد ہونے والوں میں سے اور بھی بہت سے آدمی تھے جو فتح کے روز مارے جانے کے مستحق تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خون کو گرنے سے بچا لیا۔

(۲)

ہجرت کے چھٹے سال، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی پتھریلی زمین میں قریش کے ساتھ تاریخی صلح کا معاہدہ کیا اور آپ نے اس صلح کے کسی فقرے کے برے نتائج کے متعلق سوچا بھی نہ تھا جس نے ایک طرف قریش اور کنانہ اور دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خزاعہ کے درمیان ہونے والی جنگ کو دس سال کی مدت کے لیے ختم کر دیا تھا اس دوران میں مسلمان اور مشرکین ایک دوسرے کے ساتھ صلح اور امن و امان سے زندگی بسر کرتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلح کے فقرات کا انتہائی باریک بینی

سے التزام کیا۔ اور اس کی عبارت پر دل وجان سے عمل کیا اور عملاً وفاداری کے اصول کا التزام کر کے اخلاق اسلامی کی اصالت پر دلیل پیش کر دی اور دو مسلمانوں کو ان کے مشرک اہل کے سپرد کر کے ان کے اخلاق کریمہ سے اپنی وابستگی کو واضح کر دیا۔ حالانکہ ابھی تک صلح کی دستاویز کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی، آپ نے یہ کام اس قائد کے علی الرغم کیا جو آپ کے عام صحابہ پر چھایا ہوا تھا۔ بظاہر یہ تصرف مسلمانوں کی ذلت کا سامان لیے ہوئے تھا جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وزیر کبیر عمرؓ بن خطاب نے اس کی صراحت کی ہے [1]

(۴)

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ صلح حدیبیہ کے اس قولی عہد پر جو انہوں نے اس موقع پر کیا تھا دل وجان سے عمل پیرا تھے اور ان کے نفوس قدسیہ ایفائے عہد پر کاربند تھے تو کیا قریش اور ان کے کنانی حلیفوں نے بھی اسی طرح اس کا التزام کیا تھا جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور

---

[1] ابو جندل بن سہیل بن عمرو کو اس کے مشرک باپ کے سپرد کرنے کے قصے کی تفاصیل کو ہماری کتاب "صلح حدیبیہ" میں دیکھیے، اور آپؐ کے ابو بصیر کو دشمنوں (مشرکین) کے سپرد کرنے کا قصہ اس کتاب میں بیان ہو چکا ہے اور ان ستر نوجوانوں کو جو قریش میں سے مسلمان ہو چکے تھے، مدینہ میں پناہ دینے سے روک دینے کا قصہ جو مکہ کے خوفناک قید خانوں سے بھاگ کر مدینہ میں پناہ لینے کی سوچ رہے تھے آپ نے یہ سب کارروائی صلح حدیبیہ کی تاریخی دستاویز کی تحریر پر التزاماً عمل پیرا ہونے کے لیے کی۔

آپ کے خزاعی حلیفوں سے کیا تھا اور صلح حدیبیہ کی تاریخی دستاویز کے قول و قرار پر کاربند رہے تھے ؟ نہیں ہزار بار نہیں ۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خزاعی حلیفوں نے صلح حدیبیہ کی دستاویز کو ایک عظیم دستاویز خیال کرتے ہوئے اس کے مطابق دس سال کا عرصہ ایک دوسرے کے ساتھ امن و امان کے ساتھ گزارنے کا عزم کیا لیکن قریشی مشرکوں اور ان کے کنانی حلیفوں نے اس تاریخی صلح کو خیانت کے نقطہ نگاہ سے دیکھا اور صلح کے زمانے کو ایک سنہری موقع خیال کیا (وہ بہادری اور شجاعت سے خزاعہ کے ساتھ خیانت کا موقع نہیں پا رہے تھے) تاکہ وہ خیانت اور دھوکے سے امن و امان اور صلح کی حالت میں ان سے اپنے جاہلیت کے بدلے لے لیں، جن کو وہ جنگ، تیاری، محاذ آرائی اور بیداری کی حالت میں لینے سے عاجز آ چکے تھے،

کنانہ نے اپنے قریشی حلیفوں کی مدد سے خیانت اور عہد شکنی کا یہ بھیانک جرم کیا اور خزاعہ کے پچیس سے زائد آدمیوں پر اچانک حملہ کر کے انہیں حدودِ حرم کے اندر صلح حدیبیہ کے زمانے میں قتل کر دیا جس کے دستخطوں پر ابھی بیس ماہ بھی نہیں گزرے تھے۔ انہیں تہجد کی حالت میں رکوع و سجود کرتے ہوئے قتل کر دیا گیا وہ بے ہتھیار تھے اور حرم میں پناہ لیے ہوئے تھے، وہ انہیں کھینچ کر مکہ کے اندر (امن دینے والے حرم میں) لے گئے۔ اور انہیں نہایت بری طرح قتل کر دیا یہ کام انہوں نے صلح اور امن و امان کے زمانے میں کیا۔

(۴)

اس کارروائی سے قریش اور ان کے کنانی حلیفوں نے معاہدہ صلح کو توڑ دیا اور اس صلح حدیبیہ کی تحریر کی دھجیاں اڑا دیں جس کا مطالبہ خود قریش نے کیا تھا، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مجرمانہ کارروائی کی جو آپ کے حلیفوں سے خیانت

اور غداری کی ایک مثال تھی خبر پہنچی (حالانکہ صلح کے بموجب جو ذمہ داری آپ کی تھی وہ ان کی بھی تھی اور خلاف ورزی کی صورت میں جو سزا آپ کے لیے تھی وہ ان کے لیے بھی تھی) تو آپ نے اپنے حلیفوں پر ظلم کرنے والوں سے بدلہ لینے کے لیے فوراً چڑھائی کے لیے جلدی نہیں کی حالانکہ معاہدہ حدیبیہ کی رُوح سے آپ اس بات کے پابند تھے آپ طبعاً خونریزی کو ناپسند کرتے تھے اور خون کی حفاظت میں رغبت رکھتے تھے خواہ وہ خون آپ کے ان دشمنوں کا ہو جنھوں نے آپؐ کا اور آپؐ کے صحابہ کا خون بہانے کی تمام وسائل سے کوشش کی ہو۔ قبل اس کے کہ آپؐ قریش کی برابری میں اس عہد کو توڑتے آپ نے قریش کے سامنے ایک تجویز پیش کی جو فریقین کو جنگ کی ہلاکتوں سے بچانے والی تھی۔ وہ تجویز انتہائی درگزر کرنے والی اور مخلصانہ طور پر خونریزی سے دُور رہنے والی تھی، آپ نے مکہ پر حملہ کرنے سے قبل یہ تجویز ایک خاص نمائندے کے ذریعے قریش کی طرف بھجوائی جو صلح حدیبیہ کی تحریر کی تنفیذ کے بڑے ذمہ دار تھے جس میں قریش کو تین امور کے درمیان اختیار دیا گیا تھا۔

۱۔ یا تو قریش اور ان کے کنانی حلیف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ کو مقتولوں کی دیت دیں اس طرح صلح حدیبیہ پر مسلسل عمل ہوتا رہے گا اور فریقین کے درمیان دس سال تک صلح فعال طور پر قائم رہے گی اور فریقین کے خون محفوظ ہو جائیں گے۔

۲۔ یا قریش، کنانہ کے بڑے عہد شکنوں سے بیزاری کا اظہار کریں تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی ان سے حساب چکا لیں، نیز انھوں نے آپ کے حلیفوں کے ساتھ خیانت کا جو گھناؤنا جرم کیا ہے اس کے بدلے میں وہ ان کو عادلانہ سزا دیں جس کے وہ مستحق ہو چکے ہیں۔

۳۔ یا وہ اپنے غارت گروں کو اور خود کو برابری کے طور پر قریش کے سپرد

ردیں کیونکہ وہ اس معاہدہ صلح کی تنفیذ کے برطے ذمہ دار ہیں، جسے بعض سرداران
مکہ کی موافقت اور رضامندی سے بنو بکر نے توڑ دیا ہے۔

(۵)

قریش نے پہلی دو مثبت پیشکشوں کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور تیسری
پیشکش کو تکبر، ریاکاری اور لاف وگزاف کرتے ہوئے قبول کر لیا، اور وہ جنگ کرنا تھا
نہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ وہ جنگ کو خوش آمدید کہتے ہیں
اور آپ کے حلیفوں کے مقتولوں کی دیت دینے یا اپنے بنو بکری قاتلوں سے برأت
کا اظہار کرنے سے جنگ کو بہتر سمجھتے ہیں (جیسا کہ اس کتاب میں مفصل طور پر بیان
ہوا ہے -)

اس مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اپنے
خزاعی حلیفوں سے جن سے خیانت کی گئی تھی اپنے معاہدہ کی پابندی کا وعدہ پورا
کریں اور یہ بات اس صلح کی تاریخی دستاویز کے مطابق تھی جس کا عہد آپ نے ان سے
لیا تھا [1]

(۶)

قریش اور ان کے حلیفوں کی عہد شکنی کے باعث صلح حدیبیہ کے بے کار ہو جانے
کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں مشرکین پر چڑھائی کا فیصلہ کر لیا کیونکہ
ان کے معاہدہ صلح کو توڑ دینے کے بعد آپ اپنے آپ کو ان کے ساتھ حالت جنگ
میں تصور کرنے تھے جیسے کہ اس صلح کے انعقاد سے پہلے کی حالت تھی اور ضروری تھا
کہ آپ برابری میں ان کی طرف جائیں پس آپ نے ان کے جنگ شروع کرنے سے

---

[1] اس دستاویز کی تفصیل ہماری اس سلسلہ کی پانچویں کتاب "صلح حدیبیہ" میں دیکھیے۔

قبل ہی جنگ کا آغاز کر دیا کیونکہ وہ معاہدہ صلح کو توڑنے اور بنو بکر کی ظالموں کی جو ان کے حلیف تھے ، تائید کرنے سے خیانت کے مرتکب ہو چکے تھے ، بلا شبہ یہ بات اہل مسلمانوں پر جنگ مسلط کرنے کا مقدمہ تھا جو قریشی نہ تھے ، جب کہ بُت پرست اپنے وجود کا مفہوم سمجھتے تھے مگر ان کے نزدیک مسلمانوں کا نہ کوئی وجود تھا نہ غلبہ ، پھر خود قریش نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ جنگ سے قبل آپ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ، انہوں نے آپ کے نمائندے ضمرہ کو پیغام دیا کہ وہ خزاعہ کے مقتولوں کی دیت دینے سے جن کے ساتھ بنو بکر نے خیانت کی ہے یا بنو بکر سے الگ ہو جانے سے یا اپنے حلیفوں سے برأت کا اظہار کرنے سے ، جنگ کو ترجیح دیتے ہیں ، یہ قریش کی ایک سوچی سمجھی خیانت تھی جس پہ مسلمانوں نے بہت پیچ و تاب کھایا ۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل صلاحیتوں سے نوازا تھا بلکہ صریح بات یہ ہے کہ کسی بھی پارٹی کے متعلق اظہار کیے بغیر اُس سے خیانت کی بُو کو سونگھا جا سکتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علیٰ سواء ان اللہ لا یحب الخائنین [۱] وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم وان یریدوا خیانتک فقد خانوا اللہ من قبل فامکن منھم واللہ علیم حکیم [۲]

ان وجوہات جوازِ ، بلکہ جنگ کو لازم کرنے والے اسباب کی بناء پر ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے اپنے عظیم لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے جو دس ہزار

---

[۱] الانفال ۵۸ ، [۲] الانفال ۸۱

جانبازوں پر مشتمل تھا تاکہ وہ خائنوں اور عہد شکنوں کی تادیب کریں۔ آپ انہیں اس وقت مکہ میں لے گئے جب وہاں کے مشرکین غفلت میں پڑے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ہمہ گیر جنگ کی خبروں سے بھی بے خبر رکھا ہوا تھا یہاں تک کہ لشکرِ نبوی کے ہراول دستے مکہ کے اطراف میں پہنچ گئے پس انہوں نے اپنے آپ کو ان لیڈروں کے سامنے کیا جنھوں نے خیانت اور غداری کے بدلے میں اسلامی تلواروں کو چمکتے اور ہر جانب سے انہیں احاطہ کرتے دیکھا پس انہیں بغیر کسی قابل ذکر مقاومت کے لشکرِ نبوی کو مکہ سپرد کر دینے کے سوا، کوئی چارہ کار نظر نہ آیا، فتح مکہ، اس کے لیڈروں کے تصورات کے برعکس ان کے لیے خیر و برکت کا موجب ہوئی جیسے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں لشکرِ نبویؐ کے حرکت کرنے سے قبل واضح طور پر بتا دیا تھا، جب آپ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو، قریش مکہ سے جنگ کرنے کی خبر ملی تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کیا ان کے بارے میں اس جنگ کے ذریعے خیر کا ارادہ کیا گیا ہے یا شر کا، تو حضور علیہ السلام نے جواب دیا، خیر کا۔

فتح مکہ کے بعد اہلیانِ مکہ خوشی خوشی اور بادلِ نخواستہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور بعد میں انہیں بڑا اطمینان حاصل ہو گیا، فتح مکہ کے بعد بت پرستی کے نشانات کو خوفناک سرعت کے ساتھ مٹایا جانے لگا، یہاں تک کہ ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ تمام اہل جزیرہ اسلام میں داخل ہو گئے، یہ فتح ہجرت کے آٹھویں سال ہوئی اور نویں سال بلا استثناء تمام جزیرہ پر حاوی ہو گیا، نویں سال کو وفود کا سال بھی کہتے ہیں کیونکہ اہل عرب کے وفود مدینہ میں آکر اللہ کے دین میں داخل ہوتے تھے پھر اللہ تعالیٰ یہ سورت نازل فرمائی۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ○ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجًا ○ فسبح بحمد ربك واستغفره انه

كان توابا ۵[1]

(ترجمہ: جب خدا کی مدد اور فتح آ پہنچی اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجیے اور اس سے استغفار کی درخواست کریں، وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔)

فتح مکہ ہر لحاظ سے بہت بڑی فتح تھی۔ والحمد للہ اولاً و آخراً وھو حسبنا ونعم الوکیل۔

محمد احمد باشمیل

جدہ۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ — ۱۳۹۲ھ — ۱۹۸۲م

---

[1] سورۃ النصر

فصل اوّل

غزوہ موتہ اور فتح مکہ کے درمیان ہونیوالے فوجی، سیاسی اور قانونی واقعات کا مختصر بیان

★

- غزوہ موتہ کے بعد اور فتح مکہ سے قبل کی فوجی نقل وحرکت۔
- مشرکین مکہ کے خلاف عیص کی بغاوت۔
- قریشی مسلم نوجوانوں کا مشرکین مکہ کے خلاف انقلاب بپا کرنا۔
- عیص کی بغاوت کا لیڈر، ابوبصیر۔
- صلح حدیبیہ کی وجہ سے عیص کے مقابل مدینہ کی غیر جانبداری۔
- عہد کی پاسداری کی خاطر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلابی نوجوانوں کو پناہ دینے سے انکار۔
- انقلابیوں کا قافلوں کے رستے کی نگرانی کرنا اور مکہ کی تحریک تجارت کو شل کر دینا۔
- قریش کا اپنے دشمن، رسولِ رحیم سے اپیل کرنا کہ وہ درمیان میں پڑ کر ان کے مخالف انقلابیوں کو روکیں۔
- انقلاب کے توقف کے بعد، انقلابیوں کے لیڈر کی اپنے قلعے میں وفات۔
- صلح حدیبیہ کے دوران مہاجرات کا مسئلہ۔

عیص میں کمزوروں کا حملہ[1]

ہجرت کے چھٹے سال کے آخر میں، مشرکین قریش سے تاریخی صلح حدیبیہ کی پختگی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شدید امتحان کا سامنا کرنا پڑا، جس سے مسلمانوں کو بھی بہت دکھ ہوا وہ یہ کہ رسول کریم (جو ابھی تک حدیبیہ کی زمین میں تھے) کو اپنی اور صحابہ کی ناپسندیدگی کے باوجود ابوجندل بن سہیل بن عمرو کو جو ایک صالح مسلم نوجوان تھا، مجبوراً اس کے مشرک باپ کے سپرد کرنا پڑا، کیونکہ صلح حدیبیہ کی تحریر آپ سے اس بات کا تقاضا کرتی تھی[2] اور اسلام میں ایفائے عہد اخلاق کی اہم بنیادوں میں سے ہے۔ پس اسی وقت مسلم ابوجندل کو اس کے مشرک باپ کے سپرد کر دیا گیا (جس سے مسلمانوں کے دلوں پر رنج والم کے بادل چھا گئے) کیونکہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو پورا کرنے کے لیے جو آپ نے مشرکین سے کیا تھا، ایسا کرنا ضروری تھا۔

صلح حدیبیہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور امتحان کا سامنا

صلح حدیبیہ کا امتحان کوئی آخری امتحان نہ تھا، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کی پختگی کے بعد مدینہ پہنچے اور اس صلح کے بعد ابھی تک کر بیٹھے بھی نہ تھے کہ آپ کو ایک اور امتحان کا سامنا کرنا پڑا، جو سرزمین حدیبیہ کے امتحان سے صعوبت میں کم نہ تھا۔

مکہ کے قید خانے ان دسیوں قریشی نوجوانوں سے گونج رہے تھے جنہوں نے

---

[1] عیص، عین کی زیر کے ساتھ ہے وہ جگہ جہاں درخت بہت گھنے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ ہوں، یاقوت اپنی معجم میں کہتا ہے۔ بحر احمر کے ساحل پر ینبع کی جانب ایک جگہ ہے۔

[2] ابوجندل کے قصہ کی تفاصیل کو ہمارے اس سلسلہ کی پانچویں کتاب "صلح حدیبیہ" میں دیکھو۔

دین اسلام کو اختیار کر لیا تھا جس کی وجہ سے ان کے اہل ان سے ناراض تھے، انہوں نے انہیں اسلام سے مرتد کر کے بُت پرستی کی طرف لے جانے سے عاجز آ کر انہیں باندھ کر جیلوں میں دھکیل دیا تھا۔

مشرکین مکہ پر پہلا حملہ آور

ابو بصیر (عتبہ بن اسید الزھری[1]) اُن قریشی نوجوانوں میں سے ایک تھا جنھوں نے شروع شروع میں اسلام قبول کیا تھا، اس کی قوم بنی زہرہ نے بُت پرستی چھوڑنے اور حلقہ بگوش اسلام ہونے کی وجہ سے اُسے جیل میں ڈال دیا تھا جب صلح حدیبیہ طے ہو گئی اور قریش مسلمانوں کے قومی وجود کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے حالانکہ وہ

---

[1] عتبہ بن اُسید ابن جاریہ ابن عبد اللہ الثقفی (ابو بصیر) یہ بنی زہرہ کا حلیف تھا اور اور سابقین الاسلام نوجوانوں میں سے تھا اس کے اہل نے اسے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے بنی زہرہ کے قید خانے میں جو مکہ میں تھا، اذیت دینے کے لیے قید کر دیا تھا اس نے صبر سے کام لیا۔ یہاں تک کہ بھاگ گیا یہ پہلا قریشی مسلم نوجوان تھا جو صلح حدیبیہ کے بعد مکہ والوں کی قید سے بھاگا تھا امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کا اور ابو جندل کا واقعہ بیان کیا ہے.... ابو بصیر عیص کے انقلابیوں کا لیڈر تھا اس نے قریش سے دشمنی کے لیے عہد نبوی میں ساحل سمندر پر اپنی آزاد حکومت قائم کی ہوئی تھی جو صلح حدیبیہ کی شرائط کی وجہ سے مسلمانوں سے مرتبط نہ تھی لیکن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے پوری محبت رکھتی تھی، ابو بصیر، مشرکین مکہ کے خلاف انقلاب کی قیادت کرتا اور ساحل میں ان کے قافلوں پر قبضہ کر لیتا یہاں تک کہ حضور کے احکام اس کے پاس پہنچے کہ وہ کفار مکہ کے خلاف اپنی کاروائیوں کو بند کر دے اس نے اپنی کاروائیوں کو بند کر دیا پھر اس کی عیص ہی میں وفات ہو گئی اس حال میں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا خط پڑھ رہا تھا۔

اس سے پہلے انہیں رہزنوں اور قانون کے باغیوں کی طرح دیکھتے تھے ــــ تو مقہور مسلم نوجوانوں کی امیدوں نے مکہ کے قید خانوں میں انگڑائی لی اور یہ نوجوان اس صلح کے فوائد سے مستفید ہونے کی تمنائیں کرنے لگے ، ان میں سے بعض قریش کی مکی جیلوں سے بھاگنے کے متعلق سوچنے لگے تاکہ مدینہ میں اسلامی سوسائٹی کے ممبران کی طرح جا شامل ہوں ۔

سب سے پہلے مکہ میں جس مسلم نوجوان نے اپنے اہل کے قید خانے سے نجات پائی وہ ابوبصیر تھا ، یہ مدینہ کی طرف چل پڑا جب وہاں پہنچا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور آپ سے اسلامی سوسائٹی کے درمیان رہنے اور پناہ لینے کے حق کا مطالبہ کیا ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مطالبہ کو ماننا چاہتے تھے لیکن اُسے مدینہ میں قیام کی اجازت دینا صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی تھی جس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی قریشی کو مدینہ میں پناہ نہ دینے کی پابندی کریں گے خواہ وہ مسلمان ہو کر ہی آیا ہو جب تک اس کا ولی اسے اجازت نہ دے آپ پر لازم ہوگا کہ آپ مطالبہ پر اس آدمی کو واپس کریں ۔ اس طرح نوجوان ابوبصیر کا مدینے میں پناہ کے لیے آنا دوسرا امتحان بن گیا جو حضور علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے لیے بڑا سخت تھا ، بنو زہرہ کو جو ابوبصیر کی قوم تھی انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ ابوبصیر ان کے قید خانے سے بھاگنے کے بعد مدینہ میں پناہ کا طالب ہوا ہے ، انہوں نے اس کی تلاش میں آدمی بھیجے ، یہ بات ان کے ان خطوط میں پائی جاتی ہے جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں بنو زہرہ کے دو سردار ، اخنس بن شریق اور ازہر بن عبد عوف [1] ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ازہر بن عبد عوف کے متعلق ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ وہ (باقی ص۵۱ پر)

پاس مطالبہ کرتے ہوئے آئے کہ آپ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے ان کے بیٹے ابو بصیر کو واپس کر دیں[۱] اور انہوں نے بنی عامر بن لوی میں سے دو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵) عبد الرحمٰن بن عوف زہری کا چچا ہے اور اس کے اسلام لانے کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی ہاں یہ ذکر کیا ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو استقایہ عباس بن عبد المطلب کو دیتے دیکھا تھا، یہ ان چار آدمیوں میں سے چوتھا آدمی تھا جن کی حضرت فاروق اعظمؓ نے حرم کے نشانات لگانے کی ڈیوٹی لگائی تھی اور وہ یہ تھے حویطب بن عبد العزیٰ، مخرمہ بن نوفل، سعید بن یربوع اور ازہر بن عبد عوف، یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ فتح مکہ کے مسلموں میں سے تھا۔ واللہ اعلم۔

[۱] واقدی نے مغازی جلد ۲ صفحہ ۶۲۴ اور اس کے بعد ابو بصیر کی واپسی کے واقعہ کی تفاصیل بیان کی ہیں اور اس خطاب کی عبارت بھی لکھی ہے جو قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام سے روکنے کے لیے بھیجا تھا وہ کہتا ہے کہ اخنس بن شریق اور ازہر بن عبد عوف زہری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط لکھا اور اسے بنی عامر بن لوی کے ایک آدمی کے ہاتھ بھیجا، جسے انہوں نے ایک جوان اونٹ کے عوض کرایہ پر لیا تھا اس کا نام خنیس بن جابر تھا ـــــ اور عامری کے ساتھ اس کا غلام کوثر نامی بھی نکلا اور ان دونوں نے خنیس بن جابر کو اونٹ پہ سوار کرا دیا اور دونوں نے اپنے درمیان ہونے والی صلح کو یاد کراتے ہوئے لکھا کہ ابو بصیر کو واپس کر دیں یہ دونوں آدمی ابو بصیر کے پہنچنے کے تین دن بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، خنیس نے کہا اے محمدؐ یہ خط لیجیے، حضور علیہ السلام نے ابی بن کعب کو بلایا اس نے خط کا مضمون سنایا جو یہ تھا ہم نے جو شرط آپ سے کی تھی آپ اُسے جانتے ہیں اور ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان گواہی دی ہے کہ آپ ہمارے اس آدمی کو جو آپ کے پاس آئے گا واپس کریں گے پس ہمارے ساتھی کو واپس کیجیے تو رسول کریمؐ نے ابو بصیر کو ان کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور اُسے ان کے سپرد کر دیا۔

آدمی خط دے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ وہ ابوبصیر کو ان کے سپرد کر دیں تاکہ وہ اُسے اپنی نگرانی میں مکہ واپس لے جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبصیر کو قریش کے سپرد کرنا

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی زہرہ کے دونوں سرداروں کا خط لے لیا اور اس کے مضمون سے آگاہی حاصل کر لی تو آپ کو قریش کے دونوں پیغامبروں کے پاس ابوبصیر کو سپرد کرنے کے سوا، کوئی چارہ نظر نہ آیا، آپ نے یہ کام معاہدہ حدیبیہ کی پابندی کے لیے کیا۔ آپ نے ابوبصیر کو بُلا کر فرمایا کہ میرے لیے ضروری ہے کہ میں تجھے قریش کے پیغامبروں کے سپرد کر دوں تاکہ وہ تجھے مکہ لے جائیں تو ابوبصیر نے بڑی بے چینی اور تکلیف سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھے مشرکین کے حوالے کریں گے جو مجھے میرے دین کے متعلق فتنہ میں ڈال دیں گے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا اے ابوبصیر! تجھے معلوم ہی ہے کہ ہم نے ان لوگوں سے عہد کیا ہوا ہے اور ہمارا دین خیانت کی اجازت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ یقیناً تیرے اور تیرے کمزور ساتھیوں کے لیے رہائی اور کشائش کی سبیل بنائے گا پس اپنی قوم کی طرف چلا جا[1]

ایمان راسخ کیا کام کرتا ہے

ابوبصیر کے ایمان راسخ نے اُسے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بارے میں مناقشہ و مجادلہ کرے بلکہ آپ نے اُسے جدا کر کے مشرک قوم کے دونوں نمائندوں کو اس کے ہاتھ پکڑا دیئے تاکہ وہ اس کے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۳

علم کے بغیر اُسے کندھوں سے جکڑلیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اُسے مکہ کے قید خانوں میں مارنا چاہتے تھے۔ ابوبصیر نے دونوں عامری مشرکوں کی نگرانی میں مدینے کو چھوڑ دیا، اس بات نے اس کے اور مسلمانوں کے دلوں کو کاٹ کر رکھ دیا اور اس میں شبہ بھی کیا ہے۔ لیکن یہ ایفائے عہد کی بات تھی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ آپ کے حکم سے سرتابی کرے۔

ابوبصیر کا اپنے دونوں نگرانوں کو قتل کر کے مدینہ واپس آنا

ابوبصیر بڑا شجاع اور قوی نوجوان ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین وفطین بھی تھا اور اس میں ایمان راسخ کے ساتھ قوت وشجاعت اور ذہانت وفطانت بھی اکٹھی ہوگئی تھی جس کے نتائج بڑے حیرت انگیز ہوتے ہیں۔

جب سے ابوبصیر نے اپنے نبی کے حکم کی اطاعت کی اور اپنے آپ کو اپنی قوم کے دو مشرک پیغامبروں کے سپرد کر دیا۔ وہ کسی ایسے طریق کو اختیار کرنے کے بارہ میں سوچتا رہا جس سے وہ اپنے نبی کو اس کی ذمہ داری سے بری کرنے کے بعد اور نقضِ عہد کی تہمت سے دور رکھتے ہوئے اپنے دونوں مشرک نگرانوں سے رہائی حاصل کر سکے کیونکہ اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخلصانہ اطاعت کرتے ہوئے اور صلح حدیبیہ کی تحریر کی پابندی کرتے ہوئے اپنے آپ کو، اپنی قوم کے بھیجے ہوئے دونوں نمائندوں کے سپرد کر دیا تھا ابوبصیر نے اس چھٹکارا حاصل کرنے والی سوچ کو یوں پورا کیا کہ اُسے ایک نگران کو قتل کرنے کی قوت حاصل ہوگئی جب وہ دوسرے پر حملہ کرنے چلا تو وہ مدینہ کی طرف بھاگ گیا تفصیل یوں ہے کہ اس مومن قریشی نوجوان کے دل پر یہ بات گراں گزری کہ وہ

مشرک اور بُت پرستی کے بے ہودہ اور جان گسل ماحول میں واپس جائے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مکّہ سے بھاگنے کے بعد نجات دے دی تھی تاکہ لوگ اُسے نئے سر سے پھر شرک کے اندھیرے قید خانوں میں نہ پھینک دیں، لیکن اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق مدینہ کو بہر حال چھوڑنا ضروری تھا اور اس کی رغبت سے یہ بات ہویدا تھی کہ وہ اس عہد کو پورا کرنے کا خواہش مند ہے جو آپ نے معاہدہ میں مشرکین مکہ سے کیا تھا چنانچہ ابو بصیر نے اپنے دونوں مسلح عامری نگرانوں کی معیت میں مدینہ کو چھوڑا اور وہ اس کی مشکیں کس کر اُسے مکہ کی طرف لے کر چلے، مدینہ سے قریباً سات میل دُور ایک مقام ذوالحلیفہ آتا ہے (جسے آج کل ابیار کہا جاتا ہے) جہاں یہ دونوں مشرک نگران اور ان کا مسلمان قیدی ابو بصیر کچھ ستانے کے لیے بیٹھ گئے، ابو بصیر اپنے ایک نگران سے ملاطفت سے پیش آنے لگا۔ نگران تلوار سے مسلح تھا، لمبی گفتگو کرنے کے بعد اس نے نگران سے بڑی نفاست اور نرمی سے کہا اے عامری بھائی! کیا یہ تیری تلوار کاٹتی بھی ہے، عامری نے جواب دیا ہاں اور پھر اُسے غرور سے ہلا کر کہنے لگا کہ میں اس تلوار سے اوس و خزرج میں رات تک شمشیر زنی کروں گا، ابو بصیر نے تلوار کا جائزہ لینے کے لیے اس سے اجازت طلب کی اور کہا، کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں، نگران نے کہا اگر تم دیکھنا چاہو تو دیکھ سکتے ہو، اس موقع پہ اس نے ابو بصیر کے بندھن کو کھول دیا جونہی اس کا ہاتھ تلوار کے قبضے پہ پڑا اس نے اپنے عامری نگران پہ تلوار سے وار کر کے اُسے ڈھیر کر دیا پھر اس نے دوسرے نگران پہ بھی حملہ کیا کہ اُسے بھی اس کے ساتھ ملا دے مگر وہ خوف زدہ ہو کر، بچاؤ کا خواستگار ہوتا ہوا مدینہ کی طرف بھاگ گیا اور مسجد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو تیز دوڑنے کی وجہ سے سنگریزے اس کے پاؤں تلے سے اُڑ رہے

تھے آپ نے فرمایا اس آدمی کو کوئی خوف لاحق ہے پھر فرمایا تیرا برا ہو تجھے کیا ہوا ہے ؟ اس نے کہا آپ کے ساتھی نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور میں اس سے بھاگ آیا ہوں اگر میں تیز نہ دوڑتا تو ضرور قتل ہو جاتا۔ پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ وہ اُسے ابو بصیر سے بچائیں جو اس کے پیچھے پیچھے آرہا ہے آپ نے اُسے زندگی کی امان دی۔ ابھی عامری مشرک مسجد میں اپنی بات مکمل نہیں کر پایا تھا کہ ابو بصیر اپنے مشرک مقتول نگران کی تلوار لٹکائے ہوئے نمودار ہوا۔ پھر اونٹ کو مسجد کے دروازے پر بٹھانے کے بعد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو واقعات کی تفاصیل بتلانے لگا۔ پھر کہنے لگا یا رسول اللہ آپ کا عہد پورا ہو گیا ہے اور اللہ تعالٰے نے آپؐ کی طرف سے یہ ذمہ داری پوری کر دی ہے آپؐ نے مجھے لوگوں کے سپرد کر دیا تھا اور میں اپنے دین کے متعلق فتنہ میں پڑنے اور اپنی توہین سے محفوظ ہو گیا ہوں ، ابو بصیر کے اس قول سے واضح ہے کہ وہ اس بات سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر پہ راضی کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ آپ اُسے مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت دے دیں اور دوبارہ اُسے مکہ واپس جانے پر مجبور نہ کریں ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بصیر کی رغبت کے پیش نظر راضی ہو گئے اور اُسے دوبارہ مکہ واپس جانے پر مجبور نہ کیا لیکن اس وقت آپ نے اُسے مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت نہ دی کیونکہ یہ بات معاہدہ حدیبیہ کے خلاف تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے ابو بصیر کے نقطہ نظر کو سُننے کے بعد اُسے فرمایا تو جہاں جانا چاہتا ہے چلا جا [1]

ابو بصیر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ آپ مقتول

---

[1] سیرت جلد ۲ صفحہ ۱۵۱

مشرک عامری کے کپڑوں اور اونٹ کو غنیمت قرار دیں اور غنائم کی طرح اس سے خمس لیں لیکن آپ نے ایسا نہ کیا تاکہ قریش یہ نہ سمجھ لیں کہ آپؐ نے صلح حدیبیہ کے عہد کو توڑ دیا ہے آپؐ نے ابو بصیر سے فرمایا جب میں اس کا خمس[1] لگاؤں گا تو قریش میرے بارے میں یہ خیال کریں گے کہ میں نے جن شرائط پر ان سے معاہدہ کیا تھا انہیں پورا نہیں کیا، لیکن تو اپنے ساتھی کے کپڑوں کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر لے۔ پھر آپ نے ابو بصیر کی شجاعت و بسالت پر اظہار تعجب کرتے ہوئے فرمایا اس کی ماں ہلاک ہو یہ جنگ کی آگ کو بھڑکانے والا ہے کاش اس کے ساتھ شجاع اور بہادر آدمی ہوتے[2]

قریش کے خلاف انقلاب کا قلعہ

جب ابو بصیر کو پتہ چلا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُسے مدینہ میں قیام کی اجازت نہیں دیں گے تو اس کے ذہن میں ایک انقلابی بہادر مسلمان کا، جو دوبارہ شرک اور غلامی کی ذلت کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے، نظریہ چھا گیا اور اس نے اسی وقت اس نظریہ کا نفاذ کر دیا۔ اس نے مقتول مشرک کی تلوار کو اٹھایا اور غنیمت میں حاصل ہونے والے اونٹ پر بیٹھ گیا اور مغرب میں عیص کی طرف ساحل سمندر کو چل پڑا جہاں بکثرت دریائی جانور اور درختوں کی جھنگیاں ہوتی تھیں جن میں ایک انقلابی جس وقت چاہے چھپ سکتا ہے، عیص کی جانب سے ابو بصیر کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ وہاں اقامت کے لیے جگہ پسند کر کے لوگوں کی نظروں

---

[1] یعنی آیت غنیمت پر عمل کرتے ہوئے خمس لے لیں (واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل) الانفال ۴۱ [2] تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۶۳۹

نظروں سے پوشیدہ رہے بلکہ اس کا مقصد اس سے بہت ارفع و اعلیٰ تھا وہ یہ کہ وہ اپنی مشرک قوم کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دے اور ان کے بڑے بڑے تجارتی قافلوں کے اس راستے پر غارت گری کرے جس کو ابو بصیر نے اپنے لیے بطور قلعہ کے پسند کیا تھا۔

پہلے انقلابی نے اپنے آپ کو آزاد کر لیا اور صلح حدیبیہ کی وجہ سے اس کا مسلمانوں کے ساتھ کوئی انتظامی تعلق نہ تھا اور وہ عیص میں اپنے قلعے سے قریش کے تجارتی قافلوں پر غارت گری کرنے لگا اور مشرکین کے ان قافلوں کے آدمیوں پر اچانک حملے کرنے لگا۔ اور جو مال یہ قافلوں والے لے جا رہے ہوتے وہ اس میں سے اپنی ضرورت کی چیزوں کو قبضے میں کر لیتا اور پھر عیص میں اپنے قلعے میں واپس آجاتا، ابو بصیر چونکہ دلیر اور شجاع آدمی تھا اس نے قریش کو سخت خوفزدہ کر دیا مکہ والے اپنے قافلے کو شام کی طرف سخت پہرے میں بھیجتے مگر اس کے باوجود یہ قافلے پہلے دلیر انقلابی ابو بصیر کی دستبرد سے بچ نہ سکتے۔

عیص میں کمزور مسلمانوں کا پہلے انقلابی کے ساتھ شامل ہونا

جب قافلوں کے خلاف قریش اور خصوصاً اہل مکہ کے درمیان ابو بصیر کی انقلابی کارروائیوں کا چرچا ہونے لگا تو مکہ کے مشرکوں کے قید خانوں میں مقید کمزور مسلمانوں کی امیدیں پہلے انقلابی ابو بصیر سے مل کر ان قید خانوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے انگڑائیاں لینے لگیں، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابو بصیر کی جوانمردی اور شجاعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا (جب اس نے اپنے دونوں نگرانوں میں سے ایک کو قتل کر کے نجات پائی تھی) "اس کی ماں ہلاک ہو یہ جنگ کی آگ کو بھڑکانے والا ہے، کاش اس کے ساتھ بہادر آدمی ہوتے۔"

ابوبصیر کے حق میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلمات میں یہ صریح اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ ابوبصیر کی حربی کارروائیوں سے آگاہ تھے اور جب تک صلح حدیبیہ کا معاہدہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان قائم رہا اور مکہ کے قید خانوں سے جو مقہور مسلم نوجوان نکل کر ابوبصیر کے ساتھ شامل ہوتے رہے اور انہوں نے غیر جانب داری کا موقف اختیار کیے رکھا، آپ نے انہیں ہرگز سیاسی پناہ کا حق نہیں دیا (اگر یہ تعبیر صحیح ہے) تو دوسری جانب جو وہ مشرکین کے خلاف فوجی کارروائیاں کرتے تھے آپ اس کے ہرگز ذمہ دار نہیں ہوسکتے تھے جب مکہ کے قید خانوں میں مقید قریشی نوجوانوں کو ابوبصیر کے قصہ کا علم ہوا اور اس کی شجاعت وبسالت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرانگی کا پتہ چلا کہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ "اس کی ماں ہلاک ہو وہ جنگ کی آگ کو بھڑکانے والا ہے کاش اس کے ساتھ بہادر آدمی ہوتے" اور یہ کہ ابوبصیر عیص میں، مشرکین مکہ کے خلاف براہِ راست مسلح کارروائی کرتا ہے تو ان نوجوانوں نے یکے بعد دیگرے مشرکین مکہ کے قید خانوں سے بھرپور جد وجہد کر کے رہائی حاصل کر لی جب کوئی شرک کے قید خانوں سے بھاگ کر رہائی حاصل کرتا تو وہ عیص میں پہلے انقلابی ابوبصیر کے ساتھ جا ملتا، ابھی چند ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ ابوبصیر کے پاس ستر قریشی نوجوان اکٹھے ہوگئے جو سب کے سب مکہ کے جیل خانوں سے بھاگے تھے ان سب کا سردار ابوجندل بن سہیل بن عمرو تھا[1]

---

[1] اس کی کنیت ابوجندل ہے اور اس کا نام عبداللہ بن سہیل بن عمرو ہے، اصابہ میں ابن حجر نے اسے سابقین الاسلام میں سے قرار دیا ہے بدر میں یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا کیونکہ یہ مشرکین کی فوج کے ساتھ آیا تھا پھر مسلمانوں کے ساتھ مل گیا اور پھر اس کے بعد قید ہوگیا اور اسے دین سے (باقی ص۵۹ پر)

عیص کے انقلابیوں کی تعداد میں تین سو کا اضافہ

عیص کے قریشی انقلابیوں میں اضافہ

جنیہ اور دیگر قبائل سے لوگ آملے یہاں تک کہ ان کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی ان سب نے عیص کی پناہ گاہ کو اپنا مرکز بنالیا، باوجودیکہ ان کا دین اسلام تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے انتظامی تعلقات نہ تھے۔

انقلابیوں کا لیڈر ابوبصیر

جب عیص کے انقلابیوں کی تعداد تین سو جانبازوں تک پہنچ گئی تو انہوں نے اپنا معاملہ پہلے انقلابی ابوبصیر کے سپرد کر دیا اور اُسے اپنا عمومی قائد منتخب کر لیا اور اس کے حکم کے مطابق عمل پیرا ہوتے تھے، ابوبصیر نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور مشرک قریشیوں کے خلاف انقلاب کی قیادت کے لیے ابوجندل بن سہیل بن عمرو کو اپنا نائب مقرر کیا پھر ابوبصیر نے ان انقلابیوں کی تنظیم کی اور ان میں سے حربی فوج اور منظم پارٹیاں بنائیں جو مشرکین مکہ کے ساتھ جماعتوں کی طرح مسلسل جنگ جاری رکھیں لہٰذا یہ پارٹیاں مسلسل مکہ سے شام جانے والے اور وہاں سے مکہ واپس آنے والے قافلوں کی نگرانی کرتی رہتی تھیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۵۸) برگشتہ کرنے کے لیے اذیتیں دی گئیں جب مکہ فتح ہوا تو اس نے اپنے باپ سہیل بن عمرو کے لیے امان طلب کی اس کا مفصل قصہ ہماری پانچویں کتاب صلح حدیبیہ میں بیان ہوا ہے، ابوجندل مخلص نوجوانانِ اسلام میں سے تھا اور خدمتِ اسلام میں فنا تھا، جنگ یمامہ میں ابوجندل نے شہادت پائی اس وقت اس کی عمر ۳۸ سال تھی، یہ خلیفہ اور ابن اسحاق کی روایت ہے۔

قافلہ کے راستہ پر انقلابیوں کی نگرانی

عیص کے انقلابیوں نے مکہ اور شام کے راستہ کے درمیان اپنی نگرانی کو مضبوط کر لیا۔ مشرکین قریش میں سے جو بھی ان کے پاس سے گزرتا وہ اُسے قتل کر دیتے اور قریش کا جو قافلہ ان کے پاس سے گزرتا اس پر قبضہ کر لیتے یہاں تک کہ قریش کی تجارت کو جو ان کی غربت زدہ زندگی کا ستون تھی، تباہ کن ضرب لگی، جس سے مکہ کی اقتصادی حالت خراب ہوتی گئی اور غذائی ذخائر میں کمی واقع ہونے لگی یہاں تک کہ بھوک کے سائے اہل مکہ کو ڈرانے لگے، تجارت کے لیے تیار کیے ہوئے ان کے اکثر اموال، عیص کے مسلمان انقلابیوں کے ہاتھ لگ گئے جن کی قیادت وہ ابنائے مکہ کر رہے تھے جن کو انہوں نے قید کیا تھا اور اسلام کی اتباع کی وجہ سے اذیتیں دی تھیں۔

عیص کے انقلابیوں کے مقابل مدینہ کا موقف

قریشی قافلوں پر غارت گری کرنے والے ان انقلابیوں کے مقابل، مدینہ نے مکمل غیر جانب داری کا موقف اختیار کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی پابندی میں اس بات کا التزام کیا کہ وہ مدینہ میں کسی قریشی کو اس کے اہل کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دیں گے خواہ وہ آدمی مسلمان ہی ہو آپ نے ابو بصیر کو قریش کی طرف واپس لوٹا کر اور اُسے دو عامری نگرانوں کو سپرد کر کے اس شرط کی پوری پوری پابندی کی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے یہاں تک کہ ابو بصیر اپنے نگرانوں سے بھاگ آیا اور ایک کو مدینہ سے باہر ہی قتل کر کے واپس آیا تو آپ نے اُسے مدینہ میں قیام کی اجازت نہیں دی کیونکہ ایسا کرنا معاہدہ حدیبیہ کی رُوح کے منافی تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ ان سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو جو اس کو توڑ دے اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان فوجی کاروائیوں کے بھی

ذمہ دار نہیں تھے جو خود قریشی مسلمان یا ان کے سوا دوسرے لوگ کر رہے تھے جنھوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور نہ ہی انہوں نے مدینہ کو اپنا گھر بنایا تھا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بن گئے تھے آپؐ نے حدیبیہ میں قریش کو اپنے اور مدینہ میں رہنے والے اپنے اصحاب کے متعلق عہد دیا تھا، مگر وہ قریشی جو مشرکوں کے اہل میں سے ان کے خلاف انقلاب کے لیڈر بنے ہوئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حربی کارروائیوں کے ذمہ دار نہیں تھے جو وہ اپنے اہل کے خلاف کر رہے تھے۔

عیص میں انقلابیوں کی آزادی

عیص کے مسلمان انقلابی ابو بصیر اور اس کے نائب ابو جندل کی قیادت میں خود ہی اپنے حالات کا انتظام کرتے ـــــ ان کا مدینہ کے ساتھ صلح حدیبیہ کی وجہ سے کوئی انتظامی تعلق نہ تھا اس معاہدہ صلح کی پابندی، مشرکین کی طرح مسلمان بھی کرتے تھے وہ یہ کہ طرفین میں سے کوئی بھی دوسرے کے خلاف دس سال تک کسی حربی کارروائی کی وجہ سے جو وہ قریش کے خلاف کر رہے تھے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے یا ان اموال کے متعلق جو وہ غنیمت کے طور پر حاصل کرتے تھے کبھی سوچا بھی نہیں تھا خصوصاً پہلے انقلابی ابو بصیر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آپؐ کا عامری مقتول کے کپڑوں اور اس کے اونٹ کو غنیمت قرار دے کر اس کا خمس لگانا معاہدہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس کی بات کو قبول نہیں کیا۔

عیص کی آزاد حکومت

ہمارے لیے یہ کہنا ممکن ہے کہ عیص کے انقلابیوں نے اپنے لیے ایک ایسی حکومت بنائی جو آزاد حکومت کے مشابہ تھی، جس کی فوج کے تین سو آدمی ان کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے مکہ کے قریشیوں کی نیندیں حرام کر دیں اور انہیں خطرناک

مالی اور جانی نقصان پہنچا کہ ان کی تجارتی تحریک کو شل کر کے رکھ دیا اس کے ساتھ ساتھ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی حکومت سے بھی کامل دوستی رکھتے تھے، مدینہ نے بھی رحکومت کی تدبیر کے بغیر) فوجی اور سیاسی طور پہ عیص کے انقلابیوں کی سرگرمیوں سے استفادہ کیا کیونکہ وہ ان انقلابیوں سے عقیدۃً ارتباط رکھتا تھا اور فی الواقع وہ انقلابی جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ سے وہ عہد پورا کر رہے تھے جسے آپ نے حدیبیہ میں ان کے ساتھ پختہ کیا تھا، مدینہ میں آئے اور پناہ حاصل کیے بغیر مسلمان ہی شمار ہوتے تھے مکہ کی قریشی چھاؤنی بے انتہا نقصان اُٹھا چکی تھی اور خطرناک مالی اور جانی نقصانات کے بعد اس کی گھبراہٹ میں بہت اضافہ ہو چکا تھا۔

شرط کا وبال اہل مکہ پر

حدیبیہ کی تاریخی صلح کے مقدمات اور اس صلح نے جو مسلسل عناد اور ناراضگی پیدا کی جس کا اظہار مذاکرات میں قریشی جانب سے ہوا، اس کی طرف، اور اس صلح کی شرائط کی طرف رجوع کرتے ہوئے، جس کی پختگی کی تکمیل ہجرت کے پانچویں سال مسلمانوں اور مشرکین قریش کے درمیان ہوئی تھی، ہم قریش کو ایک شرط کے لکھانے پر مصر پاتے ہیں انہوں نے اس شرط کو اپنی فتح خیال کیا اور مسلمانوں نے حضور علیہ السلام کے اس شرط کے قبول کرنے کو اپنی عزت کے خلاف خیال کیا جس کی وجہ سے وہ بہت مغموم ہوئے اور انہوں نے صلح کے متعلق شدید معارضہ کیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے برعکس اس شرط کو قبول کر لیا جس کی وجہ سے مسلمانوں پر یہ پابندی لازم آتی تھی کہ اگر کوئی قریشی ان کے پاس مدینہ میں آئے تو وہ نہ اُسے قبول کریں اور نہ اُسے پناہ دیں اور اُسے مشرک اہل کی طرف لوٹا دیں خواہ وہ مسلمان ہو کر ہی آیا ہو اس بنیاد اور اس فقرہ کے بموجب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابو بصیر کو، جب وہ مکہ کے شرک کے قید خانوں سے بھاگ کر اور مسلمان ہو کر مدینہ آیا تو آپ نے اُسے وہاں قیام کی اجازت نہیں دی بلکہ جب قریش نے اس کی تلاش میں آدمی بھیجے تو آپ نے اُسے واپس کر دیا مگر اُس نے اپنے ایک نگران کو قتل کر دیا (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) پھر جب دوبارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مدینہ میں پناہ دینے سے انکار کیا تو وہ اپنے مشرک اہل کے خلاف عیص میں ایک انقلابی بن گیا اور مکہ کے قید خانوں میں جو کمزور مسلمان قید تھے وہ اس کے ساتھ مل گئے، اس موقع پر قریش کے لیڈروں کو سمجھ آئی کہ یہ شرط ان کے جاہلی تکبر و عناد نے لکھوائی تھی اور انہوں نے اسے صلح حدیبیہ کی شرائط کے ضمن میں داخل کر دیا تھا۔[1] اس شرط نے ان کو ناخوشگوار عواقب سے دوچار کیا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شرط کی پابندی کرنا اور اس کی تنفیذ کرنا، مشرکین مکہ کے خلاف مسلح انقلاب کی آگ کو باہر لانے کا سبب بن گیا، جسے عیص میں خود قریش کے مسلمان نوجوان بپا کیے ہوئے تھے اور جن لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں پناہ دینے سے انکار کیا اور اعلان کر دیا کہ قریش میں سے جو شخص ان کے پاس آئے گا وہ اُسے اس شرط پر عمل کرتے ہوئے واپس کر دیں گے، جسے قریش نے حدیبیہ میں لکھایا تھا اور آپ نے اُسے قبول کیا تھا تو مکہ کے قید خانوں سے بھاگ نکلنے کے بعد، یہ کمزور مسلمان مجبور ہوئے کہ وہ کسی ایسی جگہ میں پناہ لیں جو انھیں دوبارہ اُن مشرکین کے تسلط میں آنے سے بچائے جنھوں نے انہیں اذیتیں دی تھیں اور دین اسلام کی اتباع کرنے اور بت پرستی چھوڑنے کی وجہ سے ان کی اہانت کی تھی۔

---

[1] اس صلح کی شرائط اور تفریات کو ہمارے اس سلسلہ کی پانچویں کتاب "صلح حدیبیہ" میں دیکھیے۔

عیص کے انقلاب کے متعلق قریش کی پارلیمنٹ کی تحقیق

جب مشرکین مکہ کے خلاف عیص کے انقلابیوں کی کاروائیاں بڑھ گئیں تو مکہ کی پارلیمنٹ نے ایک اجلاس منعقد کیا جس میں اس کمزور پوزیشن کا مطالعہ کیا گیا جس سے ان کے خلاف عیص کا انقلاب بپا ہوا تھا انہوں نے اس بحث و مشاورت میں اس مسلح انقلاب کی مشکل کو بھی حل کرنے کی کوشش کی مگر تمام راہیں مسدود پائیں، یہ انقلاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے دائرہ میں نہ آتا تھا کہ قریش اس کی ذمہ داری آپ پر ڈال دیں اور صلح حدیبیہ کی شرائط کی روشنی میں آپؐ سے اُسے روکنے کا مطالبہ کریں بلکہ اس انقلاب کے شعلے مشرکین مکہ کے خلاف صرف انہی کی ایک شرط کی وجہ سے بھڑکے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی اس شرط کو پورا کرتے ہوئے ان نوجوانوں کو قبول کرنے اور انہیں مدینہ میں پناہ دینے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ مسلمان تھے اور انہوں نے مکہ سے اپنے دین سمیت بھاگ کر ہجرت کی تھی، اور قریش کے بس میں نہ تھا کہ وہ ان انقلابیوں کے انقلاب کا قلع قمع کرنے کے لیے عیص میں اپنے بیٹوں کو بھیجیں، تو پھر کیا ہوگا؟ دارالندوہ میں قریش کے زعماء نے اس معاملہ پر بار بار غور کیا اور اس امر پر متفق ہو گئے کہ جن عظیم مصائب کو وہ برداشت کر رہے ہیں ان کا سبب صرف اور صرف وہ ظالم شرط ہے جسے ان کے جاہلی تکبر نے لکھوایا تھا اور انہوں نے اصرار کیا تھا اسے صلح حدیبیہ کی شرائط کے ضمن میں لکھا جائے یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ پابندی عائد کی تھی کہ اگر ان کے پاس قریش کا کوئی بچہ مدینہ آئے تو وہ نہ اُسے قبول کریں اور نہ اُسے پناہ دیں اور وہ ان کے طلب کرنے پر اُسے واپس کر دیں خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

قریش کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کرنا کہ اس شرط کو باطل قرار دیا جائے جس پر انہوں نے اصرار کیا تھا

انہوں نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ التماس کریں کہ وہ ان پر مہربانی کرتے ہوئے معاہدہ حدیبیہ کی آٹھویں شرط کے باطل قرار دینے کو قبول فرمالیں جسے انہوں نے ازراہ عناد معاہدہ میں درج کروانے پر اصرار کیا تھا کہ مدینہ میں ان کے بیٹوں کو خواہ وہ مسلمان ہو کر آئیں پناہ نہ دی جائے اور انہوں نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کی اپیل کریں کہ وہ عیص کے انقلابیوں سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنے ساحلی مقامات کو چھوڑ کر مدینہ واپس آ جائیں اس لیے کہ ان کے سرکش بچوں نے ان کے خلاف جو انقلاب بپا کیا تھا اُسے روکنے کی یہی ایک سبیل تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان انقلابیوں کو مدینہ بُلا لیں۔

قریش کا پیغامبر ابوسفیان مدینہ میں

مکہ کی پارلیمنٹ کے فیصلہ کے مطابق قریشی قبائل کے زعماء نے اس امر پہ اتفاق کیا کہ وہ ایک خط لکھیں اور اپنے میں سے ایک بڑے آدمی کو وہ خط دے کر مدینہ بھجوائیں تاکہ وہ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچائے یہ نمائندگی ابوسفیان بن حرب نے کی وہ قریش کے اس خط کو لے کر مدینہ گیا جو اس اُمید پہ مشتمل تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیص کے انقلابیوں کو مدینہ بُلا لیں۔ اور وہ اپنے ساحلی مقامات کو چھوڑ دیں ، اس خط میں یہ بات بھی درج تھی کہ قریش اس تکلیف دہ شرط کے ساقط کرنے کو قبول کرتے ہیں جو ان کے عناد اور نخوت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

اس خط میں قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ

اس غصہ کو دُور کر دیا جو وہ ایذا دینے والے مشرکین کے ساتھ رکھتے تھے ان مشرکین نے مکہ کے قید خانوں اور پناہ گاہوں میں انہیں بُری طرح اذیتیں دیں کہ انہوں نے شرک پہ توحید کو فضیلت دی تھی اس طرح مشرکین مکہ نے اپنے جبر و تشدد کے پھل، شر اور مصیبت کی صورت میں چکھے اور صابر مومنوں نے اپنے صبر و احتساب کا پھل دنیاوی عزت اور اخروی فلاح کی صورت میں چُنا، اور یہ پھل انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کی اطاعت اور پاک وصاف عقیدہ توحید کی حفاظت کے لیے مصائب پر صبر کرنے کے نتیجہ میں ملا۔

مسلمان، مہاجر کمزور عورتوں کی شان

فتح مکہ سے قبل اور اس تاریخ میں جس کی ہم حدبندی نہیں کر سکتے، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قانون نازل ہوا کہ مسلمان عورت اور اس کے کافر خاوند کے درمیان تفریق کر دی جائے اور یہ حکم بھی نازل ہوا کہ مسلمان عورت اور کافر مرد کے درمیان خواہ وہ کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو، نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

حدیبیہ کے بعد، عورتوں کی ہجرت

اس ہجرت کی وجہ یہ ہوئی کہ اُم کلثوم[1] بنت عقبہ بن ابی معیط مکہ میں مسلمان ہوگئی

---

[1] ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط اموی تھیں ان کی ماں اروی بنت کریز ابن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس تھی یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ماں جائی بہن تھی اور مومن عورتوں میں سے بڑی شریف راسخ الایمان اور سابقۃ الاسلام تھی اور یہ عجیب بات ہے کہ اس کا باپ رؤسائے کفر میں سے تھا اور جو لوگ ہجرت سے قبل آزمائش کے دنوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے بڑھ کر اذیتیں دیا کرتے تھے ان میں وہ بھی شامل تھا، ام کلثوم کا باپ

(باقی صفحہ پر)

اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے قبل آپ کی بیعت کر لی وہ بڑی صاحب کمال عورت تھی اس کے برعکس اس کا باپ قتل ہونے تک کفر کے سرداروں میں سے تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیا اور اس صلح کے بعد قریش کی جانب سے امن ہوا تو اس ام کلثوم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کرنے والی یہ پہلی عورت ہے اور ام کلثوم حضرت عثمانؓ بن عفان کی ماں جائی بہن ہے یہ نوجوان صالح عورت

(بقیہ حاشیہ صفحہ) جنگ بدر میں قید ہوا اور مدینہ کے راستہ میں جنگی مجرم کی طرح اس کو مارنے کا فیصلہ ہوا، ام کلثوم نے شادی سے قبل نوجوانی میں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور پا پیادہ گئی صحیحین اور سنن ثلاثہ میں اس کی احادیث موجود ہیں، مدینہ میں زید بن حارثہ نے اس سے شادی کی، اس کی فوتیدگی کے بعد زبیرؓ بن العوام نے اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا پھر چھوڑ دیا تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس سے شادی کر لی تو اس کے ہاں ابراہیم اور حمید پیدا ہوئے عبدالرحمٰن کے مرنے کے بعد عمروؓ بن العاص نے اس سے شادی کی ابھی وہ ان کے حبالۂ عقد میں تھی کہ عمرو کی وفات ہوگئی، ابن سعد کہتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے کے بعد یہ ہجرت کرنے والی پہلی عورت ہے اور ہم قریشی والدین کی کسی لڑکی کو نہیں جانتے جس نے ام کلثوم کے سوا خدا اور رسول کی طرف ہجرت کی ہو۔

سے عقبہ بن ابی معیط بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف جنگ بدر کے روز مشرک ہونے کی حالت میں قید ہوا یہ ان دو قیدیوں میں سے تھا جن کو مار دینے کا حکم ہوا تھا اس کی تفصیل ہماری کتاب "غزوۃ بدر الکبریٰ" میں بیان ہو چکی ہے۔

تو تو صرف ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی ہے اور جو تکلیف تجھے پہنچی ہے وہ اللہ کے راستے میں پہنچی ہے [1]

زیادہ سے زیادہ انکشاف حقیقت

عیص میں کمزور انقلابیوں کو جو قوت و شوکت حاصل ہو چکی تھی اس نے کفار قریش کی نیندوں کو حرام کر دیا تھا اور انہوں نے نہایت ذلّت کے ساتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کی اپیل کرتے اور واسطے ڈالتے ہوئے یہ استدعا کی تھی کہ آپ اس شرط کو ساقط قرار دے دیں جو حدیبیہ میں انہوں نے تکبّر و نخوت سے لکھوائی تھی اس شرط کی وجہ سے ان کا قافیہ بہت تنگ ہو گیا تھا اور انہیں اس صلح سے شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ عیص کے انقلابیوں نے بُت پرستی کے طوفان کے خلاف بہت اچھے فوائد حاصل کیے، جس سے بُت پرستی ذلیل ہو کر جُھک گئی اور اس کے محافظوں نے جس شرط کو بزعم نخوت اور لوگوں کو دکھاوے کے لیے حدیبیہ میں لکھوایا تھا اُسے باطل قرار دینے کی استدعا کی، حقائق زیادہ سے زیادہ ظاہر ہونے لگے۔ اور صحابہ پر بھی یہ بات منکشف ہو گئی کہ حضور علیہ السلام نے جو اس شرط کو قبول لیا تھا تو آپ کا فہم اس حد تک پہنچا ہوا تھا، ہمارے حواس جس کی حدود کو سمجھنے سے قاصر تھے اور ان لوگوں کے یقین میں اضافہ ہو گیا کہ حدیبیہ کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو مان لینا اس سے بہتر تھا جس کو وہ پسند کرتے تھے کہ قریش کی اس شرط کو نہ مانا جائے اگر حدیبیہ کے معاہدۂ صلح میں قریش اس شرط کو برقرار رکھنے پر اصرار نہ کرتے تو عیص میں کمزوروں کا انقلاب بپا نہ ہوتا اور ان بہادر انقلابیوں نے قریشی چھاؤنی کو جس خطرناک مالی اور جانی نقصانات سے دوچار کر دیا تھا یہ انقلاب مدینہ میں رہنے والے مسلمانوں

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ صفحہ ۶۶۹

کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوا انہوں نے بغیر کسی تامل ہوئے اور بغیر کوئی الٹا
لیے اس سے بہت فائدہ حاصل کیا کیونکہ صلح حدیبیہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو شرائط قبول کی تھیں انہوں نے ان میں ابتری ڈال دی۔

انقلاب کے نائب قائد ابوجندل بن سہیل بن عمرو اور اس کے مسلمان قریشی بھائیوں کی
آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں عیص میں ان کے انقلاب نے وہ فوائد حاصل کیے جن سے انہوں
نے ظالم مشرکوں سے اپنے دین اور اپنی جانوں کا بدلہ لے لیا، ابوجندل اور اس کے ساتھی
سربلند ہوکر عیص سے مدینہ آئے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں ابوجندل کو شاداں
و فرحاں مدینہ میں داخل ہوتے دیکھ رہا ہوں اور وہ حدیبیہ کی دردناک یادوں کو بیان کر رہا
ہے اور خاص کر اس بات کا تذکرہ کر رہا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے
کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے اُسے اپنے مشرک باپ کی طرف واپس کرتے ہوئے
کہی تھی جو آپ نے مشرکین سے کیا تھا آپؐ نے فرمایا تھا "ہمارے اور ان لوگوں کے
درمیان صلح ہوئی ہے اور ہمارا باہمی معاہدہ ہوا ہے:

> ہم ان سے خیانت نہیں کرسکتے ابوجندل صبر سے کام لو، اور جان لو کہ
> اللہ تعالٰے تیرے اور تیرے کمزور ساتھیوں کے لیے فراخی اور رہائی
> کا راستہ بنانے والا ہے۔"

پس یہ ہے وہ صابر، مومن اور نوجوان ابوجندل جس نے حدیبیہ میں رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے وعدے کو حقیقت واقعی کی شکل میں دیکھا، اور
اللہ تعالٰے نے ابوجندل اور اس کے مظلوم نوجوان ساتھیوں کے لیے رہائی کی
سبیل پیدا فرمادی اور دیکھو یہ ہیں وہ لوگ، جو مکہ کے قید خانوں سے نجات حاصل
کرنے کے بعد، شاداں و فرحاں عیص سے مدینہ آرہے ہیں، انہیں اپنی عظیم اسلامی
سوسائٹی میں شمولیت کی اجازت مل گئی ہے، اس کے بعد اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں سے

بات بھی کہی کہ وہ آپ سے مہربانی اور رحم کے طلب گار ہیں نیز ہم نے شرائط صلح میں سے اس شرط کو ساقط کر دیا ہے لہٰذا جو کوئی قریشی مسلمانوں میں سے آپ کے پاس آئے آپ اُسے بغیر کسی تنگی کے اپنے پاس رکھیں وہ امن میں ہوگا، عیص کے انقلابیوں نے ہم پر وہ دروازہ کھول دیا ہے جس کا برقرار رہنا ٹھیک نہیں [۱] ہم آپ کو رشتوں کا واسطہ دیتے ہیں کہ ان کو پناہ دیں۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں [۲]

انقلاب کی انتہا اور انقلابیوں کا مدینہ کی طرف آنا

جب ابوسفیان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کا خط دیا اور آپ اس کے مضمون سے آگاہ ہوئے تو آپ اپنی اس قوم کی اُمید کو قبول کرنے میں بالکل متردد نہیں ہوئے جس نے آپ سے رحم کی اپیل کی تھی اور نہ ہی آپ نے تکلیف محسوس کی اور نہ ہی قوم کے رحم طلب کرنے کے مقابلہ میں کسی تشدد کا اظہار کیا جب کہ اس کے برعکس عیص کے انقلابیوں کا اپنی پناہ گاہوں میں رہنا ان قریشیوں کے لیے خطرناک مالی اور جانی نقصان کا سبب بن رہا تھا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اذیت دینے کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑا تھا، مگر کینے اس شخص کے دل میں کیسے راہ پا سکتے ہیں جسے اللہ تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہو جس کا مقصد، اپنی قوم کو ہدایت دینا اور اُسے گمراہی سے بچانا ہو نہ کہ انھیں عذاب دینا، کیا یہ وہی ہادی برحق نہیں ہے جو کہ اپنی قوم کے ہاتھوں سخت آزمائش میں بھی کہتا تھا کہ "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے۔"

---

[۱] سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۵۱

[۲] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۴

درگزر کرنے کی رُوح کے مطابق اور کینہ پروری سے کنارہ کشی کرتے ہوئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی امید کو قبول کیا اور انقلابیوں کے لیڈر ابوبصیر اور اس کے نائب ابوجندل کو عیص میں لکھا کہ وہ دونوں اپنی جگہوں کو چھوڑ دیں اور اپنے آدمیوں سمیت دونوں میرے پاس مدینہ میں آجائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پڑھتے ہوئے انقلابی لیڈر کی وفات

کہتے ہیں جب انقلابی لیڈر ابوبصیر کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط موصول ہوا تو اس وقت وہ مرض کی وجہ سے حالت نزع میں تھا اس نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا تو اس کی رُوح پاک نے اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اس کے ہاتھ میں تھا اللہ کے حضور حاضر ہوگئی معلوم ہوتا ہے کہ خط پڑھنے سے قبل ہی اس کی وفات ہوگئی تو اس کے نائب ابوجندل نے وہ خط لے کر پڑھا پھر تمام انقلابی عیص کی پناہ گاہ میں اس پہلے بہادر انقلابی کو دفن کرنے کی تیاری کرنے لگے اس کے بعد ابوجندل نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تنفیذ کی ذمہ داری لے لی اور اس نے مشرکین مکہ کے خلاف مسلح کارروائیوں کو روک دینے کا حکم دے دیا اور اپنی فوج کو یہ پیغام دیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی منشا ہے، سب نے حکم کی اطاعت کی پھر ابوجندل قریشی نوجوانوں کے ساتھ جو ستر کی تعداد میں تھے مدینہ میں آ گیا اس دوران میں بعض غیر قریشی انقلابیوں نے اپنے اپنے صحرائی ٹھکانوں کو واپس جانے کا فیصلہ کر لیا، عیص کے نوجوان انقلابیوں میں ولید بن ولید مخزومی، حضرت خالد بن ولید کا بھائی بھی شامل تھا جو مدینہ پہنچتے ہی ایک زخم کے سبب وفات پا گیا، وہ پتھریلی زمین میں پھسل کر گرا تھا تو اس کی انگلی کٹ گئی تھی تب اس نے اپنا پاؤں باندھ کر یہ شعر پڑھا:-

صلح حدیبیہ کی اس شرط کے مفہوم سے بھی آشنا تھی جس میں صراحت سے یہ بات موجود تھی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے کسی بچے کو، خواہ وہ مسلمان ہو کر آئے مدینہ میں پناہ نہ دینے کی پابندی کریں گے سوائے اس کے کہ اس کے اہل اُسے اجازت دے دیں ام کلثوم کو یہ خدشہ ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں اس شرط کی پابندی کرتے ہوئے اُسے مشرکین کی طرف واپس ہی نہ کر دیں اس نے اپنے اس خدشے کا اظہار ام المومنین حضرت ام سلمہ سے کیا کیونکہ وہ مکہ سے اپنے دین کو لے کر بھاگی تھی، جب حضرت اُم سلمہؓ نے حضور علیہ السلام کے پاس اس کا قصہ بیان کیا تو آپ نے اُسے تسلی دی۔

ایمان دل پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے

نوجوان اُم کلثوم کا قصہ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس کی ہجرت اور اس راہ میں اس کا مصائب وخطرات کو برداشت کرنا اور تنہا ہجرت کا عزم کرنا اور تین سو میل سے زیادہ پا پیادہ سفر کرنا جب کہ راستے میں خطرات بھی تھے اور وہ ایک کمزور عورت تھی (اور تمام عورتیں طبعی طور پر کمزور ہوتی ہیں) فی الواقعہ ایک اشتیاق انگیز قصہ ہے اس میں اس مجسم قربانی کا بیان ہے جو دل میں راسخ عقیدہ کی حفاظت کے لیے خطرات پر سوار ہو کر کی جاتی ہے جو عقیدہ اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھتا ہے اور اپنے حلقہ بگوش کو ایک نئی مخلوق بنا دیتا ہے، یہ نوجوان لڑکی جو ابھی نو عمر تھی، جب اسلام نے اس کے دل کو مس کیا اور عقیدہ صافیہ اس کے دل میں راسخ ہو گیا تو وہ اپنے اہل وعیال اور وطن کو فراموش کر بیٹھی اور اُسے دارالکفر کو چھوڑنے اور مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملنے کے سوا، کوئی غم دامن گیر نہ تھا، اُسے اپنے عقیدہ کی حفاظت کا شوق تھا جیسے کہ اس نے مدینہ پہنچ کر اس کی صراحت کی ہے وہ اس بات سے خائف تھی کہ اگر اذیتوں کا سلسلہ دراز ہو گیا تو وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے فتنہ میں پڑ کر اسلام کو نہ چھوڑ بیٹھے، اُسے اسلام

چھوڑنے سے، مرجانا آسان معلوم ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ اس نے مکہ کو چھوڑا اور تنہا پاپیادہ مدینہ جانے کا فیصلہ کر لیا اور عملاً ہجرت میں مشغول ہو گئی جب مناسب وقت پہ اس نے مکہ کو چھوڑا تو وہ مصمم ارادہ کیے ہوئے تھی کہ وہ اس طویل و بعید راستہ کو جو عظیم خطرات سے گھرا ہوا تھا یکہ و تنہا طے کرے گی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک دلیر، شریف اور کریم خاندانی آدمی کو مقدر کر دیا جس جیسے مرد کم ہی ہوتے ہیں، نہ یہ اُسے جانتی تھی اور نہ وہ اسے جانتا تھا مگر وہ اس کے لیے ایک بہترین محافظ بن گیا اور اسے مدینہ پہنچا کر بغیر اس کے کہ یہ اس کے نام سے آگاہ ہو، واپس اس مقام پر آ گیا جہاں سے چلا تھا یہ آدمی خزاعہ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے اس نیک، صالح اور راست باز خاتون کی ہجرت کے قصہ میں عقیدہ پر ثابت قدمی کے بہت سے سبق موجود ہیں اور خزاعی مرد کے قصہ میں دلیری، شرافت اور افعال حسنہ پر اُبھارنے والی بات پائی جاتی ہے جس سے مردانگی کے راستوں میں روشنی حاصل کی جا سکتی ہے ہم اس قصہ کو واقدی کی روایت کے مطابق مکمل طور پہ بیان کرتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کرنے والی پہلی مسلم خاتون

واقدی کا بیان ہے مؤرخین کہتے ہیں کہ ہم اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کے سوا، کسی مسلمان قریشی خاتون کو نہیں جانتے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی ہو وہ خود بیان کرتی ہے کہ ہمارا ایک جنگل تھا جہاں میرے رشتہ دار مقیم تھے، میں وہاں تین تین چار چار دن رہا کرتی تھی، یہ جنگل تنعیم یا حصاص کی جانب تھا پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس واپس آ جایا کرتی تھی۔ وہ میرے جانے پہ بُرا نہ مناتے تھے یہاں تک کہ میں نے ایک دن سفر ہجرت کی نیت کر لی، پس میں ایک روز مکہ سے نکلی گویا میں اس جنگل میں جانا چاہتی

موضوعات پر حاوی تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم کلثوم قرشیہ کی شادی زید بن حارثہ سے کر دی۔

مشرک عورتوں کو طلاق

اس قانون کے نزول سے قبل بعض صحابہ نے مشرک عورتوں سے شادی کی ہوئی تھی جو مکہ میں مقیم تھیں اس قانون کے نازل ہونے کے بعد اس نکاح کا فسخ ہو جانا واجب ہوگیا اور مسلمان مرد اور مشرکہ عورت کے درمیان کوئی قانونی جواز باقی نہ رہا، تمام مسلمان مردوں نے اپنی مشرکہ بیویوں کو طلاقیں دے دیں، ان صحابہ میں حضرت عمرؓ بن خطاب بھی تھے آپ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی۔

اُم کلثوم بنت جرول الخزاعیہ ام عبید اللہ بن عمرؓ کے ساتھ ابوجہم بن حذیفہ بن غانم نے شادی کر لی یہ دونوں مشرک تھے، اور قریبہ بنت ابی امیہ بن المغیرہ سے اسلام قبول کرنے سے قبل، حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے شادی کی۔

کتابی عورتوں سے شادی

اس قانون پر عملدرآمد ہوتا رہا اور کسی مسلمان عورت کا کسی کافر مرد سے شادی کرنا ابدالآباد کے لیے حرام ہوگیا خواہ وہ کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھتی ہو، اسی طرح کسی مسلمان مرد کا غیر مسلم عورت سے سوائے کتابیہ عورت کے شادی کرنا حرام ہوگیا (کتابیہ سے یہودیہ یا نصرانیہ عورت مراد ہے) ایک دوسری آیت میں اس تحریم عالم کی تخصیص کر دی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان[1] (ترجمہ: آج تمہارے

---

[1] ...

لیے حلال چیزیں حلال کی گئیں اور جو لوگ کتاب دیے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارسا عورتیں بھی جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں جب کہ تم ان کو معاوضہ دے دو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔

انہیں مشرک خاوندوں کے ساتھ ملا کر دیکھیں یہ بات جدید قانون کے مطابق حرام ہے کہ کوئی مشرک کسی مسلمان عورت سے نکاح کرے یا کوئی مسلمان کسی مشرکہ سے نکاح کرے، ام کلثوم کی ہجرت کے بعد جو آیت قرآنی نازل ہوئی اس نے اُم کلثوم کی مشکل کو حل کر دیا اور وہ یہ ہے: یا ایھا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات مھاجرات فامتحنوھن ط اللہ اعلم با کانھن ج فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار ط لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن ط [1] (ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو، ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے، پس اگر ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف مت واپس کرو، نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ ہی وہ کافر ان عورتوں کے لیے حلال ہیں)

عورتوں کے معاملہ میں قریش کے ساتھ باہمی رضامندی

اس جدید قانون کے نزول کے علاوہ قرآن نے اہل مکہ کے ہر مشرک مرد کو، جس کی مسلمان بیوی اُسے چھوڑ کر ہجرت کر گئی ہو، راضی کرنے کا حکم دیا کہ حکومت صلح حدیبیہ کے قیام کی وجہ سے وہ تمام اخراجات اُسے واپس کرے جو اس نے اپنی بیوی کے مہر میں، جو اسلام کے جدید قانون کے تحت مطلقہ ہو کر اس پر حرام ہو گئی ہے، برداشت کیے ہیں اللہ تعالیٰ اس باہمی رضامندی کے متعلق فرماتا ہے: واتوھم ما انفقوا ط ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن ط [2] (ترجمہ: اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر دو اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہ ہوگا جب کہ تم ان کے مہران کو دے دو)

---

[1] الممتحنہ، ۱۰ [2] الممتحنہ، ۱۰

اور جدید قانون کے ضمن میں جو سورہ ممتحنہ میں بیان ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر ہر اس بیوی کو حرام قرار دے دیا ہے جو اپنے شرک پر قائم ہے جس طرح اس نے کسی بھی مشرکہ عورت سے شادی کرنے کو حرام قرار دیا ہے فرماتا ہے۔ ولاتمسکوا بعقم الکوافر[1] (ترجمہ: اور تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو)

قریش عورتوں کے واپس نہ کرنے پر کیسے رضامند ہوئے

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اس نئے قانون کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم کے دونوں بھائیوں عمارہ اور ولید کو اس جدید ضابطے کی اطلاع دی اور صلح حدیبیہ میں شامل مشرکین کی بیویوں کو عوضانہ دینے کے بارے میں جو حکم نازل ہوا اس کے متعلق بھی بتایا وہ دونوں مکہ گئے اور قریش کو اس بات کی اطلاع دی انہوں نے اس برابری کو قبول کر لیا اور اس حکم سے راضی ہو جانے کے بعد وہ عورتوں کی واپسی کے مطالبہ سے دست بردار ہو گئے۔

اُم کلثوم کے قصہ پر ابھی تھوڑے ہفتے ہی گزرے تھے کہ خود قریش رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتانے آئے کہ وہ قریشی بچیوں کی واپسی کی اس شرط سے بھی دست بردار ہوتے ہیں جو معاہدہ میں شامل تھی۔

یہ عیص میں کمزور قریشی مسلمانوں کی مسلح کارروائیوں کا پھیلا ہوا اثر تھا، اس کے بعد اہل مکہ کی طرف ان کے مردوں اور عورتوں کو واپس نہ کرنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ملزم نہیں بن سکتے تھے اور اُم کلثوم (جس کی وجہ سے یہ قانون نازل ہوا) ابھی تک شادی شدہ نہ تھی لیکن یہ قانون عام تھا اور کئی

---

[1] الممتحنہ ۱۰

ہوں جہاں جاکر میں رہا کرتی تھی جب وہ شخص جو میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا واپس لوٹ گیا تو میں نکل کر ایک راستہ پر پہنچی کیا دیکھتی ہوں کہ خزاعہ قبیلہ کا ایک آدمی سامنے کھڑا ہے اس نے مجھ سے دریافت کیا تو کہاں جانا چاہتی ہے؟ میں نے جواب دیا مجھے کوئی اپنی ضرورت ہے تو کیوں پوچھتا ہے اور تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں خزاعہ قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوں جب اس نے خزاعہ کا ذکر کیا تو مجھے تسلی ہوئی کیونکہ خزاعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ میں شامل تھا، میں نے کہا میں ایک قریشی عورت ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتی ہوں اور مجھے راستے کا کوئی پتہ نہیں اس نے جواب دیا ہم شب و روز ان راستوں پر چلنے والے ہیں اور ان سے خوب آگاہ ہیں، میں مدینہ تک تمہارا ساتھ دوں گا، پھر وہ اپنے اُونٹ کو میرے پاس لایا اور میں اس پر سوار ہوگئی اور وہ میرے اُونٹ کو چلاتا تھا۔ خدا کی قسم اس نے مجھ سے ایک بات تک نہ کی، جب وہ اُونٹ کو بٹھاتا تو مجھ سے دُور ہٹ جاتا اور جب میں اُونٹ سے اُتر جاتی تو وہ اُونٹ کے پاس آکر اُسے درخت کے ساتھ باندھ دیتا اور مجھ سے پرے ہٹ جاتا۔ یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی تو اُونٹ کو چارہ کھلائے بغیر اُسے اپنے قریب کر لیتا اور مجھ سے پیٹھ پھیر لیتا اور جب میں اس پر سوار ہو جاتی تو وہ اُس کی مہار پکڑ لیتا اور اترنے تک پیچھے کی طرف متوجہ نہ ہوتا ہم اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ مدینہ آگئے، اللہ تعالیٰ اس ساتھی کو جزائے خیر دے، ام کلثوم کہا کرتی تھی کہ خزاعہ کیا ہی اچھا قبیلہ ہے اس کے بعد میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس گئی اور میں نقاب اوڑھے ہوئے تھی آپ نے مجھے نقاب اتارنے تک بالکل نہ پہچانا وہ مجھ سے چمٹ گئیں اور فرمانے لگیں کیا تو نے خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کی ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں، لیکن مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مشرکین کی طرف واپس لوٹا دیں گے جیسے انہوں نے میری طرح

آنے والے مردوں ابوجندل اور ابوبصیر کو واپس لوٹا دیا ہے اور اے اُم سلمہ، مردوں کا حال عورتوں جیسا نہیں ہوتا، لوگ مجھے تلاش کر رہے ہوں گے اور مجھے ان سے جدا ہوئے آٹھ دن ہو چکے ہیں، جس قدر میں مفقود الخبر ہوتی گئی ہوں گی اسی قدر وہ میری تلاش کر رہے ہوں گے یہاں تک کہ وہ مجھے پالیں گے، واقدی کہتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم سلمہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپؐ کو اُم کلثوم کے حالات بتائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے خوش آمدید کہا اُم کلثوم نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ میں اپنے دین کو لے کر آپؐ کے پاس بھاگ کر آئی ہوں میری حفاظت کیجیے اور مجھے ان کی طرف واپس نہ لوٹائیے وہ مجھے فتنہ میں ڈالیں گے اور اذیت دیں گے اور مجھ سے اذیت پر صبر نہیں ہو سکتا، میں ایک عورت ہوں اور عورتوں کی کمزوری سے آپ واقف ہیں، میں نے آپ کو دو آدمیوں (ابوجندل اور ابوبصیر) کو مشرکین کی طرف واپس کرتے دیکھا ہے یہاں تک کہ ایک تو ان سے محفوظ ہو گیا ہے اور میں ایک عورت ہوں۔

مشرکین کی طرف سے اُم کلثوم کی واپسی کا مطالبہ

جب اُم کلثوم مکہ سے پوشیدہ طور پر نکلی اور اس کے اہل کو پتہ چلا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر گئی ہے تو انھوں نے اُسے واپس لانے کے لیے اس کے دو بھائیوں ولید اور عمارہ بن عقبہ کو بھیجا تاکہ صلح حدیبیہ کی شرائط کی تنفیذ ہو سکے، اگر قرآن پاک کا نیا قانون نازل نہ ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اُم کلثوم کو اس کے اہل کے پاس واپس بھجوانے کا عزم کیے ہوئے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا گیا کہ معاہدہ کے بموجب مردوں کو ان کے اہل کی طرف واپس کرنا ضروری ہے مگر مومن مستورات کو مطلقاً واپس کرنا جائز نہیں خصوصاً ان مستورات کو جن کی واپسی کا قریش مطالبہ کرتے ہیں تاکہ

غزوہ موتہ کے بعد اور فتح مکہ سے قبل، اسلامی فوج نے جو عسکری کاروائیاں کیں، ان میں وہ سریہ بھی ہے جس کی قیادت حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے بحر احمر کے ساحل پر دیار جہنیہ تک کی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہؓ بن الجراح کو بلا کر تین سو انصار و مہاجرین کے دستہ کی قیادت عطا کی ان میں حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی شامل تھے آپ نے ابو عبیدہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے سریہ کو لے کر جہنیہ پر حملہ کریں جو ابھی تک بت پرستی پر قائم تھا، ان کے حملہ کی منازل مدینہ سے پانچ راتوں کے فاصلہ کے بعد شروع ہوتی تھیں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سریہ کے تمام آدمی پیادہ تھے اور ان کے پاس گھوڑے یا ہتھیاروں کو لے جانے کے لیے چند اونٹوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا، جن پر انھوں نے اپنا زادراہ لادا ہوا تھا۔[2]

---

[1] خبط پہلے اور دوسرے حرف کی زبر کے ساتھ ہے قاموس المحیط میں ہے کہ درخت کے پتوں کو سوٹی سے جھاڑ کر خشک کر کے پیس لیا جاتا ہے اور آٹے وغیرہ میں ملا دیا جاتا ہے اور پانی سے گوندھ لیا جاتا ہے اس سریہ کا نام سریہ خبط اس لیے رکھا گیا ہے کہ فوج کو بھوک کی تکلیف ہوئی تو وہ خبط کے پتے کھانے لگی۔ [2] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۷۴

جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی مؤرخ نے بیان نہیں کیا کہ ابو عبیدہؓ کا سریہ قبیلہ جہینہ کے خلاف کسی جنگ میں شامل ہوا ہو ہاں مؤرخین کے سیاق کلام سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ اپنے آدمیوں کے ساتھ دیار جہینہ تک پہنچے، جہاں بحر قلزم کے ساحلی علاقوں میں گھوم پھر کر آپ نے حالات کا جائزہ لیا یہ علاقے جہینہ کے تابع تھے، مورخین بیان کرتے ہیں کہ منازل جہینہ تک پہنچنے سے قبل ہی سریہ مذکورہ کا زادِ راہ ختم ہوگیا یہاں تک کہ انہوں نے فاقہ کشی سے تنگ آکر خبط کے پتے کھائے، جس کے باعث اس کا نام سریہ خبط رکھا گیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ انہوں نے خبط کو کھایا اور وہ ان دنوں گچھوں کی صورت میں تھا حتےٰ کہ ان میں سے بعض کی باچھیں اونٹ کے ہونٹ کی مانند ہوگئیں راوی کہتے ہیں ہم وہاں کچھ عرصہ ٹھہرے یہاں تک کہ لشکر میں موجود ایک آدمی نے کہا کہ اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوتا تو جو تکلیف ہمیں پہنچی تھی اس کے باعث ہم ہل بھی نہ سکتے [1]

ایک انصاری کی سخاوت

اس غزوہ میں اسلامی فوج بھوک کے باعث ہلاک ہونے کے قریب ہوگئی تھی تو ایک انصاری کی سخاوت کا شہرہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اصحاب کے ذکر کو اپنے اس قول کے ذریعے دوام بخشا ہے (ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ) اس فوج میں خزرج کا سردار قیس بن سعد بن عبادہ بھی شامل تھا جو جاہلیت اور اسلام میں اپنی سخاوت کی وجہ سے مشہور تھا جب قیس بن سعد نے (جو ایک بے مال نوجوان تھا) بھوک کے باعث سریہ کے

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۷۵

جوانوں کی حالتِ زار کو دیکھا تو وہ ایک بدو کے پاس گیا جو جہینہ کے ایک چھوٹے سے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اور اُسے کہا کہ وہ دشمنی چھوڑ کر مسلمانوں سے صلح کر لے اور میرے پاس کچھ اُونٹ فروخت کر دے تاکہ میں انہیں فوج کے لیے ذبح کر دوں اور میں ان اونٹوں کی قیمت مدینہ میں جا کر کھجوروں کی صورت میں دوں گا، جہنیہ قبیلے کے آدمی نے قیس بن سعد سے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم ہوں، جہنیہ قبیلے کے آدمی نے کہا تو نے مجھے اپنے نسب کے متعلق نہیں بتایا مگر اہل یثرب کے سردار سعد کے ساتھ میری دوستی ہے قیس نے اس سے پانچ اونٹ خریدے، بدو نے تمام اونٹوں کی قیمت دو وسق (بارہ من) آل دلیم کی خشک کھجوریں لگائی، قیس نے کہا بہت اچھا، جہنیہ قبیلہ کے آدمی نے کہا مجھے گواہ دو تو انصار کی ایک جماعت نے جن کے ساتھ مہاجرین کی ایک جماعت بھی تھی آپ کی گواہی دی قیس نے کہا، کیا وہ شخص گواہی دے جس کو تو پسند کرتا ہے، گواہی دینے والوں میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے حضرت عمرؓ نے کہا، میں گواہی نہیں دوں گا یہ شخص خالی ہاتھ ہے اس کے پاس کوئی مال نہیں، مال تو اس کے باپ کا ہے تو جہنیہ قبیلے کے آدمی نے کہا خدا کی قسم سعد اپنے بیٹے کے ساتھ چند وسق کھجوروں کی وجہ سے عہد شکنی نہیں کر سکتا اور میں اس کے خوب صورت چہرے اور اچھے کاموں کو دیکھ رہا ہوں تو قیس نے تین اونٹوں کو پکڑ کر تین جگہوں پہ ذبح کر دیا، جب چوتھا دن آیا تو اس کے امیر نے اُسے روک دیا اور کہا، کیا تو اپنے عہد کو توڑنا چاہتا ہے اور تیرے پاس کوئی مال بھی نہیں ہے؟ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ آئندہ اُونٹ ذبح نہ کرنا، قیس نے جواب دیا اے ابوعبیدہ! کیا آپ ابوثابت (سعد بن عبادہ کی کنیت ہے) کو جانتے ہیں وہ لوگوں کے قرضے ادا کرتا ہے اور بوجھ برداشت کرتا ہے اور بھوک میں کھانا کھلاتا ہے وہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لیے

چند وسق کھجوریں نہ دے گا، قریب تھا کہ ابو عبیدہ اس سے نرمی اختیار کرتے اور اُسے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کہنے لگے اسے قسم دیجیے اُنہوں نے اُسے قسم دی اور اُسے اونٹ ذبح کرنے سے روک دیا اس کے پاس دو اونٹ باقی رہ گئے انہی پر قیس سوار ہو کر مدینہ لے آیا، صحابہ ان پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ جب سعدؓ کو پتہ چلا کہ لوگوں کو وہاں اس طرح بھوک کا سامنا کرنا پڑا ہے تو اس نے کہا اگر قیس وہاں ہوتا تو ضرور لوگوں کے لیے اُونٹ ذبح کرتا جب قیس آیا اور اس کی سعد سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا، بھوک کی تکلیف میں تو نے لوگوں کے لیے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا میں نے اُونٹ ذبح کیے سعد نے کہا تو نے ٹھیک کیا، سعد نے کہا پھر تو نے کیا کیا؟ قیس نے جواب دیا مجھے ایسا کرنے سے روک دیا گیا، سعد نے کہا تجھے کس نے روکا؟ اس نے جواب دیا میرے امیر ابو عبیدہ بن الجراح نے، سعد نے کہا کیوں؟ قیس نے جواب دیا اس نے خیال کیا کہ میرے پاس تو کوئی مال نہیں، مال تو میرے باپ کا ہے میں نے کہا کہ میرا باپ دُور والوں کا قرض ادا کرتا ہے، بوجھ اُٹھاتا ہے، بھوک میں کھانا کھلاتا ہے میرے لیے وہ یہ کبھی نہ کرے گا، سعد نے کہا، میں تجھے چار باغ دیتا ہوں قیس کہتا ہے کہ سعد نے اس کے لیے ایک تحریر لکھی اور سعد وہ تحریر لے کر ابو عبیدہ کے پاس گواہی کے لیے آیا تو انہوں نے گواہی دی اور وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو انہوں نے گواہی دینے سے انکار کر دیا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ ان باغات میں سے سب سے کمتر باغ پچاس وسق کھجوریں دیتا تھا، بدو، قیس کے ساتھ آیا تو سعد نے اس کے وسق اُسے پورے کر دیے اور اسے سواری کے لیے اُونٹ اور لباس دیا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیس کی کاروائی کا علم ہوا تو فرمایا قیس ایک سخی گھرانے کا فرد ہے۔

سریۂ خبط میں ایک عظیم مچھلی کا قصہ

ابو عبیدہ کی فوج میں شامل ہونے والے بعض صحابہ نے بیان کیا ہے کہ جب وہ بھوک سے لاچار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک چھوٹے پہاڑ جتنی مچھلی نکالی فوج نے اُسے کھانا شروع کر دیا، حضرت عبادہ بن الصامت کہتے ہیں کہ ہم اُسے بیس راتوں تک کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے اور ترو تازہ ہو گئے۔

اصحاب سیر و مغازی نے بیان کیا ہے کہ یہ مچھلی اس قدر بڑی تھی کہ پانچ صحابی اس کی ایک آنکھ میں داخل ہو کر سما جاتے تھے اور پانچ آدمی اس کے حلق میں کھڑے ہو کر بیلچوں کے ساتھ چربی اتارتے تھے، بعض نے اس مچھلی کا نام عنبر بیان کیا ہے۔

اصحاب سیر کا بیان ہے کہ امیر جیش حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ اس عظیم مچھلی کی ایک پسلی کو نصب کیا جائے جب اُسے نصب کیا گیا تو اُس کے نیچے سے فوج کا سب سے طویل آدمی قیس بن سعد بن عبادہ، سب سے طویل ترین اُونٹ پہ سوار ہو کر گذر گیا اور اس نے اپنا سر بھی نہ جھکایا، اس غزوہ میں حاضر ہونے والے بعض آدمیوں نے بیان کیا کہ ہم اس مچھلی کی آنکھوں سے لکڑیوں کے ساتھ چربی اتارتے تھے [۱]

جب ابو عبیدہ اپنے سریہ کے ساتھ واپس آئے تو انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مچھلی اور اس میں سے کھانے کی اطلاع دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۲-۳۳، سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۵، مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۷۷۴، امتاع الاسماع صفحہ ۳۵۵، طبقات ابن سعد الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲

اس مچھلی اور اس میں سے کھانے کی اطلاع دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس رزق کو خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا ہے اُسے کھاؤ۔ پھر دریافت فرمایا کیا اس مچھلی میں سے تمہارے پاس کچھ ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ مچھلی تھی تو بعض لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس سے کچھ بھجوایا جسے آپ نے تناول فرمایا۔[1]

ماہ شعبان ۸ھ میں خضرہ نجد کی طرف ابو قتادہؓ کا سریہ

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے غطفان کے قبائل اسلام کے دشمن تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعلقہ خضرہ کی طرف چودہ افراد پر مشتمل ایک جنگی گشتی دستہ بھجوایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ ان پر حملہ کریں اس گشتی دستے کا لیڈر ابو قتادہ انصاری تھا۔[2]

ابن ابی حدرد اسلمی کا بیان ہے کہ ہم چودہ آدمی تھے ابو قتادہ ہمارے امیر تھے، ہمیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غطفان کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا رات کو چلنا اور دن کو چھپ جانا، حملہ کرنا، مگر عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا، ہم نکلے یہاں تک کہ غطفان کے قریب پہنچ گئے۔

ابو قتادہؓ نے ہمارے سامنے تقریر کی اور ہمیں تقویٰ اللہ کی وصیت کی اور تمام آدمیوں کو جوڑا جوڑا بنا دیا اور کہا کوئی آدمی قتل ہونے تک اپنے ساتھی کو نہ چھوڑے یا میرے پاس آ کر اس کی اطلاع دے اور میرے پاس کوئی ایسا آدمی نہ آئے کہ میں اس سے اس کے ساتھی کے متعلق دریافت کروں تو وہ کہے کہ

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۳

[2] ابو قتادہ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے۔

مجھے اس کا کوئی علم نہیں ، اور جب میں تکبیر کہوں تو تم بھی تکبیر کہو اور جب میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ کرو اور تلاش میں مبالغہ نہ کرو ، پس ہم نے ان کے ایک بڑے قبیلے پر حملہ کر کے اس کا گھیراؤ کر لیا تو میں نے ایک آدمی کو چلاتے سُنا اے خضرہ (ہم ان پر رات کو حملہ آور ہوئے تھے) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے تلوار سونتی تو ہم نے بھی تلواریں سونت لیں اس نے تکبیر کہی تو ہم نے اس کے ساتھ تکبیر کہی ، ہم نے قبیلے سے سختی کی تو ان میں سے کچھ آدمیوں نے لڑائی کی۔ اچانک میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طویل آدمی تلوار سونتے اُلٹے قدم پیچھے چل رہا ہے اور کہہ رہا ہے اے مسلم کیا تو جنت کو جانا چاہتا ہے میں اس کے پیچھے پیچھے چلا تو اس نے مجھے کہا تمہارا نبی بڑا مدبر ہے اور اس کی بات ہی اصل بات ہے وہ ہم سے مذاق کرتے ہوئے جنت جنت کہہ رہا تھا مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ سامنے آنے والا ہے ، میں اُس کے پیچھے لگ گیا تو میرے ساتھی نے مجھے آواز دی کہ دُور نہ جانا ہمارے امیر نے ہمیں تلاش میں مبالغہ کرنے سے منع کیا ہے ، میں نے اس کی گدی کے وسط میں تیر مارا پھر اس نے کہا اے مسلم جنت کے قریب ہو جا تو میں نے اُسے تیر مار مار کر ہلاک کر دیا پھر وہ مُردہ ہو کر گر پڑا تو میں نے اس کی تلوار لے لی اور میرا دوست مجھے آواز دے کر کہنے لگا تو کہاں جا رہا ہے؟ خدا کی قسم اگر میں ابو قتادہ کے پاس گیا اور اس نے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں اسے سب بات بتاؤں گا ، راوی کہتا ہے کہ میں اُسے ابو قتادہ سے قبل ملا تو میں نے کہا کیا امیر نے میرے متعلق پوچھا ہے ؟ اس نے جواب دیا : ہاں ! اور امیر ہم دونوں پر ناراض ہوا ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ انہوں نے غنائم کو اکٹھا کر لیا ہے اور ان کے سردار کو قتل کر دیا ہے ، پس میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس نے مجھے ملامت کی میں نے عرض کیا کہ میں نے اس قسم کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے اور میں نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو اس کا سارا حال سُنایا پھر ہم نے اُونٹ ہانکے اور عورتوں کو

سوار کرایا جب کہ تلواروں کے نیام پالانوں سے لٹکے ہوئے تھے ابن ابی حدرد راوی ہے کہ حصے میں ہرنی کی مانند ایک خوب صورت لڑکی آئی [1] وہ پیچھے کی طرف بہت التفات کرتی تھی میں نے اس سے پوچھا تو کیا دیکھتی ہے؟ اس نے جواب دیا خدا کی قسم میں ایک آدمی کو دیکھ رہی ہوں اگر وہ زندہ ہوا تو وہ ہمیں تم سے ضرور چھڑائے گا، تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ وہی شخص ہے جسے میں نے قتل کیا ہے، میں نے اُسے کہا، خدا کی قسم میں نے اُسے قتل کر دیا ہے اور یہ تلوار جو نیام سمیت پالان کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اُسی کی ہے، اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو خدا کی قسم یہ نیام اُسی کی تلوار کا ہے اور اُسے سونگھا۔

راوی کہتا ہے کہ اس نے سونگھ کر اُسے بند کر دیا اور مایوس ہو کر رونے لگی، ابن ابی حدرد بیان کرتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ اور بکریاں لے کر آئے۔

ابو قتادہؓ کی گشتی پارٹی نے اس حملہ میں دو سو اونٹ [2] اور ایک ہزار بکریاں غنیمت میں حاصل کیں اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کے بعد یہ چھوٹی سی مسلح گشتی پارٹی مسلسل پندرہ [3] دن تک غائب رہنے کے بعد مدینہ واپس آ گئی۔

اسلام کی قوت پذیری اور اس کے دشمنوں کا زوال یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو دہ مسلمانوں نے غطفان کے علاقے کے قلب میں حملہ کیا جس کے اسلام دشمن جنگباز

---

[1] قیدیوں اور جنگی غلاموں کے متعلق اسلام کے نقطہ نگاہ کی تفاصیل ہماری کتاب "غزوہ بنی قریظہ"

[2] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۷۸ [3] طبقات ابن سعد الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۳

کی تعداد کئی لاکھ تھی، اس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ہیبتِ اسلام اور مسلمانوں کی حربی قوت کے رُعب نے مشرکوں کو دل برداشتہ کر دیا تھا اور وہ مسلمانوں کی چھوٹی سی گشتی پارٹی کے بھی پیچھے نہیں پڑتے تھے جیسے کہ ابوقتادہؓ کی چھوٹی سی پارٹی نے دیارِ غطفان کے قلب میں جا کر بغیر کسی مقابلہ کے انہیں روند ڈالا حالانکہ اس کے آدمی چودہ سے زیادہ نہ تھے دیارِ غطفان میں ابوقتادہ اور اس کی گشتی پارٹی کے قیام اور اس کی حربی قوت کا اندازہ لگانے کی مدت، نبض کے چھونے کے برابر تھی حالانکہ جاہلیت میں دیارِ غطفان کو قوت و طاقت اور اس کے جنگ بازوں کی وجہ سے شیر کی کچھار کہا جاتا تھا، دیارِ غطفان سب سے بڑی حربی قوت تھی اور مسلمان مشرقی جانب سے خائف رہا کرتے تھے مگر اب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ قبائل ضعف اور کمزوری کا شکار ہو چکے ہیں۔

یہ قبائل جن کی فوجیں غزوۂ احزاب (۴ھ) میں مدینہ کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے لگی تھیں وہ صحرائے نجد میں اپنے دفاع کی قدرت بھی نہیں رکھ سکیں گے بجائے یہ کہ وہ پہلے کی طرح مدینہ سے جنگ کرنے کا سوچیں۔

فصل دوم

- فتح مکہ کے اسباب۔
- قریش کا معاہدہ صلح حدیبیہ کو توڑنا۔
- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مظلوم حلفاء خزاعہ۔
- بنو بکر اور قریش کا صلح حدیبیہ کو غنیمت سمجھنا اور اس کے تحت خزاعہ کو خیانت سے قتل کرنا۔
- خزاعہ کا اپنے حلیف رسول ؐ سے قریش کے خلاف مدد طلب کرنا۔
- خزاعہ کے ساتھ خیانت کرنے میں شریک ہونے کی وجہ سے قریش کو شدید قلق کا شعور ہونا۔
- ابوسفیان کا مدینہ میں قریش کی خرابیوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور شکستہ صلح کی تجدید کا مطالبہ کرنا۔
- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوسفیان کے ساتھ مذاکرات سے انکار کرنا۔
- ابوسفیان کا اپنی مہم میں ناکام ہوکر مکہ واپس آنا۔
- جنگ سے بچنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خزاعہ کے مقتولوں کی دیت طلب کرنا اور قریش کا ادائیگی سے انکار کرنا۔
- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خزاعی حلیفوں کے مدد طلب کرنے پر مکہ پر چڑھائی کا فیصلہ کرنا۔

صلح حدیبیہ کا تاریخی واقعہ مسلمانوں کے نقطہ نگاہ سے جو مقاصد رکھتا تھا وہ یہ تھے کہ تمام منطقہ حجاز میں امن وامان کا دور دورہ ہو اور علاقہ کے تمام مسلمانوں اور مشرکوں کو کامل آزادی سے سرفراز کیا جائے تاکہ وہ ایک دوسرے سے باہم مل جل کر رہیں، اس آزادی کے سایہ میں، عام مشرکین کو اسلام کی حقیقت سے تعارف پیدا کرنے کا موقع مل جائے گا اور یہ وہی حقیقت ہے جسے شرک اور بت پرستی کے لیڈروں نے علاقہ میں اس لیے بگاڑ کر پیش کیا تھا کہ عام لوگوں کو اسلام سے متنفر کر دیا جائے جو واقعتہً اس علاقہ میں اور خصوصاً مکہ میں، بت پرستی کے لیڈروں کے اقتدار کے لیے عظیم خطرہ پیدا کر رہا تھا۔

صلح حدیبیہ (جو بظاہر قریش کی سیاسی فتح نظر آتی ہے) قریشی سرداروں کی ناپسندیدگی کے باوجود طے پا گئی اور انہیں قریب الوقوع جنگ کے بدل کے طور پر اسے مضبوط کرنے کی طرف مجبور ہونا پڑا نیز قریش، مسلمانوں سے اپنے عددی تفوق کے علی الرغم جنگ سے خائف تھے جب کہ مسلمان مکہ کے قریب حدیبیہ میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔

بنو بکر کنانی کے دونوں قبیلے اور خزاعہ یمانی کا قبیلہ، حرم کے ان باشندوں میں سے جو حرم کو گھیرے ہوئے تھے اور علاقے میں مختلف سطحوں پہ بڑے اثر ورسوخ کے مالک تھے اور دونوں کے درمیان خونریز مخالفت پائی جاتی تھی جس کا باقی رہنا منطقہ کے امن کے لیے دعوتِ غور وفکر دے رہا تھا اور یہ مخالفت صلح حدیبیہ کو غیر مکمل بنا رہی تھی جس سے صلح کے مقاصد پورے نہیں ہوئے تھے (ہمہ گیر صلح کے مقاصد، جن کی وجہ سے یہ صلح پختہ ہوئی) مذاکرات کرنے والے دونوں فریقوں (مسلمانوں اور مشرکوں) نے اس بات پہ اتفاق کیا کردہ دونوں قبیلوں (بنو بکر اور بنو خزاعہ) کے سرداروں سے استدعا کریں کردہ

بھی حدیبیہ کے میدان میں جہاں دو بڑے فریقوں (مسلمانوں اور قریش) کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے وہ بھی شرائط صلح تیار کریں تاکہ یہ دونوں قبیلے بھی دس سال تک جنگ کو روکنے کے لیے بالالتزام اس میں شامل ہوں، اس صلح میں ان کا مقام بھی مسلمانوں اور قریش جیسا ہوگا۔

خزاعہ کا مسلمانوں اور بنو بکر کا قریش کے ساتھ شامل ہونا

حدیبیہ میں خزاعہ اور

بنو بکر کے لیڈروں کی موجودگی میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا کہ وہ دس سال کے عرصہ تک جنگ کو روکیں گے اور صلح پر قائم رہیں گے، پھر دونوں بڑے فریقوں (مسلمانوں اور قریش) نے خزاعہ اور بنو بکر کے لیڈروں کو کامل آزادی دی کہ وہ دونوں بڑے فریقوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں مل کر اس معاہدہ میں شامل ہو جائیں اور وہ جس فریق کے حلیف بن کر اس معاہدہ میں شامل ہوں گے اس فریق کے نفع نقصان میں شامل ہوں گے اور مسلمانوں اور قریش کی طرح صلح کی شرائط پر عمل کرنے کے پابند ہوں گے اس اختیار ملنے کے نتیجے میں خزاعہ نے اعلان کیا کہ اس قبیلے کے مسلمان اور کافر سب کے سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ میں داخل ہوں گے، دوسری جانب سے بنو بکر نے اعلان کیا کہ وہ قریش کے معاہدہ میں داخل ہوں گے اور معاہدہ صلح حدیبیہ کی رجسٹریشن مکمل ہو گئی[1]، اس طرح بنو خزاعہ، مسلمانوں کے اور بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے اور دونوں قبیلوں میں سے کسی ایک قبیلے کا دوسرے پر زیادتی کرنا معاہدہ صلح کو توڑنا اور خیانت کرنا متصور ہوگا اور اس کی ذمہ داری اس فریق پر ہوگی جس کا یہ دونوں قبیلوں میں سے حلیف ہوگا۔ واضح الفاظ میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ شرائط صلح کی صراحت کے مطابق، معاہدہ صلح کی کسی شرط کو اگر بنو بکر بن کنانہ

---

[1] ہماری پانچویں کتاب صلح حدیبیہ میں، صلح حدیبیہ کی شرائط دیکھیے۔

توڑیں گے تو قریش اس کی ذمہ داری قبول کریں گے اور اگر بنو خزاعہ توڑیں گے تو مسلمان اس کی ذمہ داری قبول کریں گے۔

مسلمانوں کا پاس عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اپنی طبائع اور اخلاق کے مطابق اس عہد کو جو انہوں نے معاہدہ حدیبیہ میں کیا تھا پورا کرنے کے نہایت ہی خواہش مند تھے اور اس پر اسلامی اخلاق عالیہ کے مطابق دل وجان سے عمل کرنا چاہتے تھے، کیونکہ سچے مسلم کا جوہر اخلاق، دشمنوں اور دوستوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں ایک جیسا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) "وأوفوا بعهد الله إذا عاهدتم ولا تنقضوا الأيمان بعد توكيدها وقد جعلتم الله عليكم[۱] (ترجمہ: اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم اس کو اپنے ذمہ کر لو اور قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے مت توڑو اور تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو۔)

(۲) إلا الذين عاهدتم من المشركين ثم لم ينقصوكم شيئا ولم يظاهروا عليكم أحدا فأتموا إليهم عهدهم إلى مدتهم إن الله يحب المتقين[۲] (ترجمہ: ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے عہد لیا، پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی سو ان کے معاہدہ کو ان کی مدت تک پورا کرو، واقعی اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے)

(۳) وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا[۳] (ترجمہ: اور وعدہ پورا کرو بے شک عہد کی بازپرس ہونے والی ہے)

---

[۱] النحل، ۹۰ [۲] التوبہ، ۴ [۳] الاسراء، ۳۰

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو پاس عہد کی عملی دلیل دی۔ ابوجندلؓ کو واپس کر دیا۔ اس وقت تک صلح حدیبیہ کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی۔

ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاہدہ صلح کی تنفیذ کرتے ہوئے دیکھا کہ کس طرح آپ نے مسلمان نوجوان ابوجندل کو اس کے مشرک باپ کے سپرد کر دیا جب وہ مسلم نوجوان مسلمانوں کے پاس اپنے دین کے ساتھ بھاگ کر آیا تھا[1] اسی طرح ہم اس کتاب کے گزشتہ صفحات پڑھ آئے ہیں کہ کس طرح آپؐ نے ابوبصیر کو مشرکین کے سپرد کر دیا اور جب وہ مسلمان ہو کر اپنے دین کے ساتھ بھاگ کر مدینہ پناہ لینے آیا تو آپ نے اُسے واپس لوٹا دیا اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جب ابوبصیر اپنے دونوں محافظوں سے نجات پاکر مدینہ میں اقامت اختیار کرنے کے لیے آیا تو آپ نے اُسے اس کی اجازت نہ دی، اس لیے کہ مدینے میں اس کو قبول کر لینا معاہدہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی متصور ہوتا تھا۔

قریش کی عہد شکنی اور ان سے مسلمانوں کی جنگ

جب مسلمانوں نے مشرکین سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا اور معاہدہ پہ نصاً اور روحاً عمل کیا۔ تو کیا قریش نے بھی معاہدہ حدیبیہ میں کیے ہوئے عہد کی پاسداری کی اور کیا قریش نے اس تاریخی عہد کا احترام کیا؟ ہرگز نہیں، قریش نے اس عہد کے باوجود بدترین قسم کی خیانت سے کام لیتے ہوئے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ اس بات نے صلح کو باطل کر دیا۔ قریش نے اپنے تصرف سے صلح کو توڑ دیا تو معاہدہ صلح حدیبیہ کو پورا کرنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مظلوم حلیفوں کا بدلہ لینے اور صلح حدیبیہ والے عہد کو پورا کرنے

---

[1] ابوجندل کا قصہ کی تفصیل ہمارے اس سلسلہ کی پانچویں کتاب صلح حدیبیہ میں دیکھیے۔

اور اپنے حلیف بنو بکر کے ساتھ خیانت اور عہد شکنی میں موافقت کرنے پر قریش کو تادیب کرنے اور مکہ کو ان کے ہاتھوں سے چھیننے کے لیے مجبوراً قریش سے برسرپیکار ہونا پڑا، اس خیانت اور عہد شکنی سے انہوں نے صلح حدیبیہ کے تحت پُر امن طور پر رہنے والے خزاعہ کے بیس سے زیادہ آدمی قتل کر دیے.........

جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے صلح حدیبیہ نے ایک طرف مسلمانوں اور خزاعہ اور دوسری طرف قریش اور بنو بکر کے درمیان دس سال کی مدت کے لیے جنگ کی حالت کو ختم کر دیا تھا، بنو خزاعہ اپنے مسلمان حلیفوں کی طرح عہد کے پابند تھے اس نے اس میں خلل اندازی کے متعلق کبھی سوچا بھی نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ خزاعہ کے مسلمان اور کافر، قریش اور ان کے حلیف بنو بکر سے اس صلح کی حُرمت کے تحت ملتے جُلتے رہتے تھے وہ کسی پر ظلم کرنے کے متعلق سوچ بھی نہ سکتے تھے اور نہ ہی یہ تصور کر سکتے تھے کہ کوئی بکری یا قریشی صلح کی موجودگی میں ان پر زیادتی کرے گا، یہی اندازِ فکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کا تھا۔

بنو خزاعہ حرم کے پڑوسی تھے اور مسلمانوں کے حلیف، وہ پاسداریٔ عہد کو گہری نظر سے اور معاہدہ حدیبیہ کی رُو سے دیکھتے تھے، اسی دوران میں قریش اور ان کے حلیف بنو بکر، صلح حدیبیہ کے تحت امور کو اُلٹے اور تاریک زاویے سے دیکھنے لگے، وہ دیکھتے تھے کہ صلح کی حالت قائم ہے جس سے مسلمان اور ان کے حلیف بنو خزاعہ، قریش اور ان کے حلیفوں سے امن میں ہیں اور ان سے لڑنے یا ان پر ظلم کرنے کے متعلق سوچتے تک بھی نہیں۔ جب کہ بنو بکر اس حالت کو ایک ایسا موقع خیال کرتے تھے جس میں ممکن ہے کہ وہ اس بات کو محقق کر دکھائیں جس کو وہ حربی محاذ آرائی میں ثابت نہیں کر سکے، بنو خزاعہ کو شکست نہیں دے سکے، بنو بکر ہمیشہ ہی جاہلی قبائلی لڑائیوں میں خزاعہ قبیلے پر غالب آنے سے عاجز آتے رہے۔

جب کبھی دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ ٹھن جاتی تو بنو بکر بیں خوب قتلام ہوتا ، چنانچہ بنو بکر نے خزاعہ سے بہت سے بدلے لینے تھے ، لیکن صلح حدیبیہ میں دونوں فریق شامل ہو گئے اور دونوں نے دس سال کی مدت تک جنگ نہ کرنے کی شرائط کی تنفیذ کا التزام کیا ، صلح حدیبیہ پر دستخط کرنے کے بعد یہی حالت رہی یہی وجہ تھی کہ خزاعہ ، امن پسندوں کی طرح مصروف کار رہے اور سفر و حضر میں جنگی احتیاطیں نہیں کرتے تھے اس دوران میں قبیلہ بنو بکر ، خزاعہ کے ساتھ جب کہ وہ صلح حدیبیہ کے تحت پُر امن طور پر رہ رہے تھے ، جنگ برپا کر کے اس سے خیانت کرنے کا جہنمی پروگرام وضع کر رہا تھا یہ پروگرام ان انتقامات کا حساب چکانے کے لیے بنایا جا رہا تھا جو بنو بکر نے خزاعہ سے لینے تھے انہوں نے اپنے قریشی حلیفوں کی مدد سے عملاً یہ قتلام شروع کر دیا ، نوفل بن معاویہ جو بنو بکر بن کنانہ کا سردار اور لیڈر تھا ، خزاعہ کی تاک میں تھا اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھا جس میں وہ ان پر اچانک حملہ کر دے اور بنو بکر کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچے ، جونہی بنو بکر اور ان کے حلیف قریش کو یہ موقع میسر آیا وہ اپنے جرم کے ارتکاب کے لیے تیار ہو گئے اور خیانت سے خزاعہ پر ایک جگہ ٹوٹ پڑے جس کو الوتیر کہا جاتا ہے یہاں صلح حدیبیہ میں کیے گئے معاہدہ کے مطابق بنو خزاعہ پُر امن طور پر رہ رہے تھے ۔

خیانت اور عہد شکنی کے جرم میں قریش کا اشتراک

مورخین نے بیان کیا ہے کہ نوفل بن معاویہ[1]

---

[1] نوفل بن معاویہ بن عروۃ النفاثی ثم البکری ثم الکنانی ، اصابہ میں ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوا اور اس نے ہجرت کے نویں سال حضرت ابو بکر کے ساتھ حج کیا یہ معمر لوگوں میں سے تھا ، جاہلیت اور اسلام میں (باقی صفحہ ۹۶ پر)

بکری نے قریش کے لیڈروں کو یہ بات پہنچائی کہ وہ موقع پاکر خزاعہ پہ حملہ کی نیت کیے ہوئے ہے اور وہ فریقین کے درمیان صلح کی موجودگی میں خزاعہ کے خلاف اپنے ارادہ کو پورا کرے گا اس لیے اس نے قریش سے مال اور آدمیوں کی مدد طلب کی تاکہ وہ اپنے عزم میں کامیاب ہو جائے، محدثین اور اصحاب سیر نے باوثوق طریق سے بیان کیا ہے کہ قریش کے سرداروں نے نوفل بن معاویہ کے اس خیال کو سراہا اور خزاعہ پہ حملہ کرنے کے لیے بنو بکر کو عملی طور پہ مال، ہتھیاروں اور آدمیوں سے مدد دی یہاں تک کہ انھوں نے خزاعہ پر شب خون مار کر اور تاریکی میں ان پہ حملہ کر کے اپنے بھیانک جرم کا ارتکاب کیا۔ انھوں نے خزاعہ کے آدمیوں پہ الوتیر میں حملہ کیا جب کہ وہ نیند کے مزے لے رہے تھے ان میں بڑا اقتلام ہوا اس لیے کہ وہ غیر مسلح تھے اور اچانک قابو میں آ گئے تھے، بنو بکر اور ان کے شریک کار قریشیوں نے سوئے ہوئے خزاعیوں کے قتل پہ ہی اکتفا نہ کیا بلکہ بچ جانے والوں پہ حملہ کر کے انہیں قتل کرنے لگے یہاں تک کہ وہ اس حرم میں داخل ہو گئے جس میں سب عرب خواہ کیسے ہی حالات، اسباب اور جوانہ ہوں، جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے۔ بنو بکر اور قریش نے یہ اقدام تو کر لیا مگر یہ

(بقیہ حاشیہ ص ۹۵) ساٹھ سال زندہ رہا اس کا باپ معاویہ اپنے قبیلے الدئل کا حرب فجار میں سردار تھا، نوفل مدینہ آیا اور وہیں فوت ہو گیا، بخاری، مسلم اور نسائی میں اس کی احادیث موجود ہیں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عراک بن مالک، عبد الرحمٰن بن مطیع، ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحرث نے روایت کیا ہے نوفل، یزید بن معاویہ کی خلافت میں فوت ہوا۔

لہ الوتیر واؤ کی زبر اور تاء کی زیر کے ساتھ، واصبدالاطلاع میں ہے کہ یہ مکہ کی ترائی میں خزاعہ کے پانی کی جگہ ہے بعض محدثین بسا اوقات اسے الوتین بھی کہہ دیتے ہیں۔

نہ سوچا کہ وقت گزر جانے کے بعد تمام لوگ ان پہ نفرین کریں گے اس خیانت کا حتمی نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار جانبازوں کے ساتھ مدینہ سے چلے اور ان کے ساتھ اپنے خزاعی حلیفوں کا بدلہ لینے کے لیے جن کے ساتھ فریقین کے درمیان صلح کی موجودگی کے باوجود میں خیانت کی گئی تھی) قریش کی بُت پرستانہ حکومت کو روندتے ہوئے مکہ میں فاتحانہ داخل ہو گئے۔

سرداران مکہ میں سے عہد شکنی میں اشتراک کرنے والے

قریشی سرداروں میں سے جن لوگوں نے معاہدہ حدیبیہ کے توڑنے میں بنو بکر کا ساتھ دیا اور الوتیر میں خزاعہ کے ساتھ خیانت کے جرم میں اپنے ہتھیاروں اور جانوں کے ساتھ شریک ہوئے ان کے نام یہ ہیں صفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو العامری (جس نے قریش کے نمائندے کی حیثیت میں صلح حدیبیہ کی تکمیل میں حصہ لیا تھا) عکرمہ بن ابو جہل، مکرز بن حفص اور حویطب بن عبدالعزیٰ یہ دونوں عامری ہیں (اسی طرح یہ دونوں حدیبیہ میں قریش کی طرف سے گفتگو کرنے والے وفد کے ممبر تھے۔ اور یہ ان لوگوں میں بھی شامل تھے جنہوں نے قریش کی طرف سے صلح پہ دستخط ثبت کیے تھے) مؤرخین باوثوق طریقہ سے بیان کرتے ہیں کہ خزاعہ کے ساتھ جو خیانت ہوئی اس میں ابوسفیان بن حرب جو بنو عبد شمس کا سردار اور قریشی فوجوں کا سالار عام تھا، کے سوا تمام قریشی سردار شامل تھے، اس سے کوئی مشورہ نہیں لیا گیا بعض کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس کو اپنی نیتوں سے آگاہ کر کے خیانت میں شمولیت کی استدعا کی تو اس نے انکار کیا اور انہیں اس کے انجام سے ڈرایا، لیکن وہ اپنے جرم کے منصوبے پہ چلتے ہوئے اس کے مرتکب ہو گئے اور اُنھوں نے قریش پہ جنگ مسلط کر دی جس نے ان کی حکومت کو ہمیشہ کے لیے تباہ کر دیا، یہ بات قابل ذکر ہے کہ کنانہ میں سے بنو مدلج[1]

[1] بنو مدلج کا نسب یہ ہے :- بنو مدلج ابن مرہ بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

اپنی قوم کے ساتھ خیانت اور عہد شکنی کے جرم میں شریک نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑنے کی تاریخ

واقدی بیان کرتا ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے بائیس ماہ بعد ماہِ شعبان آیا تو بنو نفاثہ نے جو بنی بکر میں سے تھے قریش کے اشراف سے بات کی۔ اور بنو مدلج نے علیحدگی اختیار کر لی اور انہوں نے عہد شکنی نہیں کی۔ کہ وہ ان کی اپنے خزاعی دشمنوں کے خلاف ہتھیاروں اور آدمیوں سے مدد کریں۔ انہوں نے ان کو ان کے مقتول بھی یاد دلائے جو خزاعہ کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور ان کو ان کی رشتہ داریاں بھی یاد دلائیں اور یہ بھی بتایا کہ وہ ان کے ساتھ معاہدے میں شامل ہیں اور خزاعہ اپنے عہد میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہیں، تو انہوں نے دیکھا کہ ابو سفیان کے سوا، تمام قوم اس بارے میں جلد کارروائی کرنے کی خواہاں ہے، ابو سفیان نے کوئی مشورہ نہیں دیا اور نہ اُسے علم تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اُسے یہ بات یاد دلائی تو اس نے انکار کر دیا تو بنو نفاثہ اور بنو بکر کہنے لگے یہ ہم ہی ہیں جنہوں نے تمہاری ہتھیاروں اور گھوڑوں اور جوانوں سے مدد کی تھی انہوں نے یہ بات پوشیدہ رکھی کہ کہیں خزاعہ کو پتہ نہ چل جائے، کیونکہ اس وقت وہ صلح کی حالت کی وجہ سے نیز اسلام نے ان کے درمیان جو روک ڈال ہوئی تھی اس کی وجہ سے غفلت میں تھے پھر قریش نے الوتیر اور ساتھ کی جگہوں کا تقرر کیا اور مقررہ میعاد پہ قریش کے بڑے بڑے آدمی بھیس بدل کر اور نقاب ڈال کر ان سے جا ملے اور یہ صفوان بن امیہ، مکرز بن حفص بن الاخیف اور حویطب بن عبدالعزیٰ تھے اور یہ اپنے ساتھ اپنے غلاموں کو بھی لائے تھے بنو بکر کا سردار نوفل بن معاویہ الدولی تھا، انہوں نے خزاعہ پہ شب خون

مارا جو اپنے دشمنوں سے مطمئن ہوکر غافل پڑے تھے اگر انہیں کوئی خدشہ ہوتا تو وہ تیار اور چوکس ہوتے یہ ان کا مسلسل قتلِ عام کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ان کو حرم کے اردگرد نصب کردہ پتھروں تک پہنچا دیا [1] حرم میں بے ہتھیار خزاعیوں کے پہنچنے کے برعکس بنو بکر کے سردار نوفل بن معاویہ نے انہیں حرم کے اندر قتل کرنے پر اصرار کیا۔

اور جب اس کی قوم کے بعض آدمیوں نے اُسے قتل سے اس لیے رُکنے کا مشورہ دیا کہ وہ اس حرم کے اندر ہے جس میں عرب قتل کو جائز نہیں سمجھتے تو اس نے اس جرم میں مزید آگے بڑھنے پر اصرار کیا اور جب اُسے اس کے بعض رفقاء نے کہا کہ ہم حرم میں داخل ہو چکے ہیں نوفل اپنے خدا سے ڈر، تو اس نے ایک عظیم کفریہ کلمہ کہا کہ

"آج میرا کوئی خدا نہیں" پھر اس نے اپنی قوم کو لگاتار موقع سے فائدہ اٹھانے کا حکم دیتے ہوئے کہا، اے بنو بکر اپنا بدلہ لے لو مجھے میری زندگی کی قسم، تم حرم میں حاجیوں کی چوری کیا کرتے ہو کیا تم اس میں اپنا بدلہ نہیں لے سکتے پھر اس نے خزاعہ کو لگاتار قتل کرنے کے شدید احکام صادر کرتے ہوئے بنی بکر سے کہا، تم میں سے کوئی آدمی آج کے بعد تک اپنے بدلہ کو مؤخر نہ کرے [2] پس بنو بکر نہتے خزاعیوں پہ مسلسل حملے کرتے، یہاں تک کہ انہیں مکہ تک لے آئے، اور خزاعہ نے بدیل بن ورقہ الخزاعی اور رافع، جو ان کا دوست تھا، کے گھروں میں طلوعِ فجر کے وقت پناہ لی اور قریش میں سے جو لوگ، نوفل کے آدمیوں کے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۲ ص ۷۸۳

[2] سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۳۲، مغازی الواقدی جلد ۲ ص ۷۸۳

ساتھ مل کر اس جرم میں شریک تھے وہ بھی خزاعیوں پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مکہ میں بدیل اور رافع کے گھروں میں داخل ہو گئے وہاں پر حملہ میں شمولیت کرنے والے قریشی سمٹ سمٹا کر اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو گئے ان کا خیال تھا کہ ان کے جنگ میں شامل ہونے کو کوئی آدمی بھی نہ جان سکے گا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان باتوں کا پتہ نہ چلے گا جو انہوں نے بنی بکر کے ساتھ مل کر خیانت اور نقض عہد کے متعلق کی ہیں۔

تاہم بنو بکر نے طلوع فجر کے بعد بھی مکہ کے اندر، خزاعہ پر اپنا حملہ جاری رکھا اور بدیل بن ورقاء اور رافع کے دروازوں پر، بغیر اس کے کہ قریش کا کوئی آدمی ان کی راہ میں حائل ہوا ہو، خزاعہ کے بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حملہ میں قریش، بنی بکر کے ساتھ متفق تھے ہاں قریش کے بعض افراد جب اس بات سے آگاہ ہوئے تو وہ اس خیانت کے انجام سے خوف زدہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ قریش اور ان کے حلیف بنی بکر نے جو کچھ کیا ہے دراصل اس عہد کو توڑنے کے لیے کیا ہے جو ان کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہوا تھا چنانچہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ نے سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابوجہل اور مکرز بن حفص اور حویطب بن عبدالعزیٰ کے پاس آ کر انہیں اس فعل پر جو بنی بکر نے ان کی مدد سے کیا تھا، ملامت کی اور انہیں یاد دلایا کہ ان کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مدت مقررہ تک ایک معاہدہ طے پایا ہوا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس سے مدت کی خلاف ورزی ہوئی ہے — مگر نوفل بن معاویہ اور اس کی قوم بنو بکر مکہ میں موجود خزاعیوں کو فنا کر دینے کا پختہ ارادہ کیے ہوئے تھے — ہاں سہیل بن عمرو اور صفوان بن اُمیہ اور ان کے قریشی ساتھی جو اس جرم میں ان کے ساتھ شریک تھے، حارث کی گفتگو سے متاثر ہوئے اور اپنے نقض عہد کے ساتھی نوفل بن معاویہ کے پاس گئے

اور اُسے خزاعیوں کے لگاتار قتلِ عام سے روکتے ہوئے کہا، ہم نے تیرے اور تیرے اصحاب کے ساتھ مل کر جو کچھ کیا ہے تو اُسے دیکھ چکا ہے اور جو قتلِ عام تو نے کیا ہے وہ بھی تیری نگاہوں کے سامنے ہے اب تو ان کے باقی ماندہ لوگوں کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے ہم تیری اس بات کو نہیں مانیں گے ان کو ہماری خاطر چھوڑ دے۔ اس نے جواب دیا بہت اچھا، اور اس نے قتلِ عام بند کرا دیا اور پھر اپنی قوم کے ساتھ مکہ[1] چھوڑ کر چلا گیا۔

اپنے کیے پر قریش کی ندامت ... لیکن

خزاعہ کے ساتھ خیانت کے ارتکاب کے بعد بنو بکر اور ان کے معاونین قریشی سرداروں کو جب یہ بات سمجھ آئی کہ انہوں نے جو کارروائی کی ہے اس سے معاہدہ حدیبیہ کی صریح خلاف ورزی ہوئی ہے تو انہیں ندامت اور خوف دامن گیر ہوا، خصوصاً ان لوگوں کو جنہوں نے قریش کی طرف سے صلح حدیبیہ کی دستاویز پہ دستخط کیے تھے (یعنی سہیل بن عمرو، مکرز بن حفص اور حویطب بن عبد العزیٰ) اور صلح حدیبیہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے خزاعہ کے ساتھ خیانت کرنے میں یہ بھی شریک تھے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ[3] ابوسفیان کے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۷۸۵-۷۸۴

[2] حارث بن ہشام کے حالاتِ زندگی ہماری کتاب صلح حدیبیہ میں دیکھیے۔

[3] عبداللہ بن ابی ربیعہ کے متعلق اصابہ میں ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس کا نام عمرو ہے بعض حذیفہ بھی کہتے ہیں، اس کا لقب ذوالرمحین ہے، ابن المغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم جاہلیت میں قریش کا ایک سردار تھا اور ابوجہل کا (باقی صفحہ ۱۰۲ پر)

پاس اس واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے گئے اور کہا کہ اِس معاملے کی اصلاح ضروری ہے خدا کی قسم اگر یہ معاملہ دُرست نہ ہوا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تمہیں خوف زدہ کر دیں گے جب ابوسفیان نے اس امر کی بڑائی کو دیکھا تو کہنے لگا خدا کی قسم یہ وہ امر ہے جس میں مَیں شامل نہیں اور نہ اس سے غائب ہوں اس کی ذمہ داری تو مجھ پہ ہی ڈالی جائے گی، خدا کی قسم جب مجھے اس امر کی اطلاع ہوئی تو نہ میں نے مشورہ دیا اور نہ اس کو پسند کیا، خدا کی قسم اگر میرا گمان دُرست ہے اور وہ دُرست ہی ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہم سے نبرد آزما ہوں گے۔

فساد کی اصلاح کے لیے قریش کا مدینے کی طرف خاص نمائندہ بھیجنے کا فیصلہ

جس جرم کے ارتکاب میں قریش نے شرکت کی تھی اس کی روک تھام کے لیے قریش دارالندوہ میں بحث و مشورہ کے لیے اکٹھے ہوئے، انہوں نے اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ جو کچھ ان سے اور بنو بکر سے ہوا ہے وہ صریح عہد شکنی ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم لازماً فیصلہ کُن فوجی کاروائی کریں گے جو اس بدعہدی کا ردّ ہو گی جو فریقین کے درمیان طے پا جانے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۱) ماں جایا بھائی تھا اور قریش کے اس وفد کا ایک ممبر تھا جو حبشہ کی طرف گیا تھا تا کہ نجاشی سے مطالبہ کرے کہ وہ مہاجر مسلمانوں کو ان کے سپرد کر دے یہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہو گیا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی طرف جاتے ہوئے اس سے دس ہزار سے زیادہ قرض لیا جو اس نے آپ کو دیا جب آپؐ حنین سے واپس آئے تو فرمایا جو تو نے قرض دیا تھا وہ لے لے اللہ تیرے مال اور اولاد میں برکت دے قرض کی جزا حمد و وفا ہی ہے حضرت عمرؓ نے اسے فوج کی سالاری دی تھی حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب کہ وہ حضرت عثمانؓ کی مدد کے لیے جا رہا تھا مکہ کے قریب اپنی سواری سے گر کر مر گیا۔

والی صلح حدیبیہ کی رسوا کن خلاف ورزی کے طور پر بروئے کار لایا گیا ہے۔

قریش کو مقتولوں کی دیات کی برداشت کا مشورہ

کافر و مرتد عبداللہ بن ابی سرح بھی قریش کی دار الندوہ کی ان میٹنگوں میں حاضر ہوا کرتا تھا جو ان تبدیلیوں پر بحث کے لیے منعقد ہوتی تھیں جن کے بارے میں نقض عہد کے بعد قریش کو ان کے رُو نما ہونے کی توقع تھی، عبداللہ بن سعد نے انہیں کہا میری رائے یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتمام حجت کے بغیر تم سے جنگ نہیں کریں گے اور تمہیں کچھ باتوں کا اختیار دیں گے اور وہ تمام باتیں تمہارے لیے ان کی جنگ سے آسان ہوں گی انہوں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو جانتا تھا کیونکہ وہ آپ کا کاتب وحی تھا (بعد میں مرتد ہو گیا تھا) کہنے لگا وہ پیغام بھیجیں گے کہ خزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کر دیا جو ہمارے درمیان ہونے والے عہد کی عہد شکنی ہوئی ہے اس کی وجہ سے بنو نفاثہ سے برأت کا اعلان کرو ورنہ وہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان) برسر پیکار ہوں گے ان باتوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابن ابی سرح نے حتمی بات کہی ہے کیونکہ یہ شخص آپ سے خوب واقف تھا، سہیل بن عمرو نے کہا کہ بنی نفاثہ سے برأت کے اعلان سے اور کوئی بات ہم پر زیادہ آسان نہیں، شیبہ بن عثمان العبدری نے کہا تو نے اپنے ماموؤں کا بچاؤ کیا ہے اور بنو نفاثہ سے ناراض ہو گیا ہے سہیل نے جواب دیا خزاعہ، قریش کی اولاد نہیں، شیبہ نے جواب دیا، نہیں، لیکن ہم خزاعہ کے مقتولوں کی دیت دیں گے اور یہ ہمارے لیے سب سے زیادہ آسان بات ہے، قرظہ بن عبد بن عمرو نے کہا، خدا کی قسم نہ ہم دیت دیں گے اور نہ بنو نفاثہ کی دوستی سے برأت کا اعلان کریں گے بلکہ ہم ان (مسلمانوں) سے نبرد آزمائی کریں گے، ابو سفیان نے کہا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ہماری رائے یہ ہے کہ ہم

اس بات سے ہی انکار کر دیں کہ قریش عہد شکنی میں شامل ہیں اگر کچھ لوگوں نے ہماری مرضی اور مشورہ کے بغیر عہد شکنی کی ہے تو اس کی ذمہ داری ہم پہ عائد نہیں ہو سکتی، لوگوں نے کہا اس رائے کے سوا، اور کوئی رائے نہیں ہونی چاہیے کہ جو کچھ ہوا ہے اس سے کلیتہً انکار کر دیا جائے ابو سفیان نے کہا میں نے اس میں کوئی مشورہ نہیں دیا اور میں اس بات میں سچا ہوں لیکن جو کچھ تم نے کیا ہے میں اُسے پسند نہیں کرتا اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ ایک روز نہ اس وجہ سے سخت جنگ ہوگی، قریش نے ابو سفیان سے کہا تو ہی جا کر یہ کام کر تو ہی اس کا اہل ہے۔[1]

قریش کی خرابی کی اصلاح کے لیے ایک خاص نمائندے کا تقرر،

طویل مشوروں کے بعد دار الندوہ مکہ میں قریش کے سرداروں نے اس امر پہ اتفاق کیا کہ وہ نقض عہد میں اشتراک کا انکار کر دیں کہ یہی شگاف کو درست کرنے اور صلح کے معمول کو جاری رکھنے کا کارگر وسیلہ ہے اور وہ یوں کریں کہ قریش حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اعلیٰ سطح پہ ایک نمائندہ بھیجیں جو قریش کی اس خواہش کا اظہار کرے کہ آپ صلح کی مدت میں اضافہ کر دیں اور جب وہ ان کی اس خواہش کو قبول کر لیں گے تو جو کچھ ہو چکا ہے اس کی سزا سے وہ بچ جائیں گے اور قریش کو اس صلح کی تجدید کا حق حاصل ہو جائے گا جو بنی بکر کے ساتھ خزاعہ پہ ظلم میں مشارکت کی وجہ ٹوٹ چکی ہے۔

قریش کے نمائندہ ابو سفیان کا مدینہ کی طرف سفر

دار الندوہ میں قریش نے اس امر پہ بھی اتفاق کیا کہ

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص۷۸۸

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں تجدید صلح کے لیے مذاکرات کرنے والا قریش کا نمائندہ ابوسفیان ہو جو قریش کی فوجوں کا سالارِ عام بھی ہے قریش کا خیال تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے خاص نمائندے ابوسفیان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہمارے جرم میں شریک ہونے کے متعلق پتہ نہیں چلے گا، ابوسفیان نے کہا کہ اب میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ بات کر دوں کہ وہ صلح کی مدت میں اضافہ کر دیں اور اس واقعہ کی اطلاع پہنچنے سے قبل تجدید عہد کر دیں، پس ابوسفیان اپنے غلام کے ساتھ دو سواریوں پر نہایت سرعت کے ساتھ چلتا ہوا نکلا، اس کا خیال تھا کہ مکہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے والا میں ہی پہلا شخص ہوں [1]

خزاعہ کا اپنے حلیف رسولؐ سے مدد طلب کرنا

ابوسفیان اور اس کی قوم کا خیال درست نہ تھا، خزاعہ والے قریش سے بھی زیادہ تیز تھے انہوں نے ابوسفیان کے مدینہ پہنچنے سے کئی دن پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ظالمانہ کاروائی کی تفاصیل پہنچا دی تھیں، اس ظلم و زیادتی کے بعد خزاعہ نے اپنے خاص پیغامبر عمرو بن سالم الخزاعی کو جو بڑا مشہور شہسوار تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس واقعہ کی اطلاع دینے کے لیے بھیجا کہ خزاعہ کو بنی بکر اور ان کے حلیف قریش سے صلح حدیبیہ کی موجودگی میں قتل و غارت سے کیا نقصان پہنچا ہے، جس وقت قریش کے شیوخ (اپنی قبائلی پارلیمنٹ میں) دار الندوہ میں بنی بکر کے ساتھ مل کر خزاعہ پر حملہ کرنے کی مشکل میں پھنس جانے پر بحث کر رہے تھے اس وقت عمرو بن سالم مدینہ میں

---

[1] دیکھیے مغازی الواقدی، سیرۃ ابن ہشام، طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خزاعہ کی داستانِ ظلم و ستم سُنا رہا تھا، عمرو بن سالم نے مسجد نبوی میں ظلم کے واقعات کو اشعار میں بیان کرتے ہوئے کہا۔

اے اللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دوستی کے نام پہ اپیل کرتا ہوں جو ہمارے اور اس کے قدیم آباؤ اجداد کے زمانے سے پائی جاتی ہے تم اولاد تھے اور ہم والدین بعد ازاں ہم نے اسلام قبول کر لیا پھر کبھی ہم نے اپنا ہاتھ نہیں کھینچا پھر عمرو نے قریش کے صلح حدیبیہ کے توڑنے کے متعلق بتایا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ خائنوں اور عہد شکنوں کی تادیب اور ان کے وجود کو ختم کرنے کے لیے ہماری مدد کریں پھر اس نے یہ شعر پڑھے :۔

"قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے اور آپ کے پختہ عہد کو توڑا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی راہنمائی کرے خوب مدد کیجیے اور بندگانِ خدا کو مدد کے لیے پکار دیجیے کر وہ مدد کے لیے آئیں، رسول اللہ عظیم لشکر میں نمایاں ہیں وہ لشکر جھاگ دار سمندر کی طرح رواں ہے جس میں بڑے بڑے سردار، سرداروں سے جنگ کریں گے" پھر عمرو بن سالم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل سے بتایا کہ بنو بکر اور قریش نے انہیں کیسے خیانت سے قتل کیا جب کہ وہ مکہ کے اندر الوتیر میں اطمینان اور امن سے رہ رہے تھے اور نماز و تلاوت میں مصروف تھے پھر اس نے یہ شعر پڑھے :۔

"انہوں نے ہم پہ جب کہ ہم الوتیر میں سوئے ہوئے تھے شب خون مارا ہم رکوع و سجود میں قرآن پڑھتے تھے، وہ کداء میں گھات لگائے بیٹھے تھے انہوں نے خیال کیا کہ میں کسی کو آواز نہیں دوں گا اور وہ کمزور اور کم تعداد میں تھے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کے لیڈر عمرو بن سالم سے یہ مؤثر شعر سُنے جن میں اس نے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ خزاعہ کو اس خیانت اور ظلم سے کیا کیا نقصانات پہنچے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش اور بنو بکر کی کاروائی

پر ناراض ہوئے اور خزاعہ کے نمائندے کو خائنوں سے انتقام لینے کے لیے اپنی بھرپور امداد کا یقین دلاتے ہوئے فرمایا:۔

اے عمرو بن سالم تجھے مدد دی جائے گی۔

اس کے بعد جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلے تو آپ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے اور آپ بار بار فرما رہے تھے کہ وہ ظالم قریش کے خلاف خزاعہ مظلوم کی ضرور مدد کریں گے، عبدالحمد بن جعفر بن عمران بن ابی انس حضرت ابن عباس[1] سے بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کا پلو گھسیٹتے ہوئے

---

[1] عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں۔ ان کی ماں ام الفضل لبابہ بنت الحارث الہلالیہ ہے آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب بنو ہاشم ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں محصور تھے رسول کریم کی وفات کے وقت ابن عباسؓ دس[2] سال کے تھے آپ سب سے پہلے افریقہ کے اس معرکہ میں شامل ہوئے جو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی قیادت میں ۲۷ھ میں تونس میں ہوا آپ سفید رنگ طویل القامت اور خوب صورت چہرے والے تھے جب بیٹھتے تو دو آدمیوں کی جگہ گھیر لیتے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے تاویل کا علم دے، آپ صحابہ سے زیادہ علم رکھتے تھے آپ کا لقب حبرِ امت ہے کہتے ہیں کہ افریقہ کی جنگ میں آپ رومی لیڈر گریگوری کے سامنے رباقی ص۱۰۸ پر)

---

[2] مصنف نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر کا غلط حساب لگایا ہے اس روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر تقریباً چودہ سال بنتی ہے (حنیفی)

کھڑے ہوئے اور فرمایا اگر میں خزاعہ کی اتنی مدد نہ کروں جتنی میں خود اپنی کر سکتا ہوں تو میری مدد بھی نہ ہو[1]

خزاعہ کا بڑا وفد مدینہ میں

عمرو بن سالم کو جلد جلد بھیجنے کے بعد خزاعہ نے اس کے پیچھے ایک اور بڑا وفد بھیجا جو چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا جس کی قیادت ان کا ایک لیڈر بدیل بن ورقاء کر رہا تھا اس نے مدینہ جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے آپ کو قریش کے مزید ظالمانہ واقعات سے آگاہ کیا اور وفد نے دوبارہ آپ سے مدد کی استدعا کی تاکہ وہ قریش اور ان کے حلیف بنو بکر سے اپنے تئیں مقتولوں کا حق وصول کریں جنہیں انہوں نے خیانت سے قتل کیا تھا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کو وثوق سے بتایا کہ وہ ان کا حق ان کے دشمنوں سے لیں گے ، حضرت عائشہؓ فرماتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷) ہوئے تو وہ بہت متعجب ہو کر کہنے لگا آپ کو تو حبر عرب ہونا چاہیے معجم بغوی میں عطاء سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس کی مجلس سے زیادہ کوئی اچھی چیز نہیں دیکھی آپ بڑے فقیہ اور بڑے صاحب خشیت تھے طاؤس کہتے ہیں میں نے ستر صحابہ رسولؐ کو دیکھا ہے جب وہ کسی بات پر غور کرتے تو ابن عباسؓ کے قول کو اختیار کرتے ، حضرت علیؓ نے انہیں بصرہ کا حاکم بنایا اور صفین میں آپ کے میسرہ میں تھے ، آپ ترجمان القرآن ہیں جب ابن عباسؓ کی وفات ہوئی تو عمرو بن دینار نے کہا اس امت کا ربانی فوت ہو گیا ہے آپ کی وفات سنہ ۶۸ھ میں طائف میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر ۷۱ سال تھی۔

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۱

ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر داخل ہو کر پانی طلب فرمایا اور غصے کی حالت میں پانی اپنے اوپر ڈال رہے تھے اور فرما رہے تھے " اگر میں بنی کعب یعنی خزاعہ کی مدد نہ کروں تو میری مدد بھی نہ ہو۔"

خزاعہ کے وفد کی اپنے گھروں کو واپسی

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت کا وعدہ لینے کے بعد خزاعہ کا وفد اپنے گھروں کو واپس چلا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعی وفد کے آدمیوں سے فرمایا کہ وہ اکٹھے واپس نہ ہوں، آپ نے فرمایا: واپس چلے جاؤ اور وادیوں میں متفرق ہو جاؤ لیکن ان میں سے بعض کی ملاقات ابواء میں ابوسفیان سے ہو گئی جب کہ وہ مدینہ کی طرف آ رہا تھا اس نے ان سے پوچھا کہ وہ مدینہ سے آئے ہیں؟ انہوں نے اُسے کچھ نہ بتایا لیکن وہ ان کے طور طریقوں سے سمجھ گیا کہ وہ مدینہ سے آئے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش سے خزاعہ کے مقتولوں کی دیت طلب کرنا اور ان کا انکار کرنا۔

بلاشبہ قریش اور بنی بکر نے خزاعہ کے ساتھ الوتیر اور مکہ میں جو خیانت اور ظلم کیا وہ صریحاً اس صلح کی خلاف ورزی تھی جس کی تکمیل ہجرت کے چھٹے سال حدیبیہ میں ہوئی تھی جس کے بموجب ایک طرف سے قریش اور بنو بکر نے اور دوسری جانب سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خزاعہ نے اس بات پہ اتفاق کیا تھا کہ دس سال تک وہ جنگ نہیں کریں گے اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ پُرامن طور پہ رہیں گے، اب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق حاصل تھا کہ آپ اس صلح کے پرخچے اڑا دینے والے ظلم پہ قریش کے خلاف فیصلہ کُن کاروائی کریں مگر اس کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے خلاف کسی قسم

کی فوجی کارروائی کرنے سے قبل اور جانوں کی سلامتی کی آرزو کے مطابق (خواہ وہ خون آپ کے ان دشمنوں کے ہی ہوں جن کی ہدایت کے آپ خواہاں تھے) فیصلہ کیا کہ قریش کی طرف ایک خاص نمائندہ خط دے کر بھیجا جائے جو انھیں تین امور کے درمیان اختیار دے، یا تو وہ خزاعہ کے مقتولوں کی دیت دیں یا نفاثہ کی دوستی سے برأت کا اعلان کریں (بنی بکر کا ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے اور یہی خیانت اور عہد شکنی کا مسئول اوّل تھا) یا پھر آپ ان قریش کے حلیفوں کے خلاف ہمہ گیر جنگ کا اعلان کر دیں گے آپ نے اس عادلانہ تخییر (اختیار دینے) کے ساتھ پیغامبر کو قریش کی طرف بھیجا لیکن انھوں نے دونوں عادلانہ حل مسترد کر کے جنگ کو قبول کر لیا۔

تخییر کی اس روایت کو واقدی کے سوا اصحاب سیر و مغازی میں سے کسی نے بیان نہیں کیا وہ اپنی کتاب مغازی جلد ۲ صـ۷۸۶ میں کہتا ہے کہ ہم نے خزاعہ کے معاملہ میں ایک ایسے پہلو کے متعلق سنا ہے جس پر میں نے اپنے سے پہلے لوگوں کو نہیں پایا اور نہ ہی وہ اسے جانتے تھے اسے ثقہ آدمیوں نے بیان کیا ہے اس کے مخرج کی طرف تسلی بخش ثقہ آدمی رجوع کرتا ہے میں نے ابن جعفر، محمد بن صالح اور ابومعشر وغیرہ سے جو سیرت کے موضوع کے عالم ہیں اس کا ذکر کیا مگر سب نے اس کا انکار کیا مگر اس کی وجہ کوئی نہ بتا سکے، ہاں واقدی اس روایت کی صحت کی تاکید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مجھ سے ایک ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے کہ اس نے عمرو بن دینار سے سنا وہ ابن عمرؓ سے بیان کرتے تھے کہ جب خزاعہ کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اپنے مقتولوں کے متعلق بتایا تو رسول کریم .... نے فرمایا تمہارا مطلوب کون ہے انھوں نے جواب دیا، نہیں، بلکہ ہمارا مطلوب بنو نفاثہ ہے جو ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے جس کا

سردار نوفل بن معاویہ النفاثی ہے آپ نے فرمایا یہ بنی بکر کے بطن سے ہے، میں اہل مکہ کے پاس آدمی بھیج کر اس بارے میں دریافت کرتا ہوں اور ان کو تین باتوں کے متعلق اطلاع دیتا ہوں آپ نے ان کی طرف ضمرہ[1] کو بھیجا کہ وہ ان کو تین باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کے متعلق کہے، یا تو وہ خزاعہ کو دیت دیں یا نفاثہ کی دوستی سے اعلان براءت کریں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغامبر ضمرہ نے انہیں بتایا کہ مذکورہ تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو، اس پہ قرظہ بن عبد عمرو الاعجمی نے کہا[2] اگر ہم خزاعہ کے مقتولوں کی دیت دیں تو نفاثہ ایسی قوم ہے جس کے افراد میں بدخلقی پائی جاتی ہے لہٰذا ہم ان کی دیت نہیں دیں گے حتیٰ کہ ہمارے لیے کچھ بھی باقی نہ رہے اور اگر ہم نفاثہ کی دوستی سے براءت کا اعلان کریں تو عرب میں کوئی ایسا قبیلہ موجود نہیں جو نفاثہ سے بڑھ کر بیت اللہ کی تعظیم کرتا ہو، پھر وہ ہمارے حلیف بھی ہیں پس ہم ان کی دوستی سے براءت کا اعلان نہیں کریں گے جب تک ہمارے پاس کچھ موجود ہے ہاں ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے، ضمرہ ان کی یہ باتیں سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آگیا، پھر قریش نے ابو سفیان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تجدید عہد کے لیے بھیجا اور قریش پیغامبر کو اس طرح واپس کرنے پر

---

[1] ضمرہ کا نام کئی صحابہ پہ اطلاق پاتا ہے اس جگہ واقدی نے بھی نہیں لکھا کہ کس کا بیٹا ضمرہ مراد ہے۔

[2] قرظہ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف القرشی جس کی بیٹی فاختہ نے حضرت معاویہ کے ساتھ شادی کی، ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ صحابہ کے حالات بیان کرنے والوں نے قرظہ کا ذکر صحابہ میں نہیں کیا۔

پشیمان ہوئے واقدی کہتا ہے ہمارے تمام اصحاب نے اس حدیث کا انکار کیا ہے یہاں تک کہ میں نے اس کا ذکر حزام بن ہشام الکعبی سے کیا تو اس نے کہا جس نے تجھے یہ بات بتائی ہے اس نے کچھ ضائع تو نہیں کیا لیکن بات وہ ہے جو میں تجھے بتاتا ہوں کہ قریش نقاشہ کی مدد کرنے پر پشیمان ہوئے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جنگ کرنے والے ہیں پھر واقدی کہتا ہے کہ میں نے حزام کی بات کا ذکر ابن جعفر وغیرہ دوستوں سے کیا تو انھوں نے اس کا انکار نہ کیا اور کہا کہ ایک صورت یہ بھی ہے اور عبداللہ بن جعفر نے مجھ سے یہ روایت لکھ لی۔

نقض عہد، قریش کے لیے کیسے بھلائی کا موجب بنا

عبداللہ بن عامر اسلمی، عطا ابن ابی مروان سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں خزاعہ کے معاملہ میں حیران رہ گیا ابن واقدی کہتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے خیال میں قریش اس عہد کو جو آپ کے اور ان کے درمیان ہوا ہے توڑنے کی جرأت کریں گے حالانکہ تلوار نے انہیں فنا کردیا ہوا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ارادہ الٰہی کے مطابق عہد کو توڑیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اس میں خیر ہوگی یا شر؟ فرمایا خیر[1]، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلق میں جو بات فرمائی تھی وہ پوری ہوگئی قریش کا نقضِ عہد کرنا مکہ پر مسلمانوں کے غالب آنے کا سبب بن گیا اور مسلمانوں کا مکہ پر غالب آنا، ان کو ظلمتِ شرک سے بچانے کا سبب بن گیا اور وہ سب کے سب اسلام میں داخل ہوگئے یہ تھی وہ خیر جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۸۷

کیا تھا اور یہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھی۔

ابوسفیان کا مدینہ میں تجدیدِ صلح کا مطالبہ کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توقع تھی کہ سردارانِ قریش نے بنی بکر کے ساتھ اشتراک و اتفاق کر کے خزاعہ پر جو ظلم کیا ہے اس کے نتیجے میں انہیں خوف لاحق ہوگا اور وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تجدیدِ صلح کے حصول کے لیے کوشش کریں گے تاکہ مسلمانوں کو اس ظلم کے خلاف جو انہوں نے خزاعہ کے بارے میں روا رکھا تھا، کسی حربی کارروائی کے بروئے کار نہ لانے کا پابند کر دیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان معاہدہ کو پختہ کرنے اور مدت میں اضافہ کرنے کے لیے تمہارے پاس آئے گا۔[1]

ابوسفیان کی خزاعہ کے وفد کے ساتھ ملاقات

اسی دوران میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تصریح کر رہے تھے ابوسفیان عملاً مکہ سے مدینہ آنے والے راستے پر قریش کی ذمہ داری نبھانے آرہا تھا جب کہ خزاعہ کا وفد ابوسفیان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم و زیادتی کی تمام داستان سنا کر وہاں سے واپس بھی آگیا تھا اصحاب مغازی و سیر بتاتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعی وفد کو حکم دیا کہ وہ واپسی کے وقت متفرق ہو جائیں اور اپنے گھروں کو اکٹھے واپس نہ جائیں تو انہوں نے ایسے ہی کیا یہ وفد انتالیس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک گروہ تو شاہراہ سے ہٹ کر ساحل کی طرف چلا گیا اور دوسرے بھی مختلف راستوں پر متفرق ہو گئے مگر بدیل ابن ام اصرم

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۸

شہر دیر ہی بیٹھا رہا جب وہ ابواء[1] سے گزر گئے تو اسے ابو سفیان ملا تو اسے یہ ڈر پیدا ہوا کہ بدیل بن اصرم اور اس کے ساتھی مدینہ سے آ گئے ہیں ابوسفیان نے لوگوں سے کہا مجھے بتاؤ کہ تم یثرب میں کب گئے تھے وہ اس طرح یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کب مل کر حالات سے آگاہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا ہمیں تو یثرب کا کچھ پتہ نہیں پھر ابوسفیان نے مزید کرید کرنے کے لیے سوال کیا اے بدیل کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں، میں تو اس ساحل پر رہنے والے کعب اور خزاعہ کے علاقے میں گیا تھا ان کا ایک مقتول کے متعلق جھگڑا تھا میں نے ان کی صلح کرا دی ہے تو ابوسفیان نے کہا وہ ہرفاء تھا خدا کی قسم میں تجھ سے نیک اور صلہ رحمی کرنے والے شخص کو نہیں جانتا پھر ابوسفیان نے ان کے ساتھ قیلولہ کیا مگر شک اس پر غالب آ گیا اور وہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے گہری تحقیق کرنے لگا، اس نے کہا کیا تمہارے پاس ہمارے کھلانے کے لیے یثرب کی کھجوروں میں سے کچھ ہے کیونکہ یثرب کی کھجوریں تہامہ کی کھجوروں سے بہتر ہوتی ہیں انہوں نے جواب دیا ہمارے پاس کوئی کھجور نہیں، مگر شکوک اس پر حملہ کرنے لگے اس لیے وہ ان کے انکار کے باوجود مطمئن نہ ہوا اور ان کے چلے جانے کے بعد سب سے پہلے ان کی فرودگاہ میں آیا اور ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ سے مینگنیاں اٹھا کر اور انہیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ تو ان میں سے اس نے کھجور کی گٹھلیوں کو پایا۔

---

[1] ابواء، مراصد الاطلاع میں ہے کہ یہ مدینہ کے مضافات میں سے ایک بستی ہے اس کے اور جحفہ کے درمیان ۲۳ میل کا فاصلہ ہے بعض نے کہا ہے کہ آمدہ اور مصعد کی دائیں جانب مکہ کی طرف ایک پہاڑ ہے ابواء میں حضرت نبی کریم صلی اللہ

پھر جہاں وہ خود اُترے تھے اس جگہ اس نے عجوہ کھجور کی گٹھلیاں دیکھیں جو پرندے کی زبان کی طرح ہوتی ہیں۔ اُسے یقینی طور پر پتہ چل گیا کہ یہ لوگ مدینہ سے آئے تھے اور اس نے کہا کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے ہیں اس وقت ابوسفیان کی آس اُمید پر اوس پڑ گئی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں توثیق معاہدہ اور اضافۂ مدت کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ابوسفیان مدینہ میں

اپنی مساعی میں کامیابی کی اُمید کے ماند پڑ جانے کے باوجود بھی ابوسفیان نے مدینہ کی طرف مسلسل سفر جاری رکھا تاکہ وہ قریش کی استدعا کے مطابق اپنی کوشش صرف کرے یہاں تک کہ وہ مدینہ پہنچ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا مگر وہ اپنی مہم میں بُری طرح ناکام ہوا کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ تجدید صلح اور اضافۂ مدت کے متعلق کسی قسم کی گفتگو کرنا قبول نہ کیا ابوسفیان نے محسوس کر لیا کہ مدینہ کی فضا مسلمانوں کے حلیف خزاعہ پر ظلم کرنے میں مشارکت کے باعث معاہدہ صلح کو توڑنے کی وجہ سے قریش کے خلاف انتقام اور غیظ و غضب سے بھرپور ہے اور خزاعہ کے وفد نے مدینہ آکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ظلم کی تفاصیل بتا کر مسلمانوں کے خلاف اس درجہ تک بھڑکا دیا تھا کہ ابوسفیان نے باوجود کنانہ کا سردار ہونے کے اپنے آپ کو مدینہ میں ایسے لاوارث بچے کی طرح پایا جسے کوئی بھی کشادہ روئی سے نہیں ملا۔

ابوسفیان کی بیٹی کا اپنے باپ کو دھتکارنا

مدینہ میں داخل ہونے کے فوراً بعد ابوسفیان کو سب سے پہلے جو صدمہ پہنچا وہ اس کی مسلمان بیٹی حضرت اُم حبیبہؓ کا وہ سلوک تھا جو اس نے ابوسفیان سے روا رکھا، یہ سیدہ فاضلہ امہات المومنین میں سے ایک ہیں چونکہ ابوسفیان کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھی اس لیے اس نے اس کے حجرہ میں

جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جانے کا ارادہ کیا اور بیٹی کے ہاں جاتے ہی اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے کی کوشش کی تو حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بیٹھنے سے منع کر دیا۔ بستر کو لپیٹ دیا کہ کہیں یہ اس پہ بیٹھ ہی نہ جائے اس کو یہ بات بڑی لگی اور اس نے بڑے دُکھ اور تلخی سے کہا، اے بیٹی مجھے معلوم نہیں کہ تو نے اس بستر کو میرے لیے اچھا نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ تو اُم المومنین نے ایک راست باز مومن کے لہجے میں جو عقیدے اور اصول کو ہر چیز سے بلند خیال کرتا ہے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تو ایک مشرک اور نجس آدمی ہے اور میں پسند نہیں کرتی کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پہ بیٹھے ابوسفیان نے کہا:۔

اے بیٹی، خدا کی قسم تجھے میرے بعد غلط روش نے پا لیا ہے[1] حضرت اُمِ حبیبہؓ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف میری رہنمائی کی ہے اور آپ قریش کے سردار اور بڑے آدمی ہیں۔ کیا تیرا اسلام میں داخل ہونا تجھے ہیچ کر دے گا؟ حالانکہ تو بتوں کو پُوجتا ہے جو نہ سُنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں تو ابوسفیان نے کہا تعجب ہے کہ تو بھی ایسی باتیں کرتی ہے، کیا میں ان بتوں کو چھوڑ دوں جن کی پرستش میرے آباؤ اجداد کرتے تھے؟ اور دین محمدؐ کی پیروی کروں اس کے بعد وہ باہر چلا گیا[2]

ابوسفیان نے جب حضرت اُمِ حبیبہؓ کے حجرہ کو چھوڑا تو جو سلوک اس کی مسلمان بیٹی نے اس سے کیا کہ اُسے صراحت کے ساتھ کہہ دیا کہ تو مشرک اور نجس ہے اور میں تجھے (باوجود باپ ہونے کے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۳۸

[2] امتاع الاسماع ص ۳۵۹

بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی تیز اُسے حق و صواب کے واضح ہو جانے کے
بعد بھی اپنے بتوں کی پرستش کرتے پر ملامت کی حالانکہ وہ قریش کا سردار اور
بڑا آدمی تھا، تو اس کی ٹانگوں میں چلنے کی سکت نہ رہی، اس شدید نفسیاتی صدمہ کے
بعد جو اُسے اس کی مسلمان بیٹی سے پہنچا اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
رضامند کرنے کی ایک مایوسانہ کوشش کی آپ اس کے ساتھ قریش کے لیے صلح
حدیبیہ کو معمول کے مطابق جاری رکھنے اور توثیق صلح کی مدت میں اضافہ کرنے کے
مذاکرات میں شامل ہو جائیں کیونکہ اگر یہ بات ہو جاتی تو قریش جو آپ کے حلیفوں
سے ظلم و زیادتی کر چکے تھے ان کے لیے عفو عام کے قائم مقام ہو جاتی، ابوسفیان
نے ملمع سازی سے مغالطہ دینے کی کوشش کی تاکہ قریش کے حق میں یہ ضمانت
حاصل کر لیں جس کے حصول کے قریش بڑے آرزومند تھے اس سے یہ بات واضح
ہو گئی کہ وہ مدینہ میں اپنی ذاتی حیثیت سے آیا ہے اور ذاتی حیثیت سے وہ صلح حدیبیہ
میں موجود نہ تھا اس لحاظ سے اس کی پوزیشن قریش کے ایک سردار کی سی ہے جو اس صلح
کی توثیق کے لیے آیا ہے جس میں وہ ان لیڈروں کے ساتھ شامل نہ تھا جنہوں نے صلح
پر دستخط کیے تھے، اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا اے
محمدؐ، میں صلح حدیبیہ میں موجود نہ تھا اس لیے عہد کی توثیق کیجیے اور اس کی مدت میں
اضافہ فرمائیے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی سردار کی بات پر دشمنی کی
لکیر ڈال کر ختم کر دیا اور فرمایا اے ابوسفیان کیا تو اسی لیے آیا ہے؟ اس نے جواب
دیا ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے صلح کو توڑا
ہے تو ابوسفیان نے حقیقت کا اعتراف نہ کیا بلکہ حیرت انگیز جرأت سے اس کا
انکار کرتے ہوئے کہا ہم اپنے عہد اور صلح پر قائم ہیں ہم اس میں تغیر و تبدل نہیں
کریں گے، اس موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو وہ باتیں

سنائیں جو بڑی ٹھوس، وزنی، تجربہ کارانہ اور اس آدمی کو اشتباہ میں ڈال دینے والی تھیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا لیڈر تھا۔ جب وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فی البدیہہ باتوں کے مقابل کامیاب نہ ہوسکا تو اس کی حیرت میں مزید اضافہ ہوگیا اور وہ بغلیں جھانکنے لگا، ابوسفیان قریش کے اطمینان کے لیے کسی چیز کو حاصل کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ اُس عادلانہ سزا سے محفوظ ہوجائیں جو انہیں خزاعہ کے ساتھ خیانت میں مشارکت کرنے اور بنوبکر کے بے وقوفوں کے الوتیر کے جرم میں موافقت کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے ہاتھوں سے ملنے کی توقع تھی، جب ابوسفیان نے کہا کہ ابھی تک قریش کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو صلح کو توڑنے والی ہو۔ ہم تو حدیبیہ کی مدت اور صلح پہ قائم ہیں ہم اس میں تغیر و تبدل نہیں کریں گے[1] تو اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے میں ان صاف اور کھری باتوں کے سوا اور کوئی بات نہ سُنی اور وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے خالی ہاتھ باہر نکل گیا۔

کبار صحابہؓ کے ساتھ ابوسفیان کی دُہری ملاقاتیں

ابوسفیان ایک تجربہ کار سیاسی آدمی تھا

جس کام کی وجہ سے وہ مدینہ آیا تھا اس میں کامیابی حاصل کرنے سے ابھی مایوس نہیں ہوا تھا اس نے قریش کے کبار مہاجر صحابہ سے ملاقاتیں کرنے کا فیصلہ کیا کہ شاید وہ اپنے مقام و مرتبہ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ اثر انداز ہوں اور آپؐ ابوسفیان کی توثیق صلح اور اس کی مدت میں اضافہ والی بات مان لیں۔

مہاجرین میں سے سب سے پہلے اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے

---

[1] امتاع الاسماع ص ۳۵۸، سیرۃ حلبیہ، واقدی، ابن ہشام

ملاقات کی اور گفتگو کر کے ان سے استدعا کی کہ وہ بیچ میں پڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ آپ مذاکرات اور مدت صلح میں اضافہ کی بات مان لیں۔ لیکن حضرت صدیق قریش کے اس گھناؤنے جرم سے واقف ہو چکے تھے جس کا ارتکاب انہوں نے کیا تھا انہوں نے ابوسفیان کے مطالبہ کو رد کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا [1]

جب ابوسفیان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی صحابی سے مایوس ہو گیا تو وہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے پاس گیا، آپ مشرکین مکہ سے شدید عداوت کی وجہ سے مشہور تھے اس نے حضرت عمرؓ سے بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرح استدعا کی کہ آپ بیچ میں پڑ کر تجدید صلح اور اضافہ مدت کی بات کرا دیں تو حضرت عمرؓ نے اُسے وہ بات سنائی جس نے اس کے دل کو مایوسی سے لبریز کر دیا آپ نے کہا کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمہاری سفارش کروں خدا کی قسم اگر مجھے چیونٹی کے سوا کوئی چیز نہ ملے تو میں اس کے ساتھ لڑتا پاؤں تو میں تمہارے خلاف اس کی مدد کروں گا تو ابوسفیان نے بڑے دکھ سے کہا، تو نے ایک رشتہ دار کو بُری جزا دی ہے [2]

بعد ازاں وہ اس کوشش میں حضرت عثمانؓ کے پاس جا کر کہنے لگا، لوگوں میں رشتہ کے لحاظ سے کوئی شخص آپ سے بڑھ کر میرا قریبی نہیں، حضرت عثمانؓ بنی امیہ میں سے تھے جو ابوسفیان کا خاندان ہے ــــــ صلح میں اضافہ اور تجدید عہد کروا دو،

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۸

[2] سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۸

[3] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۲

آپ کا صاحب آپ کی بات کبھی رد نہیں کرے گا۔ خدا کی قسم میں نے اصحاب محمد میں سے کسی صاحب کو اس سے زیادہ صاحب اکرام کبھی نہیں دیکھا تو حضرت عثمانؓ نے اسے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اسے یہ کہہ کر کہ میں رسول اللہ کی پناہ میں ہے، نرمی سے دفع کر دیا[1]۔ ان ناکام کوششوں کے بعد وہ حضرت علیؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ کے پاس گیا اس وقت ان کے بیٹے حضرت حسن چھوٹے بچے تھے وہ حضرت علیؓ کو اپنی قرابت کے باعث وسیلہ بناتے ہوئے کہنے لگا اے علیؓ آپ رشتہ اور قرابت کے لحاظ سے سب قوم سے میرے زیادہ قریبی ہیں میں آپ کے پاس ایک ضرورت کے لیے آیا ہوں، میں جس طرح ناکام آیا ہوں اس طرح ناکام واپس نہیں جاؤں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری سفارش کیجیے، حضرت علیؓ نے جواب دیا ابوسفیان تیرا برا ہو، خدا کی قسم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی بات پر قائم ہیں جس کے بارے میں ہم ان سے گفتگو نہیں کر سکتے[2]، تو اس نے کہا اے ابوالحسن! لوگوں کے درمیان پناہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو کہ وہ مدت میں اضافہ کر دیں تو حضرت علیؓ نے مکرر عذر کرتے ہوئے کہا ابوسفیان تیرا برا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو نہ کرنے کا عزم کیے ہوئے ہیں اور کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کے بارے میں گفتگو نہیں کر سکتا جس کو وہ ناپسند کرتے ہوں[3] اس موقع پر ——— آخری کوشش کرتے ہوئے ——— ابوسفیان حضرت فاطمۃ الزہرا کی طرف متوجہ ہوا اور آپ سے بیچ میں پڑنے کی استدعا کر کے کہنے لگا اپنے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں تاکہ ابوسفیان تجدید صلح

---

[1] امتاع الاسماع ص ۳۵۹

[2] سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۸

[3] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۴

اور اضافہ مدت کے حصول میں کامیاب ہو جائے حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے یہ کہہ کر معذرت کی، کہ میں ایک عورت ہوں تو اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا آپ کی بہن نے ابوالعاص کو پناہ دی تھی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے پناہ دے دی تھی تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہے[1]، پھر اس نے دوبارہ اصرار کرتے ہوئے کہا کہ اپنے کسی بیٹے کو کہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان پناہ دیں حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ یہ دونوں تو بچے ہیں اور ان جیسا پناہ نہیں دے سکتا[2]

ابوسفیان کا سعد بن معاذ سے مدد طلب کرنا

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب ابوسفیان کبار مہاجرین صحابہ کو بیچ میں ڈال کر تجدید صلح کروانے میں ناکام ہوگیا تو وہ اوس کے سردار سعد بن عبادہ کو بیچ میں ڈالنے کی طرف متوجہ ہوا کہ شاید وہ بیچ میں پڑ جائے اور اس طرح وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تجدید صلح کروا سکے، ابن ابی حبیبہ، داؤد بن عمرو بن سعد بن معاذ سے بیان کرتا ہے کہ ابوسفیان بن حرب سعد بن عبادہ کے پاس آکر کہنے لگا اے ابوثابت میرے اور آپ کے درمیان جو تعلقات ہیں آپ انہیں جانتے ہیں اور میں حرم میں تمہارا پڑوسی تھا اور یثرب میں تو میرے لیے اسی کی مانند ہے اور تو اس شہر کا سردار ہے پس لوگوں کے درمیان پناہ دے اور مدت میں اضافہ کروا دے تو حضرت سعد نے کہا اے ابوسفیان میری پناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] سیرت الحلبیہ ج ۲ ص ۱۹
[2] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۴

خلاف پناہ نہیں دے سکتا [1]

ابوسفیان کا حضرت علی رضؓ سے تجدید دوستی کا مشورہ طلب کرنا

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان تمام مایوسانہ کوششوں میں جو اس نے تجدید صلح اور صلح حدیبیہ کی فعالیت کے استمرار کے لیے کیں (جس صلح کی قریش صریح خلاف ورزی کر چکے تھے اور تمام راہیں مسدود پائیں اس کا مقصد یہ تھا قریش اس تجدید سے اس سزا سے بچ سکیں جس کا خیانت اور نقضِ صلح کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کی طرف سے ملنا متوقع تھی) تو وہ دوبارہ حضرت علی رضؓ کے پاس اس قرابت کا واسطہ دیتا ہوا گیا جو دونوں کو مربوط کیے ہوئے تھی اور آپ سے مشورہ طلب کرتے ہوئے کہنے لگا اے ابوالحسن میں دیکھ رہا ہوں کہ امور کو طے پانے کا راستہ مجھ پر بند ہو چکا ہے [2] مجھے مشورہ دو [3]، حضرت علی رضؓ نے فرمایا تو قریش کا سردار اور ان کا بڑا طاقتور آدمی ہے تو اپنے خاندان کے درمیان پناہ دے دے [4]۔ کہنے لگا آپ کی نظر میں یہ بات مجھے کچھ سود مند ہو گی حضرت علی رضؓ نے فرمایا: خدا کی قسم میرا خیال تو یہ نہیں ہے [5]، لیکن اس کے سوا میں تیرے لیے اور کوئی راستہ نہیں پاتا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر ابوسفیان باہر نکل گیا اور چلا کر کہنے لگا لوگو سنو! میں نے

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۶

[2] سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۹۸

[3] البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۸۳

[4] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۴

[5] البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۸۳

لوگوں کے درمیان پناہ دی اور خدا کی قسم میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی مجھ سے عہد شکنی کرے گا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے لوگوں کے درمیان پناہ دے دی ہے اور خدا کی قسم میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی مجھ سے عہد شکنی کرے گا اور نہ میری پناہ کو رد کرے گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو سفیان کیا تو یہ بات کہتا ہے[1] اور ابو سفیان کی یہ بات آخری مایوسانہ کوشش تھی کہ شاید وہ اس طرح قریش کو اس جنگ سے بچا دے جس کی توقع میں وہ راتیں گزار رہے تھے لیکن یہ ایک ناکام کوشش تھی۔

ابو سفیان کا ناکام ہو کر مکہ میں واپس آنا

ابو سفیان نے قریش کو حلفائے رسول ؐ کے ساتھ خیانت کرنے اور نقضِ عہد کی سزا سے بچانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تجدید صلح کرواتے میں اپنے ترکش کو تمام تیروں، کوششوں اور واسطوں سے خالی کر دیا .... اور تمام کوششوں واسطوں میں ناکام ہونے کے بعد، اس نے مدینہ کو چھوڑ دیا اور قریش کے پاس اس متوقع جنگ کے انتباہ کو لے گیا جس کے فیصلے کو خود انہوں نے اپنے خائن ہاتھوں سے آگ دکھائی تھی۔

جنگ مکہ کا پہلا صریح اشارہ

موسیٰ بن عقبیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو سفیان مدینہ کو چھوڑ کر مکہ چلا گیا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بدلی بنی کعب یعنی خزاعہ کی مدد کے لیے تھوڑا تھوڑا برسے گی پھر فرمایا اے اللہ ان کی آنکھوں اور کانوں کو کام کرنے سے روک دے وہ ہمیں اچانک ہی دیکھیں اور ہمارے متعلق

---

[1] امتاع الاسماع صـ ۳۶۰

دفعتہً ہی سُنیں ملے

قریش کا ابوسفیان پر قبولِ اسلام کی تہمت لگانا

جس وقت سے قریش نے اپنے نمائندے ابوسفیان کو مدینے بھیجا تھا اس وقت سے وہ شدید قلق سے دوچار تھے کیونکہ انہیں یہ خوف دامن گیر تھا کہ قریش اور بنی کنانہ کے فعل کے بعد صلح حدیبیہ ٹوٹ گئی ہے اس سبب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ کریں گے اور قریش کے "قلق و اضطراب" میں مزید اضافہ اس وجہ سے ہوگیا کہ ابوسفیان کی غیر حاضری طویل ہوگئی یہاں تک کہ مکہ میں مشرکین کے سرداروں پر شکوک غالب آ گئے اور انھوں نے ابوسفیان پر اسلام قبول کرنے کی تہمت تراش دی اور ان میں سے ایک نے کہا خدا کی قسم ہم نے اُسے دیکھا ہے کہ وہ صابی ہوگیا ہے اور پوشیدہ طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار بن گیا ہے اور اپنے اسلام کو چھپاتا ہے [2]

ہند کا اپنے خاوند ابوسفیان سے تحقیق کرنا

جب ابوسفیان مکہ میں واپس آیا اور اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی ہند نے اُسے اطلاع دی کہ قریش اس پر تہمت تراشتے ہیں پھر جو کچھ اس نے مدینہ میں قریش کے لیے کیا تھا اُسے پوچھتے ہوئے کہنے لگی، تجھے قید کر لیا گیا تھا حتیٰ کہ تیری قوم نے تجھ پر اتہام لگایا اگر اتنے طویل قیام کے بعد تو ان کے پاس کامیاب ہو کر آیا ہے تو تو فی الواقع مرد ہے پھر ابوسفیان اس کے پاس ایسے بیٹھ گیا جیسے مرد عورت کے پاس بیٹھتا ہے اور

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۸۲

[2] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۵

وہ اس سے حالات پوچھنے لگی اور کہنے لگی تو نے کیا کچھ کیا ہے تو ابوسفیان نے اُسے سارے حالات بتائے اور کہا کہ مجھے جو کچھ حضرت علی رضؓ نے کہا تھا وہی ہوا ہے تو ہند نے اس کے سینے پر اپنی دونوں ٹانگیں دے ماریں اور کہا تو قوم کا بُرا ایلچی ہے۔

ابوسفیان کا قریش کو اپنے سفر کے حالات سے آگاہ کرنا

ابوسفیان نے قریش

کے ان سرداروں کے ساتھ میٹنگ کی جنہوں نے اس سے سفر مدینہ کے نتائج کے متعلق ایک جامع تقریر کرنے کا مطالبہ کیا تھا اس نے صراحت کے ساتھ اپنی ناکام کوششوں کے تمام مراحل کو بالتفصیل بیان کیا، موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ ابوسفیان مکہ میں آیا تو قریش نے اُسے کہا تیرے پیچھے کیا ہے کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تحریر یا عہد لایا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا خدا کی قسم کچھ نہیں لایا انھوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے پھر میں نے ان کے اصحاب کا پیچھا کیا تو میں نے کسی بادشاہ کی قوم کو بھی ان سے زیادہ فرماں بردار نہیں پایا۔ ہاں حضرت علی رضؓ بن ابی طالب نے مجھے کہا تھا کہ تو لوگوں کو پناہ دینے کا التماس کر اور اپنی قوم کی پناہ کا التماس کر اور تو خود قریش کا بڑا سردار ہے اور ان سب سے اس امر کا زیادہ حق دار ہے کہ تیرے پناہ دینے کے عہد کو نہ توڑا جائے تو میں پناہ دینے کے لیے کھڑا ہو گیا پھر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر انہیں بتایا کہ میں نے لوگوں کے درمیان پناہ دے دی ہے اور میں نے یہ بھی کہا میرا خیال ہے کہ آپ میرے عہد کو نہیں توڑیں گے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اے ابوحنظلہ کیا تو یہ بات کہتا ہے؟ تو قریش نے ابوسفیان سے کہا تو بغیر رضامندی کے راضی ہو گیا تھا

اور ہمارے پاس وہ بات لے کر آیا جو نہ تجھے کوئی فائدہ دے سکتی ہے نہ ہمیں ۔ اللہ کی قسم حضرت علیؓ نے تجھ سے مذاق کیا ہے تیرا پناہ دینا جائز نہیں اور تیری پناہ کو توڑ دینا ان پر بہت آسان ہے تو ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم اس کے سوا مجھے وہاں سے کچھ نہیں ملا ۔ اس طرح ابوسفیان مدینہ سے غمزدہ ہو کر واپس آ گیا اور تم بھی کہتے ہو کہ جس مقصد کے لیے قریش نے اُسے بھیجا تھا اس میں اُسے کچھ بھی کامیابی نہیں ہوئی اور جب ابوسفیان کو مدینہ میں سردارانِ مکہ کے مطلب کی بات یعنی تجدید صلح حدیبیہ کے متعلق کوئی کامیابی نہ ہوئی اور نہ وہ کوئی ایسی معلومات حاصل کر سکا جن سے وثوق اور صراحت سے پتہ چلتا کہ آپ نے مکہ میں مشرکین سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے ، بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً قریش کو بے خبر رکھا اور جب ابوسفیان آپ کے پاس تجدید صلح کا مطالبہ کرتا ہوا آیا تو آپ نے اُسے یہ کہہ کر قریش کو حیرت میں ڈال دیا کہ ہم حدیبیہ کے روز کی جانے والی صلح اور مدت پہ قائم ہیں ۔

فصل سوم

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ پر حملہ کا فیصلہ کرنا۔
- حملے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اصحاب اور جنگی بورڈ کے ارکان سے مشورہ طلب کرنا۔
- حملے کے فیصلہ کے بعد اس منصوبہ کو خفیہ رکھنا۔
- جنگ کے لیے شہری اور دیہاتی مسلمانوں کو جمع کرنا۔
- کبار صحابہ میں سے ایک کا غداری کر کے قریش کو انتباہ کرنے کی کوشش کرنا اور اس کے بعد توبہ کرنا۔
- فوج کا مدینے سے حرکت کرنا اور پتہ نہ چلنا کہ وہ کہاں جانا چاہتی ہے۔
- مدینہ سے دس ہزار جانبازوں کا چلنا۔
- قدید میں فوج کی تیاری، جھنڈوں کی تقسیم اور امراء کا تعین۔
- اخفاء کے منصوبہ میں مکمل کامیابی ہونا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے دروازوں پر۔
- قریش کا جنگ کے لیے جوش میں آنا اور بیٹھ جانا۔
- ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑاؤ میں، آپ کا مکہ کو مسلمانوں

کے سپرد کر دینے کی شرائط پہ ابوسفیان سے گفتگو کرنا۔

- مکہ کا مفتوح شہر ہونا۔
- ابوسفیان کا فتح سے پہلے مسلمان ہونا۔
- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی فوج کو دفاعِ نفس کے سوا جنگ نہ کرنے کے شدید احکام دینا۔
- قریش کا ہتھیار ڈالنا۔
- مکہ پہ مسلمانوں کا قبضہ ہو جانا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل مکہ کو عام معافی دینے کا اعلان کرنا۔

جب مشرکین کا نقضِ عہد، آپؐ کے حلیف خزاعہ کے ساتھ خیانت کرنے کی حد تک پہنچ گیا[1]، تو آپؐ نے مشرکین مکہ کے ساتھ جنگ کرنے کی ٹھان لی انہوں نے اس صلح سے نہایت بڑے انداز میں فائدہ اٹھایا تھا۔ ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس پختہ عزم جنگ کے اخفاء کا التزام رکھا کہ قریش کو اس وقت تک اس کا پتہ نہ چلے جب تک آپؐ اچانک اپنی فوج کے ساتھ ان پر نہ آپڑیں اور کم از کم جانی نقصان کے ساتھ مکہ پہ قابض ہو جائیں، اسی لیے آپؐ نے فرمایا تھا جس کو آپؐ کے بعض خاص اصحاب نے سُنا کہ اے اللہ ان کے کانوں اور آنکھوں کو کام کرنے سے بند کر دے وہ ہمیں اچانک ہی دیکھیں اور ہمارے متعلق دفعۃً ہی سنیں[2]، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے شدید آرزومند تھے کہ جنگ کی خبروں کو مشرکین مکہ سے پوشیدہ رکھا جائے آپ نے اس کے لیے

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ صـ ۷۹۲

[2] البدایہ والنہایہ ج ۴ صـ ۲۸۲

تمام ضروری اقدامات کیے اور آپ نے جنگ کی خبر کو اپنے عام مہاجر اور انصار صحابہ سے بھی خفیہ رکھا اور جنگ کی تیاری کا اعلان کر دیا مگر یہ نہ بتایا کہ آپ کس طرف جانا چاہتے ہیں یہاں تک کہ آپ کے اصحاب نے مختلف قسم کے اندازے لگانے شروع کر دیے ان میں سے بعض نے خیال کیا (جب انہوں نے آپؐ کو اسلامی فوجوں کو جمع کرتے دیکھا) کہ آپ رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور بعض نے یہ خیال کیا کہ آپ نجد سے جنگ کرنا چاہتے ہیں، باوجود اس کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ نہیں کیا تھا پھر بھی اسلام کی تمام فوجیں اکٹھی ہو گئیں اور آپ نے دیہاتی باشندوں اور ان مسلمانوں کو جو مدینہ کے گرد و پیش میں رہتے تھے آدمیوں کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ وہ انہیں کہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان شریف میں مدینہ میں حاضر ہو جائے[1] دیہاتیوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول کیا۔ اور قبائل عرب میں سے غفار، مزنیہ، اشجع، جہنیہ اور اسلم مدینہ میں آ گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے خاص اصحاب سے جنگ مکہ کے متعلق مشورہ لینا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کو حکم دیا کہ وہ جنگ کی خبر کو ہر شخص سے پوشیدہ رکھیں خواہ وہ کوئی بھی ہو، مورخین کہتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کا سامان تیار کرے مگر اس بات کو مخفی رکھے حضرت ابوبکرؓ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضہ کے پاس آئے اس وقت وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گندم، ستو، آٹا اور کھجوریں تیار کر رہی تھیں

---

[1] السیرۃ الحلبیہ ج ۲ صہ ۱۹۹

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ۔ اے عائشہؓ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے ۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا مجھے کچھ پتہ نہیں ، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کا ارادہ کر لیا ہو تو ہمیں بتا دے ہم بھی تیاری کر لیں ، حضرت عائشہؓ نے جواب دیا مجھے کچھ پتہ نہیں پھر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کیا آپؐ بنی الاصفر یعنی رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں تو حضرت عائشہؓ خاموش رہیں پھر حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا شاید آپؐ اہل نجد سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اس پر بھی حضرت عائشہؓ نے خاموشی اختیار کی پھر حضرت ابوبکرؓ نے کہا شاید آپ قریش سے جنگ کرنا چاہتے ہیں پھر بھی حضرت عائشہؓ خاموش رہیں اور آپ پر یہ باتیں گراں گزریں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ ! آپؐ نے سفر کا ارادہ کیا ہے ؟ آپؐ نے جواب دیا ہاں ! حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا میں بھی تیاری کروں ، فرمایا ہاں ! حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں ؟ فرمایا قریش کے پاس ، اے ابوبکرؓ اس بات کو پوشیدہ رکھنا حضرت ابوبکرؓ نے کہا ، کیا ہمارے اور ان کے درمیان مدت مقرر نہیں ؟ فرمایا انہوں نے خیانت اور عہد شکنی کی ہے ۔ اور میں ان سے جنگ کرنے والا ہوں نیز آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا جو باتیں میں نے آپ سے کی ہیں انہیں افشا نہیں کرنا ، جب کہ بعض نے یہ گمان کیا کہ آپؐ شامیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں بعض نے ثقیف سے اور بعض نے خیال کیا کہ آپؐ ہوازن سے جنگ کرنا چاہتے ہیں [1]

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۶

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچیوں کا قبائل کو جمع کرنے کے لیے جانا۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو آپ نے اپنے بارہ مخلص صحابہ کو، قبائل کے جمع کرنے کے لیے جنگلات کی طرف بھیجا ان نمائندوں کے نام یہ ہیں :۔

۱۔ اسماء بن حارثہ[1] اسلم قبیلہ کی طرف۔
۲۔ ہند بن حارثہ[2] " " " "
۳۔ رافع بن مکیث[3] الجھنی ۔ جھنیہ کی طرف
۴۔ جندب[4] بن مکیث الجھنی ۔ " " "
۵۔ ایماء بن رحضہ[5] ۔ غفار، بنی ضمرہ اور بنی الحصین کی طرف۔

---

[1] اسماء بن حارثہ بن سعید بن عبد اللہ بن غیاث اسلمی ، ان کی کنیت ابو ہند تھی آپ اصحاب صفہ میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو خدمت رسول میں فنا تھے آپ کی وفات حضرت معاویہؓ کی خلافت میں ۸۰ سال کی عمر میں ہوئی۔

[2] یہ اسماء بن حارثہ کے بھائی تھے دونوں اصحاب حدیبیہ میں سے تھے بغوی نے بیان کیا ہے کہ ہند اپنے سات بھائیوں کے ساتھ بیعت رضوان میں شامل تھے۔

[3] رافع بن مکیث کے حالات کے لیے دیکھیے ہماری کتاب "صلح الحدیبیہ"

[4] جندب بن مکیث بن عمرو بن جراد الجھنی ، رافع بن مکیث کے بھائی تھے۔ آپ غالب بن عبد اللہ اللیثی کے زیر قیادت نکلنے والے سریہ میں شریک تھے۔

[5] حافظ ابن حجر "الاصابہ" ص۱۰۲ ج۱ میں فرماتے ہیں آپ ایماء بن رحضہ (رخصاء نہیں) بن خزعہ بن خفاف بن حارثہ بن غفار ہیں ، قدیم الاسلام ہیں (باقی ص۱۳۲ پر)

۶ - ابو رُھم کلثوم بن الحصین	غفار، بنی ضمرہ اور بنی الحصین کی طرف۔
۷ - معقل بن سنان [1]	اشجع کی طرف۔
۸ - نعیم بن مسعود	" " "
۹ - بلال بن الحارث [2]	مزنیہ کی طرف

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۳۱) مسلم کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے قبل آپ اپنی قوم کی امامت کراتے تھے۔ لیکن ابن اسحاق کا کہنا ہے، ایماء غزوہ بدر میں مشرکوں کے ساتھ تھے۔ آپ غزوہ بدر کے بعد اسلام لائے (تفصیلات کے لیے دیکھیے ہماری کتاب غزوۂ بدر الکبریٰ صہ ۱۵۰)

[1] معقل بن سنان بن منظہر الاشجعی، آپ قدیم الاسلام تھے جب آپ حضور علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ صلعم نے انھیں جاگیر دی نہایت خوبصورت تھے مؤرخین کہتے ہیں کہ جب یہ خلافت عمر میں مدینہ آئے تو ایک شاعر نے کہا:-

میں معقل کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جب وہ پاپیادہ بقیع کی طرف جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر ایک عورت نے کہا تھا جب حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے معقل کو بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیا (اصابہ جلد ۳ صہ ۴۴۵) جنگ حنین اور فتح مکہ کے روز معقل اپنی قوم اشجع کا علم اُٹھائے ہوئے تھے، آپ کو ابن عقبہ المری نے ۶۳ھ میں مدینہ پر قابض ہو کر قتل کر دیا۔

[2] بلال بن حارث بن عصم المزنی، قدیم الاسلام تھے، فتح مکہ سے قبل مدینہ میں سکونت اختیار کر لی فتح مکہ کے روز مزنیہ کا ایک جھنڈا یک کے پاس تھا۔ بعد ازاں بصرہ میں رہائش پذیر ہوئے اور ۶۰ھ میں اسی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

۱۰ - عبداللہ بن عمرو المزنی[1] ـــــ مزینہ کی طرف۔

۱۱ - الحجاج بن علاط اسلمی ـــــ بنی سلیم کی طرف۔

۱۲ - عرباض ابن ساریہ[2] ـــــ ″ ″ ″ ″

۱۳ - بشر بن سفیان ـــــ بنی کعب کی طرف۔

۱۴ - بدیل بن ورقا ـــــ ″ ″ ″ ″

مجلس مشاورت میں حضرت ابوبکرؓ کا قریش کے ساتھ نرمی، اور حضرت عمرؓ کا سختی کرنے کا مطالبہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قریش سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو آپ نے ایک مجلس اعلیٰ کا انعقاد کیا تاکہ آپ اپنے بعض خاص اصحاب سے جن کا نام جنگی بورڈ کے ارکان اور وزراء میں آنے کا امکان تھا، تبادلہ خیال کریں، ان اصحاب کے سرخیل حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے حضرت ابوبکرؓ مکہ پر چڑھائی نہ کرنے کے حق میں تھے' ان کا کہنا تھا کہ کچھ دیر انتظار کیا جائے جیسا کہ آپ نے مجلس میں یہ کہہ کر اشارہ کر دیا تھا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ آپ کی قوم سے ہیں، مگر حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عبد بن عمرو (ابن ردیم یا ملیک یا ھلال؟) ابن حجر نے اصابہ ص ۳۴۴، ۳۴۵ ج ۲ میں سب کا ذکر کیا ہے یہ نہیں لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کس کو مزینہ کی طرف بھیجا تھا؟

[2] عرباض بن ساریہ بن نجیح اسلمی، مشہور راوی حدیث صحابی ہیں، اصحاب صفہ میں سے ہیں ۷۵ھ میں فوت ہوئے، حمص شام میں رہائش تھی آیت کریمہ "ولا علی الذین" الخ - آپ کے بارے میں نازل ہوئی۔

کو انہیں سزا دینے اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ترغیب دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحت سے کہہ دیا کہ جب تک تمام قریش کا کانٹا نہ نکال دیا جائے اس وقت تک جزیرہ میں بت پرستوں کو جھکانے اور اسلام کو قرار حاصل ہونے کی کوئی سبیل نہیں ہو سکتی، حضرت عمرؓ نے کہا وہ کفر کے سردار ہیں انہوں نے آپ کو ساحر اور کذاب خیال کیا ہے خدا کی قسم اس وقت تک عرب مطیع نہیں ہو سکتے جب تک اہل مکہ مطیع نہ ہو جائیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی رائے کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا، ابوبکرؓ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں نہایت نرم تھے اور عمرؓ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے اور جس رائے پر عمل ہونا چاہیئے وہ رائے عمرؓ ہی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ مکہ میں بتوں کا وجود نیست و نابود کر دینا چاہیے بالآخر یہ فیصلہ ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی تادیب کے لیے ان سے جنگ کریں کیونکہ انہوں نے صلح کی موجودگی میں خزاعہ کے ساتھ نہایت گھناؤنی خیانت کر کے عہد شکنی کی ہے اور ان کے ۲۳ بے گناہ آدمیوں کو قریش اور ان کے بکری حلیفوں نے مکہ کے اندر کعبہ کے قریب قتل کیا ہے۔

منصوبہ کو پوشیدہ رکھنے کا شدید التزام

باوجودیکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاص اصحاب سے مکہ پر حملہ کرنے کے عزم کا اظہار کر دیا تھا مگر آپ اس منصوبہ کو پوشیدہ رکھنے کا سخت التزام کرتے رہے شہروں اور دیہات میں رہنے والے مسلمان قبائل کے درمیان نفیر عام کے بعد، اسلام کی دس ہزار جانبازوں کی فوج جمع ہو گئی جن کو ساتھ لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوئے فوج کے عام لوگوں کو بھی یہ علم نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور کس پر

حملہ کرنے والے ہیں مگر جب وہ مرالظہران پہنچے تو وہاں پر انہیں پتہ چلا کہ بتوں کے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے واسطے وہ مکہ مکرمہ جا رہے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتباہ پیدا کرنے کے لیے سریہ کو روانہ کرنا۔

دشمن پر اپنے منصوبہ کے اخفاء کو زیادہ مضبوط بنانے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے آٹھویں سال پہلی رمضان کو (یہ وہی مہینہ ہے جس میں فتح مکہ کی تکمیل ہوئی تھی) ایک فوجی سریہ نجد کی طرف بھیجا جو مدینہ سے مشرق میں واقع ہے اور سریہ کو حکم دیا کہ وہ بطن اضم تک جائے (یہ اشجع کی وادی ہے جو قبیلہ غطفان میں سے ہے یہاں پر پانی ہے جس میں چلنے والا یمامہ سے مکہ تک اس میں چلا آتا ہے[1]) اس فوجی دستہ کو اعلانیہ صورت میں مشرق کی طرف بھیجنے کا مقصد سب لوگوں کو اس وہم میں ڈالنا تھا کہ جو فوج مدینہ سے چلی ہے اس کا مقصود منطقہ نجد ہے نہ کہ مکہ مکرمہ، جو مدینہ سے جنوب میں واقع ہے مؤرخین کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے جنگ کرنے کی ٹھان لی تو آپؐ نے ابو قتادہ بن ربعی کو ایک سریہ کا سردار بنا کر بطن اضم کی طرف بھیجا جو ذی خشب اور ذی المروہ کے درمیان واقع ہے اور اس کے اور مدینہ کے درمیان ۳۰ میل کا فاصلہ ہے تاکہ آدمی یہ خیال کرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کی خبریں بھی پھیل جائیں پس سریہ اعلانیہ طور پر طے شدہ پروگرام کے مطابق چلا گیا اور اس وقت واپس آیا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظیم فوج کے ساتھ مدینہ سے مکہ

---

[1] معجم البلدان ج ۱ ص ۲۱۴

کی طرف روانہ ہو چکے تھے یہ سریہ آپ کو راستے میں اس جگہ پہ ملا، جسے "السقیا" کہا جاتا ہے (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۳)

مشتبہ افراد اور راستوں کی نگرانی اور مکہ کی طرف سفر کی رکاوٹ

جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے اپنی فوج کی روانگی کی خبروں کو پوشیدہ رکھا ایسے ہی آپؐ نے ان راستوں کی نگرانی کرنے کا حکم دے دیا جو مکہ کی طرف آتے ہیں اور ہر اس آدمی کو روکنے کا آرڈر جاری کر دیا جو مشکوک نظر آئے، راستوں کی نگرانی کا کام حضرت عمرؓ بن الخطاب کے سپرد کیا گیا، مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق، بطور نگران راستوں پہ گھومتے پھرتے تھے اور محافظوں سے کہتے تھے کہ جو مشتبہ آدمی تمہارے پاس سے گزرے اُسے میرے پاس لانا، باقی تمام راستے پُرامن تھے سوائے اس راستے کے جو مکہ کو جاتا تھا اس کی حفاظت ہو رہی تھی اور اس پہ چلنے والے سے باز پُرس کی جاتی تھی۔

ملٹری پولیس کا راستوں پر سخت نگرانی کرنا

راستوں کی سخت نگرانی کی وجہ سے پوشیدگی کا منصوبہ نہایت کامیاب ہوا، اسلامی محافظوں نے کسی بھی مشتبہ فرد کو مکہ کی طرف سفر نہیں کرنے دیا، اس وجہ سے مشرکین کو مکہ میں خبروں کا بالکل پتہ نہیں چل سکا، ان کو اس وقت ہی پتہ چلا جب لشکر نبویؐ مکہ کے قریب چھاؤنی ڈالے ہوئے تھا وہ بہت پشیمان ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ تو انہوں نے فرماں برداری اور اطاعت کرنے کا فیصلہ کر لیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ بغیر کسی قابلِ ذکر مزاحمت کے فاتحانہ

شان سے مکہ میں داخل ہو گئے۔

ایک صحابی کا جنگ کی خبر قریش کو پہنچانا اور ناکام ہونا۔

ایک مہاجر صحابی سے ایک ایسی غلطی کا ارتکاب ہوا، قریب تھا کہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ منصوبۂ اخفاء تلپٹ ہو جاتا جو آپ اپنی عسکری چالوں میں اختیار فرمایا کرتے تھے اس صحابی (حاطب بن ابی بلتعہ) نے خفیہ طریق سے قریش کو یہ خبر دینی چاہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ کا عزم کیے ہوئے ہیں۔ یہ صحابی بدری صحابہ اور سابقون الاولون اور ان مشہور جنگجوؤں میں سے تھا جو جنگ اُحد کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ثابت قدم رہے تھے۔ جب اُسے اپنے خاص طریق سے پتہ چل گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مشرکین مکہ کی طرف جانا چاہتے ہیں تو ضعفِ بشری نے —— جس کا منشا اپنے اہل اور اقارب پر مہربانی کرنا تھا —— اُسے ایک عظیم خطا کے ارتکاب پر آمادہ کیا، اگر وہ سابق الاسلام اور اہل بدر میں سے نہ ہوتا تو اُسے سخت سزا دی جاتی، یعنی وہ سزا جو ایک جاسوس کی ہوتی ہے اور موت کی حد تک پہنچتی ہے ——

اصحابِ حدیث، مغازی اور سیر نے بیان کیا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے مکہ کے تین مشرک سرداروں صفوان بن اُمیّہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابوجہل کی طرف لکھا اور انھیں بذریعہ خط یہ اطلاع دی، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے جنگ کرنے کے لیے فوج کو جمع کر رہے ہیں نیز مشرکین کے ان لیڈروں کو خط میں لکھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں جنگ کا اعلان کر دیا ہے اور میرے خیال میں وہ آپ لوگوں کے سوا، اور کسی سے

جنگ نہیں کرنا چاہتے اور میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ خط تم پر ایک احسان ہو۔"
اور اس خط کو قریش تک پہنچانے کے لیے اس نے ایک عورت کو کرائے پر حاصل کیا جسے سارہ[1] کہا جاتا تھا اور قریش کی طرف خط پہنچانے پر اُسے ایک دینار دینا کیا اور اُسے کہا، اس کو مقدور بھر پوشیدہ رکھنا اور معروف راستے پر نہ جانا، وہاں محافظ کھڑے ہیں تو وہ متروک راستوں پر چلی جن پر محافظ نہ تھے راستے کی بائیں جانب سیاہ پتھروں کی دراڑوں میں، یہاں تک کہ عقیق سے بڑی شاہراہ پر چل پڑی! یہی وجہ ہے کہ راستے کے محافظوں میں سے کسی کو اس کا پتہ نہ چلا اور وہ ذوالحلیفہ پہنچ گئی (یہاں حضرت علی رضہ کے کنوئیں ہیں) جو مدینہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ حاطب نے سارہ کو جس مہم کے لیے منتخب کیا تھا اس نے اس پر عملدرآمد شروع کر دیا اور اس خط

---

[1] یہ سارہ بنی عبدالمطلب بن عبد مناف میں سے کسی کی باندی تھی اور مکہ میں گلوکارہ تھی، سیرۃ الحلبیہ میں ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئی اور اسلام قبول کر لیا اور آپ سے غلہ طلب کیا اور ضرورت کی شکایت کی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا تمہارے لیے گلوکاری کی آمدنی کافی نہیں ہوتی، کہنے لگی جب سے بدر میں قریش کے آدمی مارے گئے ہیں انہوں نے گانا سننا چھوڑ دیا ہے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے صلہ رحمی کی اور اُسے کھانے کا ایک اونٹ بوجھ دیا وہ قریش کے پاس واپس آکر اسلام سے مرتد ہو گئی، اسی لیے یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے قتل کا حکم دیا تھا۔

کو جو حاطب نے قریش کی طرف لکھا تھا اس طرح چھپانے لگی کہ انسان اس کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اس نے مدینہ چھوڑنے سے قبل، اپنے سر کے بالوں کو گوندھا پھر ان میں خط کو چھپایا پھر اس پہ اپنی ایک مینڈھی بٹ دی پھر دونوں مینڈھیوں کو کھلا چھوڑ دیا جن میں خط اچھی طرح چھپ گیا پھر وہ اپنی مہم کو مکمل کرنے کے لیے مکہ کی جانب چل پڑی جو لوگ راستوں کی نگرانی اور گزرنے والوں کی دیکھ بھال کرنے پہ مقرر تھے ان میں سے کسی نے بھی اس کو مدینہ چھوڑتے وقت نہ دیکھا اس لیے وہ مدینہ چھوڑنے میں کامیاب ہو گئی، ہاں ابھی یہ جاسوسہ ذوالحلیفہ پہنچنے نہ پائی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے اور اس کے بھیجنے والے کا معاملہ منکشف ہو گیا، آپ کو بذریعہ وحی الٰہی انتباہ کیا گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے حضرت علی رضؓ اور حضرت زبیرؓ بن العوام کو بلا کر فرمایا کہ وہ اس جاسوس عورت کو مل کر اس سے حاطب کا وہ خط لے لیں جو اس نے اُسے قریش کے لیڈروں تک پہنچانے کے لیے دیا ہے، آپ نے فرمایا تم دونوں اس عورت کو ملو، جس کو حاطب نے خط دے کر قریش کی طرف بھیجا ہے جس میں انہیں اس بات کے متعلق انتباہ کیا گیا ہے جو ہم نے ان کے بارے میں متفقہ طور پہ پاس کی ہے [1]

حضرت علی رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ بڑی برق رفتاری سے اس جاسوسہ کے پیچھے چل پڑے ابھی انہوں نے کوئی لمبی تحقیق نہیں کی تھی کہ اس کو شہر کے قریب ایک جگہ پہ اپنے اونٹ پہ سوار دیکھا اس جگہ کو خلیفہ کہا جاتا ہے یعنی خلیفہ بنی ابی احمد [2]

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۱

[2] البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۸۳

ان دونوں نے اُسے ٹھہرنے کو کہا پھر اس کو اونٹ سے اُترنے کے متعلق کہا تو وہ اُتر پڑی ، ان دونوں حضرات نے اس کے کجاوے کی بڑی باریک بینی سے تفتیش کی مگر اس خط کا کوئی نشان نہ پایا جس کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا ، انہوں نے اس سے مذکورہ خط کے متعلق پوچھا تو اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تو اس کے متعلق کچھ علم نہیں تو انہوں نے اس پر سختی کی اور قسم کھا کر کہا کہ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی ہم جھٹلائے جائیں گے ، پھر انہوں نے اُسے ڈرایا کہ اگر تو ہمیں وہ خط نہ دے گی جو تیرے پاس ہے تو پھر ہم تیری تلاشی لیں گے خواہ اس کے لیے تیرے کپڑے اتارنے پڑیں ، جب اس نے ان کی سنجیدگی کو دیکھا تو ہمت جواب دے گئی اور اس نے خط کا اعتراف کر لیا پھر اس نے ان دونوں حضرات سے مطالبہ کیا کہ میری طرف نہ دیکھو ——— تاکہ وہ اس کے سر کے بالوں کو نہ دیکھ لیں ——— ان دونوں نے اس سے منہ پھیر لیا تو اس نے اپنے سر کی مینڈھیوں کو کھولا اور خط نکال کر ان کو دے دیا اور وہ یہ خط لے کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے ، سیرت کی کتابوں میں اس جاسوس عورت کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور اُسے گرفتار نہیں کیا ، یہ سب کچھ ہدایاتِ رسولؐ کے مطابق تھا[1] ، اس طرح جاسوسی کی یہ عظیم کاروائی ناکام ہوئی جس کے ارتکاب کا آغاز حاطب بن ابی بلتعہ نے اپنے نبی اور اس کی اُمت کے خلاف کیا ، اگر یہ کاروائی کامیاب ہو جاتی تو قریش

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۹۸ صحیح البخاری ، سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۹۹ ، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۸۳

مطلع ہو جاتے اور اس جنگ کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاتے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ قریش کو اچانک اس کا سامنا کرنا پڑے،

اصل بات یہ ہے کہ فریقین کے درمیان ہونے والے زبردست معرکوں اور کثیر جانی نقصان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا آرزومند بنا دیا تھا کہ کسی کا خون نہ گرایا جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاطب بن ابی بلتعہ سے تحقیق کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ سے جواب طلبی اور اس خط کی تحقیق کرنے کے لیے بلایا جو اس نے قریش کو لکھا تھا اور حضرت علی رضؓ اور زبیر رضؓ نے جسے سارہ نامی جاسوسہ سے پکڑا تھا، جب حاطب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے حاطب کا وہ خط نکال کر اس سے پوچھا، کیا آپ اس خط کو پہچانتے ہیں تو اس نے انکار نہ کیا ہاں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا؟ تو اس نے جواب دیا خدا کی قسم میں اللہ اور اس کے رسول کا ماننے والا ہوں مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ قوم (یعنی قریش مکہ) میں میرا کوئی اصل اور خاندان نہیں ہے اور ان کے درمیان میرے اہل اور بچے ہیں اور آپؐ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے وہاں رشتہ دار ہیں جو مکہ میں ان کے اموال اور اہل کی حفاظت کرتے ہیں اور میری کوئی رشتہ داری نہیں ہے تو میں نے چاہا کہ میں ان پر احسان کر دوں تاکہ اپنے اہل کو بچا لوں، میں نے اسلام کے بعد کفر نہیں کیا اور مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی جنگ مسلط کرنے والا ہے میرا خط انہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتا [1]۔

---

[1] سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۰

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس معاملے کو ختم کرنے کا حکم دینا اور حاطب کو معاف کرنا

حضرت عمر رضؓ بھی بوقت تحقیق حاضر تھے انہیں حاطب پر غصہ آ گیا

اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ کر اس کو مارنے کا مطالبہ کیا کہ یا رسول اللہ مجھے چھوڑ دیجئے میں اس کی گردن مار دوں کیونکہ اس نے منافقت کی ہے[1] مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضؓ کی تجویز سے متفق نہ ہوئے بلکہ حاطب سے عفو و درگزر کیا کیونکہ اسلام کی طرف سبقت کرنے اور اس کا دفاع کرنے میں اس نے عظیم کارنامے سرانجام دیے تھے اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ کو ختم کرنے کا حکم دیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو معاف فرما کر تحقیق کو انتہا تک پہنچاتے ہوئے فرمایا، اس نے تم سے سچ کہا ہے اس کے متعلق اچھی باتیں کرو[2]، پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے سخن حضرت عمر رضؓ کی طرف کیا اور حاطب کی معافی کی تاکید کی کیونکہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں حاضر تھا ارشاد فرمایا: (اور اے عمر رضؓ تجھے کون بتائے) اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز، اصحاب بدر پر مطلع ہو کر کہا تھا " جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے[3] " اور حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں :-

یاایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ[4] (اے مومنو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ، تم ان کو پیام محبت دیتے ہو)

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۱ [2] صحیح البخاری [3] تاریخ طبری ج ۳ ص ۴۹
[4] الممتحنہ -

اس آیت میں حاطب بن ابی بلتعہ کے ایمان کی شہادت اور تاکید پائی جاتی ہے کیونکہ یہ تنبیہ خصوصاً اس کے لیے ہے اور عموماً مومنین کے لیے، اس لیے کہ حاطب ہی نے انہیں یہ خط لکھ کر پیام محبت دیا تھا۔

حاطب بن ابی بلتعہ کی کوشش کی ناکامی اور مکہ پر حملے کے منصوبے کے اخفاء پر استمرار

جاسوس سارہ سے اس خط کی واپسی کے بعد جو اس نے قریش کو لکھا تھا، اخفاء کے منصوبے پر معمول کے مطابق عمل ہوتا رہا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع جنگی چالیں قریش سے مخفی رہیں یہاں تک کہ آپ اپنی فوج کے ساتھ مکہ کے قریب مرالظہران میں پہنچ گئے اسی طرح عام صحابہ اور فوج کی بڑی تعداد کو جو دس ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی، یقینی طور پر پتہ نہ چلا کہ آپ ان کو کہاں لیے جارہے ہیں اور ان کے ساتھ کس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، جنگی کاروائیوں میں (سوائے شاذونادر کے) ہمیشہ ہی سے کام لینا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا، یہ اسکیم دشمن پر کامیابی حاصل کرنے کے اہم وسائل میں سے ہے۔ بعض قبائل کے لیڈروں (خصوصاً اعراب) نے اس جہت کے متعلق جس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانا چاہتے تھے، معلوم کرنا چاہا وہ پوچھتے تو انہیں تسلی بخش جواب نہ ملتا۔

جب فوج قدید میں پہنچی تو عیینہ بن حصن الفزاری (جو مسلمان ہو چکا تھا) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فوج کو تیار کرتے اور دستوں کے سالاروں میں جھنڈے تقسیم کرتے دیکھا تو پوچھا یا رسول اللہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا جواب دیا "جہاں اللہ چاہے گا"[1]

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۰۳

کعب بن مالک ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہسوار اور اسلام کے نغز گو شاعر تھے انہوں نے کوشش کی کہ وہ صحابہ کے واسطے معلوم کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جہت کا علم حاصل کریں جس کی طرف آپ اس عظیم فوج کو لے کر جانا چاہتے ہیں ، مگر انہیں بھی کامیابی نہ ہوئی۔

سیرو مغازی کی کتب سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کیے رکھی اور آپ کے اصحاب کو کچھ پتہ نہ تھا کہ آپ ان کو کہاں لیے جاتے ہیں یہاں تک کہ حضور، حرم کی حدود کے قریب پہنچ گئے ، اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فوج کے ساتھ وادی عرج[1] میں فروکش ہوئے (یہ طائف کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے) تو کعب بن مالک نے انصار و مہاجرین کے سب سرداروں سے کہا (حالانکہ وہ سب اس جہت کو معلوم کرنے کے شائق تھے ، جس پہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حملہ کرنا چاہتے تھے ، کیا آپ ثقیف یا ہوازن یا قریش پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں) —— میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں اور تمہارے لیے معلوم کرتا ہوں کہ آپ کس طرف جانا چاہتے ہیں ؟

کعب آکر ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا پھر کہنے لگا :

ہم نے تہامہ اور خیبر سے تمام شکوک کو ختم کر دیا پھر ہم نے تلواروں کو اکٹھا کیا ، ہم ان تلواروں سے پوچھتے ہیں اگر تلواریں بولتی ہوتیں تو وہ دوس اور ثقیف کا نام لیتیں ، میں تمہارے گھر کے صحن میں آنے والا نہیں اگر تم ان تلواروں میں سے ہزاروں تلواروں کو نہ دیکھو ، ہم وادی وج[1] میں خیمے کھینچ رہے ہیں اور ہم اُن سے

---

[1] طائف کے قریب وادی میں بڑی بستی ہے ، یہاں بنو نضر بن معاویہ آباد تھے - جن کا تعلق ہوازن سے تھا ۔ طائف کی مشہور وادی ہے - طائف کی آبادی بڑھنے کی وجہ سے اب یہ وادی شہر کے درمیان آگئی ہے اب اس وادی کے دونوں طرف شہر کی بہت سی عمارتیں بن گئی ہیں۔

گھروں ہی سے ہی ان میں قائم مقام چھوڑ رہے ہیں۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار سن کر صرف مسکرا دیے تو صحابہ کہنے لگے خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے کچھ بھی وضاحت نہیں کی ہم نہیں جانتے کہ وہ قریش سے جنگ کی ابتدا کریں گے یا ثقیف اور ہوازن سے[1]

مدینہ سے چلنے والی فوج نبوی کی تعداد

مؤرخین اور اصحاب سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو فوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پر حملہ کے لیے لے کر گئے وہ دس ہزار جانبازوں سے کم نہ تھی بعض کہتے ہیں کہ وہ بارہ ہزار تک تھی، ہاں یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مدینہ سے چلنے والی فوج پوری فوج نہیں تھی کیونکہ مدینہ سے دور رہنے والے بعض مسلم قبائل جیسے سلیم[2] الحجاز، آپ کے مدینہ سے نکل آنے کے بعد، جیش نبوی میں شامل ہوئے تھے۔

مدینہ سے چلنے والی فوج میں انصار ومہاجرین کی تعداد کی نسبت

جس فوج کے ساتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے مارچ کیا وہ سات ہزار چار سو جانبازوں پر

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۰۳

[2] یہ بنو عدنان و بنو قحطان کی نسل سے تعلق رکھنے والے متعدد قبائل کا نام ہے۔ لیکن یہاں خاص طور پر جو مشہور قبیلہ مراد ہے وہ یہ ہے بنو سلیم بن منصور بن عکرمہ ابن خصفہ بن قیس بن غیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اس قبیلہ کی شاخیں بالائے نجد سے ہوازن کے بنو نصر بن معاویہ کی حدود ذلاسن تک پھیلی ہوئی تھیں۔

مشتمل تھی اور اس میں انصار و مہاجرین اور دوسرے قبائل کی نسبت مندرجہ ذیل تھی۔

انصار	۴۰۰۰
مہاجرین	۷۰۰
مزنیہ	۱۰۰۰
اسلم[1]	۴۰۰
جہنیہ	۸۰۰
بنو کعب بن عمرو[2]	۵۰۰

واقدی کا خیال ہے کہ بنو کعب نے مدینہ سے مارچ نہیں کیا بلکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قدید میں ملے ہیں جو کہ ان کے ٹھکانوں میں سے ایک ٹھکانہ تھا، یہ وہ بڑی فوج تھی جس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مارچ کیا تھا۔[3]

بقیہ اسلامی افواج جن سے جیشِ نبوی مارچ کے درمیان فوج نبویؐ میں شامل ہونے والے

دس ہزار جانبازوں تک پہنچا وہ مختلف قبائل سے تھیں جو راستے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوتی رہیں جب کہ آپ فوج کے ساتھ مکہ کی

---

[1] یہ متعدد قحطانی قبائل کا نام ہے لیکن یہاں اسلم بن افصیٰ بن حارثہ بن عمرو بن عامر مراد ہیں، ان کے گھر مدینہ کے قریب ذبرہ میں تھے۔

[2] کعب متعدد قحطانی و عدنانی قبائل کا نام ہے یہاں بنو خزاعہ کی شاخ بنو عمرو بن خزاعہ بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو مزیقیا بن ماء السماء شاہ مآرب مراد ہے۔

[3] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۰۰

طرف جا رہے تھے، ان قبائل میں سے ایک قبیلہ سلیم ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ شامل ہوا جب کہ آپ قدید میں اپنے راستے پر مکہ جا رہے تھے نیز غفار اور اشجع وغیرہ بھی دوران سفر آکر ملے۔

جیش نبوی کے شہسواروں کے ہتھیار

مکہ پر حملہ کرنے والی فوج نبوی کے ہتھیاروں کے متعلق مؤرخین کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ دس ہزار جانبازوں کی فوج میں تقریبًا دو ہزار اسّی شہسوار تھے، قبیلوں کے لحاظ سے ان شہسواروں کی نسبت مندرجہ ذیل تھی :-

۱۔ بنو سلیم	۱۰۰۰	
۲۔ انصار	۵۰۰	
۳۔ مہاجرین	۳۰۰	
۴۔ مزنیہ	۱۰۰	
۵۔ جہنیہ	۵۰	
۶۔ دیگر قبائل	۱۰۰	تقریبًا
۷۔ اسلم	۳۰	[1]

فوج کے ساتھ لیجایا جانے والا اسلحہ

فوج میں لے جایا جانے والا اسلحہ بلاشبہ بہت تھا مگر کسی مؤرخ نے اس کی تعداد کی حد بندی نہیں کی اسی طرح بچاؤ کرنے والے ہتھیاروں یعنی زرہوں وغیرہ کا حال ہے مجھے ان کی کمیت کے شمار کی اطلاع نہیں ہوسکی ہاں

---

[1] سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۱، مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۰۰، امتاع الاسماع ص ۳۶۴۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مزنیہ کی فوج ایک سو زرہ پوش جوانوں پر مشتمل تھی[1]

مدینہ میں نائب حاکم کا تقرر

جب مدینہ میں فوج مکمل طور پر اکٹھی ہو گئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری اور سامان مکمل کر لیا اور مارچ کی تاریخ مقرر کر دی تو آپ نے حسب دستور ایک نبوی سرکلر جاری کیا جس کے بموجب آپ نے حضرت ابن ام مکتوم کو امیر مدینہ مقرر کیا جو لوگوں کو نماز پڑھائیں گے اور اس جنگ سے واپسی تک وہ نیابت رسولؐ میں مدینہ کے حالات و معاملات کے منتظم ہوں گے، طبری کہتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رہم کلثوم بن حصین الغفاری کو اپنا نائب مقرر کیا۔

مدینہ سے فوج کے مارچ کرنے کی تاریخ

ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کے اوائل میں گھڑی کی سوئیاں اپنے مدار میں حرکت ہوئی اسلام کی فیصلہ کن تاریخ میں اس نقطہ کی طرف بڑھنے لگیں، جس تک پہنچنے پر اسلام اور بت پرستی کے درمیان اسلام کی بہتری کے لیے آخری معرکہ آرائی ہوئی تھی اور اس مبارک مہینے کے آخر میں توحید کی فوج کا مکہ پر مکمل قبضہ ہو جانا تھا، مقدس دار الخلافہ پر مسلمانوں کے قبضے سے جزیرہ عرب میں بت پرستی کا سب سے بڑا قلعہ پیوند خاک ہو گیا اور اس کے سقوط سے جزیرہ میں بت پرستی کے بقیہ اڈے بھی یکے بعد دیگرے بغیر کسی قابل ذکر حربی مشقت کے ختم ہونے لگے، سوائے اس شدید ٹکراؤ کے جو مسلمانوں اور ہوازن کے درمیان وادی حنین میں شوال ۸ھ میں ہوا۔

۱۰ رمضان المبارک کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اسلامی فوج کے ساتھ

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۰۰

مدینہ سے روانہ ہوئے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ، شروع شروع میں صرف سات ہزار جانباز تھے ، مارچ کے دوران مسلم قبائل میں سے اور لوگ بھی اس فوج میں آ ملے جس سے اس کی تعداد دس ہزار جانبازوں تک پہنچ گئی بعض نے کہا ہے کہ بارہ ہزار جانبازوں تک پہنچ گئی تھی [۱]

بغیر تیاری کے فوج کا نکلنا

اکثر مؤرخین نے اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے بغیر کسی تیاری کے نکلے ، آپ نے قدید پہنچ کر جو آپ کے حلیف خزاعہ کا مقام ہے ، فوج کے دستے ترتیب دیے اور ان کے سالاروں کو جھنڈے تقسیم کیے اس لیے کہ قدید ہی میں فوج کی تعداد مکمل ہوئی جہاں بنو سلیم ایک ہزار شہسواروں کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے جن کی قیادت ان کا سردار عباس بن مرداس [۲] سلمی کر رہا تھا یہ آخری بدوی فوج تھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ساتھ اس وقت آ کر شامل ہوئی جب آپ مکہ کے راستے پر تھے۔

فوج کو رمضان میں روزہ کے افطار کی رخصت

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے

---

[۱] امتاع الاسماع ص ۳۶۴

[۲] عباس بن مرداس بن عامر سلمی ، مضر قبیلہ میں سے تھا ، زرکلی کہتا ہے کہ اس کی کنیت ابو الہیثم تھی اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھا شاعر اور شہسوار تھا اس کی ماں مشہور شاعرہ خنساء تھی ، فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا اور اپنے گھوڑے عبید کے نام پر اسے فارس العبید کہا جاتا خالص بدوی تھا ، مکہ اور مدینہ میں نہیں رہا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں حاضر ہوا ، بغیر قیام کیے جنگل میں اپنی قوم کے رہنے کی جگہ واپس چلا گیا بڑا عقلمند تھا وہ ان چند حکماء عرب میں تھا جنہوں نے جاہلیت میں پینے اور شراب کو حرام قرار دیا تھا ، حضرت عثمان کی خلافت میں اس کی وفات ہوئی۔

ساتھ مدینہ کو چھوڑا تو فوج کو روزہ افطار کرنے کی رخصت دے دی اور ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے، رکھ لے اور جو افطار کرنا چاہتا ہے افطار کر دے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روزہ رکھا[1] مگر جب آپ مکہ کے قریب مرالظہران میں پہنچے تو فوج کو افطار کرنے کا حکم دے دیا اور روزہ کو افطار نہ کرنے والا خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا نافرمان قرار دیا گیا۔

فوج نبویؐ کا ہراول دستہ اگرچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے بغیر کسی تیاری کے مارچ کیا تھا (کیونکہ اکثر قبائل جن کے پاس سے آپ کو گزرنا تھا مثلاً غفار، خزاعہ اور سلیم وغیرہ مسلمان ہو چکے تھے) آپ نے دو سو شہسواروں کو منتخب کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ آپ کے آگے آگے چل کر حالات کا جائزہ لیں اور اس ہراول دستے کی قیادت حضرت زبیر بن العوامؓ کو سونپی جو مسلسل فوج کے آگے آگے چلتے رہے یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو گئے، واقدی کہتا ہے کہ دس ہزار مسلمان گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر نکلے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے آگے زبیرؓ بن العوام کو دو سو مسلمانوں کے ساتھ روانہ کیا تھا۔

مدینہ سے مارچ کرنے کے بعد غطفان کے سردار کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملنا عیینہ بن حصن الفزاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچڑ دشمنوں میں سے تھا اور وہ غطفان کے عظیم قبیلے کا سردار تھا اس نے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں اپنے قبیلے کی قیادت کی،

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ صفحہ ۸۰

احزاب اور خیبر کے معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس نے یہود کی مدد کے لیے قبیلے کی قیادت کی اور کئی بار مدینہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی .... جب اسلامی فوج نے اس کی قوم غطفان کا کانٹا نکال دیا تو عیینہ مسلمان ہوگیا، ہاں جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایلچی غزوۂ قریش میں مشارکت کے لیے پڑوس کے قبائل میں بھجوائے تو غطفان کے قبائل میں سے سوائے اشجع کے چھوٹے سے قبیلے کے اور کوئی قبیلہ شامل نہ ہوا، اس میں نعیم بن مسعود اور معقل بن سنان جیسے سابقون الاولون لوگ موجود تھے جن کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشجع کے قبیلے کو اکٹھا کرنے کے لیے بھجوایا تھا عیینہ کو جب پتہ چلا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مسلمانوں کو اکٹھا کر رہے ہیں تو وہ اپنے علاقے سے بہ سرعت تمام فوج نبوی میں شامل ہونے کے لیے چل پڑا۔ وہ مدینہ آیا تو اُسے پتہ چلا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو روز پیشتر اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو اس نے جلدی سے مختصر راستے کو اختیار کیا اور وادی عرج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا۔ حالانکہ آپ ابھی وہاں نہیں پہنچے تھے، جونہی آپؐ وہاں پہنچے تو آپؐ نے غطفان کے ایک دستے کے ساتھ عیینہ کو اپنا منتظر پایا، عیینہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور معذرت کرتے ہوئے کہا، یا رسول اللہ مجھے آپؐ کے خروج کی اطلاع ملی۔ تو میں نے آنے میں جلدی کی اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ اپنی قوم کو جمع کر لوں جس سے ہماری فوج بہت زیادہ ہوجاتی (غطفان کی حربی فوج بڑی خوف ناک تھی جس کی تعداد دس ہزار جانبازوں سے زیادہ تھی لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر قبائل کی طرح اُسے اکٹھا ہونے کو نہیں کہا) پھر عیینہ کہنے لگا میں جنگ کی تیاری کو نہیں دیکھ رہا نہ ہی جھنڈے نظر آرہے ہیں کیا آپؐ عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔

میں احراموں کی تیاری بھی نہیں دیکھ رہا یا رسول اللہ آپ کا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟ فرمایا جہاں اللہ چاہے گا عیینہ ایک اُجڈ اور کم عقل بدو تھا مگر ایک ممتاز جنگ باز بھی تھا اس کی کنیت احمق مطاع تھی، چونکہ وہ اپنی قوم کا بڑا سردار تھا اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی مصاحبت میں رکھا اور اس کو اپنے جنگی بورڈ میں بھی شامل کیا، کیونکہ آپ کی حکیمانہ سیاست میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اس قسم کے سرداروں کو جو اپنی قوم کے مطاع ہیں، اکٹھا کیا جائے اس لیے کہ اس قسم کے لوگوں کا مل جانا اسلام کی قوت کا باعث ہوگا۔

اقرع بن حابس کا فوج کے ساتھ شامل ہونا

اسی طرح اقرع بن حابس تمیمی بھی اپنی قوم کا عظیم سردار تھا وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے چل پڑنے کے بعد اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ "السقیاء" میں آکر آپ کے ساتھ شامل ہوا، جن قبائل سے لوگوں کو جمع ہونے کے لیے اپیل کی گئی تھی ان میں بنی تمیم شامل نہ تھے جس سے پتہ چلتا ہے کہ بنی تمیم کلی طور پر سوائے سالِ وفود ۹ھ کے اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ اقرع بن حابس[1] چونکہ اپنی قوم میں ایک عظیم اور مطاع سردار تھا اس لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نوعمری کے باوجود اُسے عیینہ بن حصن کی طرح اپنے جنگی بورڈ کا ممبر بنایا،

---

[1] اقرع بن عقال المجاشعی الدارمی التمیمی صحابی - اعلام میں ہے دورِ جاہلیت میں عرب کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے، بنو تمیم کی شاخ بنو دارم کے وفد میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، غزوہ حنین، فتح مکہ اور طائف میں شریک ہوئے، مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، مدینہ میں رہائش پذیر ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دومۃ الجندل گئے اور اکثر جنگوں میں حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ رہے، جنگ یمامہ میں بھی شرکت کی۔ گورگان میں شہید ہوئے، دانا لوگوں میں شمار ہوتے تھے، انہوں نے خود پر شراب حرام کرلی تھی۔

یہاں تک کہ جب فتح مکہ کے روز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کے درمیان میں تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور آپ کے دشمن ابوسفیان بن الحارث کا قصہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ شاہراہ پہ مسلسل چلتے رہے، آپ نے ہراول دستوں اور جاسوس یونٹوں (جو مقدمہ میں پھیلی ہوئی تھیں) کے آدمیوں کو حکم دیا ہوا تھا کہ راستے میں انہیں جو بھی غیر مسلم ملے اُسے پکڑ لیں یہ اس منصوبے کے عین مطابق تھا جس کا آپ نے چلتے وقت فیصلہ کیا تھا یعنی قریش کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی قسم کی خبر نہ مل سکے کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ مارچ کر رہے ہیں تاکہ آپ انہیں اچانک آکر اپنی گرفت میں لے لیں۔ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آپ کا عم زاد اور حلیمہ سعدیہ سے رضاعی بھائی تھا آپ سے شدید عداوت رکھتا تھا، شاعر بھی تھا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجو کرتا تھا بیس سال مسلسل آپ کی عداوت پہ قائم رہا۔۔۔۔ اس سے پہلے رسول اللہ کا ہمجولی تھا، جب آپؐ کی بعثت ہوئی تو اس نے آپؐ سے اس قدر شدید عداوت کی کہ اور کسی شخص میں اس قسم کی عداوت کی مثال نہیں ملتی۔ یہ ابولہب کی طرح تھا جب قریش نے مکہ میں آپؐ کا محاصرہ کیا ہوا تھا یہ شعب میں بنی ہشام کے ساتھ داخل ہو جایا کرتا تھا اور آپؐ کو سخت اذیتیں دیتا تھا، آپؐ کے ساتھ قریش کا جو معرکہ بھی ہوا اس میں یہ پیچھے نہیں رہا۔ یہ وہی ابوسفیان ہے جس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو، جب آپؐ اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دے رہے تھے، کہا تھا، اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ پہ اس

تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ آسمان پر نہ چڑھ جائیں یا آپ کے لیے سونے کا گھر ہو اور آپ ہمارے لیے نہریں نکال دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے شدید کفر و عناد کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا ۙ او تكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهار خلالها تفجيرا ۙ او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا او تاتي بالله والملائكة قبيلا ۙ او يكون لك بيت من زخرف او ترقى في السماء ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتابا نقرؤه ۗ قل سبحان ربي هل كنت الا بشرا رسولا [1]

(ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دیں یا خاص آپ کے لیے کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو۔ پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں کہ آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے نہ کھڑا کر دیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر نہ چڑھ جائیں اور ہم تو آپ کے چڑھنے کا کبھی کبھی یقین نہ کریں جب تک کہ آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں جس کو ہم بھی پڑھ لیں، آپ فرما دیں سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں پیغمبر ہوں اور کیا ہوں؟)

رسول کریمؐ نے مکہ کے جن بڑے بڑے مجرموں کا جو آپ سے شدید عداوت اور عناد رکھتے تھے خون بہانا مباح قرار دیا تھا ان میں ابوسفیان بن الحارث بھی

---

[1] الاسراء ۹۰ - ۹۳

شامل تھا جب اس نے دیکھا کہ اس کے عم زاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کا جزیرۃ العرب کی اکثر اطراف میں غلبہ ہوگیا ہے اور مکہ بھی اسلام کے قبضہ میں آنے والا ہے اور یہی اس وقت کا مسئلہ ہے تو وہ اسے برداشت نہ کرسکا اور اپنے بھائی اور عم زاد نبی کی دعوت کی کامیابی نے اسے جلد اسلام لانے پر آمادہ نہ کیا بلکہ اس دین سے اس کی کراہیت اور نفرت میں اضافہ ہوتا گیا ، اور جب اُسے یقین ہوگیا کہ مکہ پر مسلمانوں کا قابض ہوجانا لازمی ہے تو اس نے تمام جزیرہ عربیہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا اور شاہِ روم کے پاس بھاگ گیا [۱]

ابوسفیان بن الحارث کے دل میں اسلام کیسے داخل ہوا

جب ابوسفیان بن الحارث نے ہرقل قیصر روم سے پناہ طلب کی اور قیصر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض باتیں سُنیں تو اسلام اس کے دل میں داخل ہوگیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ مکہ واپس جاکر اپنے اسلام کا اعلان کرے ابوسفیان خود بیان کرتا ہے کہ جب وہ مکہ سے بھاگ کر قیصر کے پاس گیا (ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے مارچ نہیں کیا تھا) تو قیصر نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے اُسے بتایا وہ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب ہے تو شاہِ روم نے اُسے کہا اگر تو سچ کہہ رہا ہے تو تو محمد بن عبداللہ کا چچا زاد بھائی ہے میں نے جواب دیا ہاں میں اس کا چچا زاد بھائی ہوں ، ابوسفیان کہتا ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اپنے آپ کو شاہِ روم کے پاس دیکھ رہا ہوں اور میں اسلام سے بھاگ کر آیا ہوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا میں پہچانا ہی نہیں جاتا ، پس اس بات نے مجھے

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۲ صـ۸۰۰

اسلام میں داخل کر دیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ میں شرک میں باطل پہ تھا، لیکن ہم ایسے لوگوں کے ساتھ تھے جو بڑے عقل مند اور فاضل تھے، لوگ ان کی عقل اور رائے پہ زندگی بسر کرتے تھے اور جس راستے پہ وہ چلتے ہم بھی اسی راستے پہ چلتے اور جب صاحبانِ شرف اور عمر رسیدہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتناب کرتے اور اپنے معبودوں کی مدد کرتے اور اپنے آباء کے لیے غصے ہوتے تو ہم ان کی پیروی کرتے تھے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ پھر ابوسفیان روم کے علاقے سے واپس مکہ آگیا اور اُسے پتہ چلا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو مباح کیا ہوا ہے، اس کے باوجود اس نے آپ سے ملنے کا مصمم ارادہ کر لیا تاکہ آپ سے عام معافی نامہ حاصل کر لے کیونکہ اس نے اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا ہوا تھا، عبداللہ بن اُمیہ[1] ابوسفیان بن الحارث کا دوست تھا وہ بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح شدید عداوت رکھتا تھا ان دونوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ وہ دونوں اکٹھے موقع پاکر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو جائیں شاید آپ دونوں کو معاف کر دیں، اس ارادے کو پورا کرنے کے لیے ابوسفیان بن الحارث اور عبداللہ بن اُمیہ مدینہ کی جانب

---

[1] عبداللہ بن ابی اُمیہ بن مغیرہ مخزومی قریشی حضرت نبی کریمؐ کا سالا تھا اور آپؐ کی پھوپھی عاتکہ کا بیٹا اور ام المومنین ام سلمہ کا بھائی تھا۔ فتح مکہ کے روز اسلام لایا۔ مکہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتا تھا اسی نے آپ کو لڑائی میں مقابلہ کرنے کے رنگ میں کہا تھا۔ لن نومن لك حتى تفجر من الارض ينبوعًا۔ فتح مکہ اور حنین میں آپؐ کے ساتھ شامل ہوا، صحیح ترین قول کے مطابق اس کی وفات محاصرۂ طائف میں ہجرت کے آٹھویں سال ہوئی۔

نکلے، ابوسفیان قتل کے خوف سے بھیس بدلے ہوئے تھا کیونکہ یہ ان لوگوں میں شامل تھا جن کے خون کو آپؐ نے مباح قرار دیا تھا، یہ دونوں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیق العقابؐ میں ملے ابوسفیان خود یہ قصہ بیان کرتا ہے کہ "میں اور عبداللہ بن اُمیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے ہم نے ظاہر ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا، آپ کی زوجہ حضرت اُم سلمہؓ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں سے ایک آپؐ کا سالا اور پھوپھی زاد ہے اور دوسرا عم زاد اور رضاعی بھائی ہے اور دونوں مسلمان ہونے کے لیے آئے ہیں یہ دونوں آپ کے لیے دوسرے لوگوں سے زیادہ بڑے نہ ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ابھی میرا بھائی مکہ میں میرا قائل تھا، یہ مجھ پر اس وقت تک ایمان لانے کا روادار نہ تھا جب تک میں آسمان پہ نہ چڑھ جاؤں، حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ آپ کی قوم میں سے ہے اس نے باتیں کی ہیں تو سب قریش نے بھی باتیں کی ہیں اس کی بات کے متعلق قرآن بعینہٖ اس طرح نازل ہوا ہے آپؐ نے اس سے بھی بڑے بڑے مجرموں کو معاف کر دیا ہے وہ آپؐ کا عم زاد اور قرابت دار ہے اور آپؐ کے عفو کا زیادہ حقدار ہے، آپؐ نے فرمایا اس نے میری ہتک عزت کی ہے (یعنی مجھے گالیاں دی ہیں اور میری ہجو کی ہے، ابوسفیان شاعر تھا اور رسول اللہ کی ہجو کیا کرتا تھا اور لوگوں کو آپؐ کے خلاف برانگیختہ کرتا تھا) جب ان دونوں کو یہ خبر ملی تو ابوسفیان نے جس کا بیٹا بھی اس کے ساتھ تھا کہا خدا کی قسم یا تو وہ مجھے قبول کریں گے یا میں اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر زمین میں پھرتا

لہ نیق العقاب مکہ کی طرف جانے والی قدیمی شاہراہ پہ ابواء کے بعد ایک جگہ ہے۔

رہوں گا یہاں تک کہ بھوک اور پیاس سے مرجاؤں گا اور یا رسول اللہ آپؐ تو سب لوگوں سے زیادہ حلیم اور معزز ہیں پھر میرا آپؐ کے ساتھ رشتہ بھی ہے، جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یہ بات پہنچی تو آپؐ کا دل بھر آیا۔

اور عبداللہ بن اُمیہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہا، میں آپؐ کے پاس آپؐ کی تصدیق کے لیے آیا ہوں مجھے آپ سے قرابت اور سسرالی رشتہ داری بھی حاصل ہے نیز حضرت اُم سلمہؓ بھی ان دونوں کے بارے میں آپؐ سے گفتگو کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ان دونوں کے لیے بھر آیا اور آپؐ نے ان دونوں کو آنے کی اجازت دے دی انہوں نے آپؐ کے پاس آکر اسلام قبول کر لیا اور دونوں ہی حسنِ اسلام سے آراستہ ہوئے، عبداللہ بن اُمیہ طائف میں شہید ہوئے اور ابوسفیان بن الحارث مدینہ میں حضرت عمرؓ کی خلافت میں فوت ہوئے، ان پر کسی معاملے میں عیب نہیں لگایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوسفیان اور اس کے ساتھی عبداللہ کو قبول کر لیا اور معاف کر دیا۔ تو ابوسفیان نے اشعار میں اپنے اسلام کا ذکر کیا اور ماضی میں جو کچھ اس سے ہو چکا تھا اس پر معذرت کی، وہ بڑا نغز گو شاعر تھا، کہتا ہے ؎

تیری زندگی کی قسم جس روز میں تغلب کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھا لات کے شہسوار، محمدؐ کے شہسوار بن گئے تھے۔ کہ مدلج حیران کی طرح جس کی رات نے اندھیرا کر دیا تھا، یہ میرے ہدایت پانے کا وقت تھا میرا ہادی مجھے لے گیا اور میں نے اللہ کی مدد سے اُسے اچھی طرح دھتکارا تھا۔ میں کوشش کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہتا تھا اور مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر کے بلایا جاتا تھا، انہوں نے وہ باتیں اپنی خواہشات سے کہیں جو آپ نے نہیں کہی تھیں

اگرچہ صاحب الرائے آدمی بھی مجنون اور احمق ہو سکتا ہے میں انہیں راضی کرنا چاہتا ہوں مگر قوم سے چھٹنے والا نہیں ہوں جب تک میں ہر نشست گاہ پر ہدایت کی بات نہ کروں ثقیف سے کہہ دو کہ میں ان سے لڑنا پسند نہیں کرتا، اور یہ بھی کہہ دو کہ یہ میری غیرت اور میرا دعدہ ہے اور میں اس فوج میں شامل نہ تھا جس نے عامر کی طرف کوچ کیا اور نہ میں نے اپنی زبان اور ہاتھ کو کھینچا، قبائل دور دور کے علاقوں سے آئے ہیں اور فساد ڈالنے والے سہام اور سردد سے آئے ہیں"۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان نے اپنے شعر میں یہ بات کہی کہ (مع اللہ قد طردت کل مطرد) تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا تو نے مجھے اچھی طرح دھتکارا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ (بل طردك اللہ کل مطرد) خدا تجھے اچھی طرح دھتکار دے تو ابوسفیان کہنے لگا یا رسول اللہ یہ بات میں نے جہالت سے کہی تھی آپ تو عفو وحلم میں سب سے اولیٰ ہیں [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوسفیان کے قتل سے منع کرنا۔

جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی اور چچا زاد ابوسفیان بن الحارث کے خون کو مباح قرار دیا اس وقت ایک خصوصی حکم کے ذریعہ ابوسفیان بن حرب کے خون کی حفاظت کرنے کا حکم دیا جو قریش کا سردار اور اس کی فوج کا سالار عام تھا، ابوسفیان بن حرب

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۴۲۲ ، مغازی الواقدی ج ۲ صفحہ ۸۱ ، البدایہ والنہایہ ج ۴ صفحہ ۲۸۷ ، امتاع الاسماع صفحہ ۳۶۴

اگرچہ مکہ میں مشرکین کا سردار اور ان کا جنگ باز تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ بڑا عقل مند بھی تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ابوجہل ابوسفیان بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط کی طرح حدِ اعتدال سے بڑھا ہوا نہیں تھا اس کے کچھ تاریخی کارنامے ایسے ہیں جو اس کی دُور اندیشی اور اعتدال پسندی پہ دلالت کرتے ہیں، ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس نے بدر کے تاریخی اور فیصلہ کن معرکہ میں جو ابوجہل کے شدید دباؤ کے تحت ہو رہا تھا، قریش کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی فوج کو لے کر واپس چلے جائیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلح تصادم سے گریز کریں یہ جنگ دانایانِ قریش ابوسفیان، عتبہ بن ربیعہ اور حکیم بن حزام کی ناپسندیدگی کے باوجود لڑی گئی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس نے خزاعہ کے ساتھ خیانت کرنے میں شراکت کو بُرا سمجھا اور قریش کو اس پہ ملامت کی اور ہجرت سے پہلے مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ دست درازی اور زبان درازی نہیں کی جیسے کہ دُوسرے لیڈر عقبہ بن ابی معیط، نضر بن الحارث، ابوجہل بن ہشام اور ابوسفیان بن الحارث وغیرہ کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب کے خون کو مباح قرار نہیں دیا بلکہ اپنی عام فوج کو حکم دے دیا کہ اگر کسی کو ابوسفیان مل جائے تو وہ اُسے قتل نہ کرے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مکہ کی طرف مارچ کرتے ہوئے فرمایا " وہ (یعنی قریش) تم سے اپنی رشتہ داریوں کا سوال کریں گے۔ یعنی اور تم ان میں سے بعض کو ملو گے اگر تم ابوسفیان کو ملو تو اُسے قتل نہ کرنا [۱] یہاں ابوسفیان سے مراد، ابوسفیان بن

---

[۱] امتاع الاسماع ص۳۶۸۔ امتاع الاسماع ص۳۷۳

بن حرب ہے نہ کہ ابو سفیان بن الحارث، اس کے خون کو تو آپ نے مباح قرار دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جہاں ملے اسے مار دیا جائے پھر اس کے بعد آپ نے اسے معاف فرما دیا جیسے کہ پہلے اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

دورانِ سفر فوج نبویؐ میں شامل ہونے والے قبائل

قبل ازیں ہم اس کتاب میں بیان کر آئے ہیں کہ جب مدینہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکردگی میں فوج نے مارچ کیا تو اس میں تقریباً ۴۰۰۰ جانباز شامل تھے اور اس تعداد میں مختلف قبائل کے شامل ہونے سے اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مکہ کے راستے پر چلتے چلتے اس کی تعداد دس ہزار تک ہو گئی اس تعداد کی تکمیل قدید میں ہوئی جو خزاعہ کی بود و باش کی جگہ ہے، آخری قبائلی فوج جو جیش نبویؐ میں آکر شامل ہوئی جس سے دس ہزار جانبازوں کی تعداد مکمل ہو گئی وہ بنو سلیم کی فوج تھی جس میں ایک ہزار جانباز تھے اور سب کے سب سوار تھے۔

غفار کی فوج، جیش نبویؐ میں

مدینہ سے مارچ کرنے کے بعد سب سے پہلے جو فوج رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئی وہ بنو غفار کی فوج تھی کیونکہ اس قبیلہ کی فرودگاہیں مدینہ کے جنوب میں مکہ جانے والی شاہراہ پر، صفراء، بدر اور ودان کے جانب پڑتی تھیں اس قبیلہ میں سے تین سو جانباز ابوذر غفاری کی قیادت میں مارچ کے دوران جیش نبویؐ میں شامل ہوئے، ان کو منظم و جمع کرنے کا کام کرنے والے ابورُھم، کلثوم بن الحصین، ایماء بن رحضہ تھے جنہیں حضرت

---

[1] امتاع الاسماع ص ۳۸۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے خروج کرنے سے قبل غفار کو جنگ کے لیے بھیجا تھا یہ لوگ راستے میں آپ سے آملے۔

جیش نبوی میں قبیلہ اشجع کی فوج کی تعداد

جو قبائل راستے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے ان میں نجد کا قبیلہ اشجع بھی تھا یہ مشہور قبیلہ غطفان کے چار بازوؤں میں سے ایک بازو تھا اس قبیلہ کے مسلمانوں میں سے تین سو آدمی اپنے دو لیڈروں معقل بن سنان اور نعیم بن مسعود کی قیادت میں جیش نبوی میں شامل ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں سرداروں کو قبیلہ اشجع کی طرف جہاد کی تیاری کے لیے بھیجا تھا۔

بنو سعد، ضمرہ اور بنو بکر کی فوجیں جیش نبویؐ میں

مکہ پہنچنے سے قبل جو قبائل راستے میں جیش نبویؐ میں شامل ہوئے ان میں بنو سعد، بنو ضمرہ جو کنانہ میں سے اور پھر بنو بکر ان میں سے ہیں بھی تھے یہ وہی بنو بکر ہیں جو نقض صلح حدیبیہ کا باعث بنے تھے، ان دونوں قبیلوں میں سے دو سو جانباز، ابو واقد اللیثی کی قیادت میں اس وقت جیش نبوی میں شامل ہوئے جب آپؐ مکہ اور مدینہ کے درمیان مارچ کر رہے تھے[1]

---

[1] ابو واقد عوف بن الحارث بن اسید البکری اللیثی قدیم الاسلام صحابی ہیں، صحیح قول کے مطابق غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے، فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے دن بنولیث کا ایک جھنڈا آپ کے پاس تھا غزوۂ تبوک میں انہوں نے حضور علیہ السلام کے لشکر کے لیے بنولیث کو تیار کیا۔ جنگ یرموک میں شامل ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں ۶۸ھ میں ۷۵ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ اسی سال پیدا ہوئے جس سال ابن عباس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، مکہ مکرمہ میں مہاجرین کے قبرستان میں مدفون ہوئے (الاصابہ ج ۴ ص ۲۱۲)

حملہ آور فوج کے ساتھ بنو لیث سے شامل ہونے والے

اسی طرح جب جیشِ نبویؐ

مکہ کے قریب پہنچا تو اس میں بنی لیث بن سعد البکری ثم الکنانی سے اڑھائی سو جانباز شامل ہوئے، اس لیثی فوج کی قیادت صعب بن جثامہؓ[1] کر رہا تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ چھوڑنے سے قبل اپنے ایلچیوں کو بنی ضمرہ، بنی لیث اور بنی سعدؓ[2] کے مسلمانوں کو تیار کرنے کے لیے بھیجا تھا یہ سب بکر بن کنانہ میں سے تھے۔

بنو کعب میں سے جیشِ نبویؐ میں شامل ہونے والے

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

قدید میں اپنی عظیم فوج کے ساتھ مارچ کر رہے تھے اس وقت جو لڑاکا دستے آپؐ

---

[1] صعب بن جثامہ بن قیس بن ربیعہ لیثی، قریش کے حلیف تھے، ان کی ماں فاختہ ابوسفیان بن حرب اموی کی بہن تھیں، آپ قدیم الاسلام شہسوار صحابی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور عوف بن مالک کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی، غزوۂ حنین کے دن لشکر کی ہزیمت کے وقت ثابت قدم رہے، آپؐ نے غزوہ حنین کے روز ان کے بارے میں فرمایا" اگر صعب بن جثامہ نہ ہوتا تو لشکر رسوا ہوتا، ایران کی جنگوں میں شریک رہے، خلیج فارس کے مشرقی ساحل پر واقع اصطخر کی فتح میں شریک تھے بخاری میں ان کی احادیث موجود ہیں، حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے آخر میں فوت ہوئے۔ [2] ضمرہ، سعد اور لیث تینوں بھائی بکر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے انہوں نے خزاعہ پر شب خوں میں حصہ نہیں لیا تھا، صرف معاویہ بن نوفل کے قبیلہ بنو نفاثہ سے اس کاروائی میں حصہ لیا تھا، یہ لوگ حرم کعبہ کے ہمسائے تھے۔

کے ساتھ شامل ہوئے ان میں بنو کعب بن عمرو بھی تھے جو خزاعہ قبیلہ میں سے ہیں، ان میں سے پانسو جانباز، بُسر بن سفیان کی قیادت میں جیشِ نبویؐ میں شامل ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں جب قریش پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ نے بدیل بن ورقاء اور بُسر بن سفیان کو، انہیں تیار کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

جیشِ نبویؐ میں شامل ہونے والی سب سے طاقتور قبائلی فوج، بنو سلیم کی تھی

غالباً مکہ کے راستے میں مارچ کرتے ہوئے جیشِ نبوی کے ساتھ شامل ہونے والی سب سے طاقتور فوج قبیلہ بنی سلیم کی تھی جس کی قیادت ان کا سردار شاعر اور حکیم عباس بن مرداس کر رہا تھا، عباس بن مرداس بنو سلیم کے پہاڑوں اور وادیوں سے ایک ہزار جانبازوں کی قیادت کرتا ہوا آیا ان میں ایک شخص بھی پیدل نہ تھا سب کے سب گھڑ سوار تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے خلاف جہاد کا پختہ عزم فرمایا تو مدینہ ہی سے حجاج بن علاط السلمی اور عرباض بن ساریہ کو قبائل بنو سلیم کو جہاد کے لیے تیار کرنے کو روانہ فرمایا۔ اور یہ کہ وہ انہیں کچھ بتائے بغیر لشکرِ نبویؐ میں شامل کریں اور رازداری کا مظاہرہ کریں۔

قدید میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فوج کا کھڑا ہونا۔

بنو سلیم مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھے، اس پر مستزاد یہ کہ سب کے سب سوار آہن پوش اور اپنے نیزوں کو بلند کیے ہوئے تھے وہ ہزار سوار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر گاہ میں آئے تو گھوڑوں کو دوڑاتے پھرتے تھے وہ اپنے اُٹھے ہوئے نیزوں کے ساتھ ایک متحرک جنگل کی طرح معلوم ہوتے تھے اور ان کا منظر حیرت انگیز تھا جو شاعر کو وجد میں

سے آتا ہے اور اس منظر کی خوب صورتی میں بنو سلیم کے شہسواروں نے اضافہ کیا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوئے اور آپؐ کا حربی بورڈ بھی ان کا نظارہ کر رہا تھا جس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جیش کے سالاروں پر بہت اچھا اثر ہوا، بنو سلیم کے سوار رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صف بستہ موجود تھے۔

جنگ میں غطفان کی عدم شمولیت پر عیینہ بن حصن کا افسوس،

بنو سلیم کے سواروں کے منظر نے غطفان کے سردار، عیینہ بن حصن الفزاری کے جذبات کو برانگیختہ کر دیا جس کے پیچھے نجد میں دس ہزار نیزے تھے، جب عیینہ نے بنو سلیم کے سواروں کو صف بستہ کھڑے دیکھا تو وہ اپنی انگلیوں کو کاٹنے لگا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا شرمندہ کیوں ہو؟ اس نے جواب دیا اپنی قوم پر کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیوں نہیں نکلے، غطفان کا سردار جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوا اس وقت اس کی قوم غطفان سے کوئی آدمی اس کے ساتھ نہ تھا، سوائے اشجع کے تین سو آدمیوں کے جن کی قیادت معقل بن سنان اور نعیم بن مسعود کر رہے تھے اور فزارہ جو عیینہ بن حصن کے قبیلے میں سے تھے ان میں سے کوئی آدمی حملہ کرنے والے جیش نبوی میں شامل نہیں تھا۔

سلیم اور غطفان کے دو سرداروں کے درمیان جھگڑا

غطفان کے سردار عیینہ بن حصن کو اس ہیئت نے تعجب میں ڈال دیا جس ہیئت پر بنو سلیم کے سوار آئے تھے وہ حضور کے حربی بورڈ کے ان ارکان میں بھی شامل تھا جو قدید

میں اس عسکری نمائش کو دیکھ رہے تھے جسے بنو سلیم کے سواروں نے تدبر کے میدان میں پیش کیا تھا اس کے بعد عباس بن مرداس جو سلیم کے سواروں کا سالار تھا اور عیینہ بن حصن کے درمیان نوک جھونک شروع ہو گئی دونوں بدو تھے اور بدویوں والی سختی ابھی ان سے دُور نہیں ہوئی تھی۔

عکرمہ بن فروخ، معاویہ بن جاہمۃ بن عباس بن مرداس سلمی سے بیان کرتا ہے کہ عباس نے کہا میں اُس سے ملا تو وہ چل رہا تھا یہاں تک کہ وہ چلتے ہوئے اونٹ سے آلہ حرب کے ساتھ اُتر پڑا ہم بھی آہن پوش تھے، ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صفیں باندھ دیں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ آپؐ کے ہمراہ تھے تو عیینہ نے پیچھے سے پکار کر کہا، میں عیینہ ہوں رگویا وہ اپنی بڑائی بیان کر رہا تھا) یہ بنو سلیم ہیں جو تیاری، تعداد اور اسلحہ کے ساتھ آئے ہیں اور یہ گھوڑوں کے عرق گیر (یعنی گھوڑوں کی پشت پر جمے رہنے والے) جنگجو اور تیر انداز ہیں، تو عباس بن مرداس نے جواب دیا :۔ جوان لبس کر، خدا کی قسم تو جانتا ہے کہ ہم گھڑ سواری، نیزہ بازی اور شمشیر زنی میں زیادہ ماہر ہیں، عیینہ نے جواب دیا، تو نے جھوٹ بولا ہے اور ملامت کی ہے جن باتوں کا تو نے ذکر کیا ہے ہم ان میں سب سے بہتر ہیں۔ اور ہمیں سب عرب جانتے ہیں، اس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی طرف اشارہ کیا تو دونوں خاموش ہو گئے [۱]

عبدالرحمٰن بن ابی بکر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو سلیم گھوڑوں پر نیزوں اور زرہوں کے ساتھ نکلے اور وہ اپنے جھنڈوں کو لپیٹ چکے تھے اور ان کے پاس کوئی بندھا ہوا جھنڈا نہ تھا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

---

[۱] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۱۴

ہمارے جھنڈوں کی وضع مقرر کر دیجیے جہاں ہمارے ہی جھنڈے ہوں، آپؐ نے فرمایا آج تمہارا علمبردار وہ شخص ہوگا جو جاہلیت میں تمہاری علمبرداری کیا کرتا تھا، تمہارا وہ نوجوان کیا ہوا جو تمہارے وفد کے ساتھ میرے پاس آیا تھا جو خوبرو اور خوش گفتار تھا، انہوں نے جواب دیا وہ حالِ ہی میں فوت ہوگیا ہے[1]

بنو سلیم کے شہسوار ہراول دستے میں

اس دور میں شہسوار، بہترین مسلح فوجی ہوا کرتے تھے اور شہسواروں کے ہتھیار بہترین ہتھیار ہوا کرتے تھے جن کی ضرورت ہراول فوج کو ہوا کرتی تھی اور بنو سلیم (جو ایک ہزار کی تعداد میں تھے) سب کے سب سوار تھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدید سے مکہ کی طرف مارچ کرنے والی فوج کا ہراول دستہ انہی کو مقرر کیا، واقدی کہتا ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدید میں پڑاؤ کیا تو بنو سلیم آپ سے آ کر ملے چونکہ وہ اپنے علاقہ سے آئے تھے اس لیے آپ کو اکٹھے ہی گھوڑوں پہ ملے، ہر ایک آدمی کے پاس اس کا نیزہ اور ہتھیار تھا اور ان کے ساتھ وہ دو ایلچی بھی آئے جن کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف بھیجا تھا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ وہ تیزی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور اکٹھے ہوگئے، کہتے ہیں کہ وہ ایک ہزار تھے، بنو سلیم نے کہا یا رسول اللہ آپؐ ہمیں دور سے بلاتے ہیں اور ہم سے مدد چاہتے ہیں حالانکہ ہم آپ کے ماموں ہیں، ہاشم بن عبد مناف کی ماں عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بنو سلیم سے تھی اس لیے یا رسول اللہ ہمیں ہراول میں رکھیے تاکہ آپ دیکھیں کہ ہم آزمائش

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۱۳ ج ۲

ہیں کیسے ہیں ہم جنگ کے وقت صبر کرنے والے ہیں اور گھوڑوں کی پشتوں پر سوار ہونے والے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چلو اور انہیں اپنے ہراول میں رکھ لیا، بنوسلیم، قدید میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے یہاں تک کہ آپؐ نے مرالظہران میں پڑاؤ کیا ان سے قبل حضرت خالد بن ولید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہراول میں تھے، مؤرخین کے بیان اور ان کے مرجح قول کے مطابق بنوسلیم کے قبائل آخری فوج تھے جو مکہ کی طرف بڑھتی ہوئی نبوی فوج میں شامل ہوئے تھے۔

قدید کی لشکر گاہ میں پوری فوج کا اجتماع

قدید کا علاقہ بنی مصطلق کے شہروں میں سے ہے جو خزاعہ میں سے ہیں جہاں وہ تاریخی معرکہ ہوا جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ منافقین یعنی افک کے سال مشرک بنو مصطلق کا کانٹا نکال دیا تھا اور اسی منطقہ کے میدان میں جو رابغ اور جدہ کے درمیان واقع ہے جیش نبوی کا بڑا اور آخری اکٹھ ہوا تھا جس میں مختلف قبائل کے دس ہزار جانباز جمع ہوئے تھے، تفصیلی اعداد و شمار بتلاتے ہیں کہ اس بے پایاں لشکر کے اکثر حصے حجازی قبائل میں سے تھے آئندہ آنے والے نقشہ میں اُن قبائلی فوجوں کی تعداد بیان کی گئی ہے جو اس لشکر میں شامل ہوئی تھیں۔

جیش نبوی میں شامل ہونے والی فوجوں کی تعداد اور قبائل کے ناموں کی تفصیل

جانبازوں کی تعداد	قبیلہ کا نام	وطن	سواروں کی تعداد	شمولیت کا مقام
۴۰۰۰	انصار (اوس اور خزرج)	مدینہ حجاز	۵۰۰	مدینہ
۷۰۰	مہاجرین (قریش)	” ”	۳۰۰	”

تعداد	قبیلہ	علاقہ	شہسوار	کہاں شامل ہوئے
۱۰۰۰	مزینہ	وادی القریٰ اور اسکی اطراف (حجاز)	۱۰۰	مدینہ
۸۰۰	جہینہ	حجاز	۵۰	//
۴۰۰	اسلم	//	۳۰	//
۱۰۰۰	بنی سلیم	//	۱۰۰۰	قدید
۵۰۰	خزاعہ	//	تعداد معلوم نہیں ہوسکی	//
۳۰۰	غفار	//	// // //	راستے میں
۳۰۰	اشجع	نجد	// // //	// //
۲۵۰	بنو لیث۔ کنانہ	حجاز	// // //	// //
۲۰۰	ضمرہ اور بنو سعد	//	// // //	// //
۱۰	بنو تمیم	نجد	// // //	// //
۵۴۰	مختلف قبائل	مختلف علاقوں سے	// // //	// //
۱۰،۰۰۰			۱۹۸۰ ۵۰۰ ۲۴۸۰	

یہ تھی وہ تمام فوج جس نے مکہ میں قریش پر دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ حملہ کیا اس میں کچھ شبہ نہیں کہ وہاں پر مختلف قبائل کے اور بھی شہسوار تھے جن کی تعداد کی مؤرخین نے حدبندی نہیں کی وہ بھی پانچ صد شہسواروں سے کم نہیں ہوں گے۔

قدید میں فوج کی تیاری اور سالاروں کا تعین

ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر آئے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر تیاری کیے بڑی فوج کے ساتھ مدینہ سے چلے تو آپ کا خیال تھا (واللہ اعلم) کہ علاقے کے جن قبائل سے فوج گزرے گی وہ

اسلام دوست قبائل ہیں نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مارچ کے دوران مختلف مسلم قبائل کی جدید فوجوں کے اپنی فوج کے ساتھ شامل ہونے کے منتظر تھے جیسا کہ بتاتے ہیں جو مدینہ سے قدید تک پھیلا ہوا ہے، بالفعل مختلف قبائل سے وقتاً فوقتاً تین ہزار ایک سو جانباز، فوج میں آکر شامل ہوئے اور جب جیش نبوی مکمل ہوگیا اور اس میں دس ہزار جانباز اکٹھے ہوگئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پڑاؤ کر لیا تاکہ آپ کی فوج کچھ آرام کر لے، پھر آپ نے فوج کی مکمل تیاری کی اور علمبردار اور دستوں کے آفیسر مقرر کیے اور قائدین اور آفیسرز کو جھنڈے تقسیم کیے۔

تیاری قبائلی بنیاد پر ہوئی

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جیش نبوی کی تیاری جو قدید کے میدان میں ہوئی قبائلی بنیاد پر تھی، ہر قبیلہ کی فوج پر اسی قبیلے کا آدمی افسر مقرر کیا گیا تھا۔ آپ نے قبائل کو کئی دستوں میں تقسیم کر دیا اور ان دستوں کی تعداد کثرت و قلت میں، اپنے قبیلے کے جانبازوں کو مدد دینے کے لیے متفاوت ہوتی رہتی تھی۔

انصاری دستے اور ان کے آفیسرز

اوس اور خزرج[۱] کے انصار کا قبیلہ ہی وہ واحد قبیلہ تھا جس کے ہر

---

[۱] اوس و خزرج انصار کے مورث اعلیٰ تھے، دونوں بھائی تھے ان کا نسب یہ ہے اوس و خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو مزیقیا بن ماء السماء (عامر بن حارثہ الغطریف) بن امرؤ القیس بن مازن بن ازد بن غوث بن نبت بن مالک بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔ اوس و خزرج جنگجو، بہادر اور فیاض اور عرب کے مشہور جنگ آزما تھے، پہلی صدی عیسوی کے اوائل میں یمن میں سد مارب ٹوٹنے کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے۔ یہ لوگ ہجرت نبوی سے (باقی صفحہ ۱۷۱ پر)

خاندان نے اپنا ایک مستقل دستہ بنایا تھا اور ان کا خاص افسر بھی انہی میں سے تھا کیونکہ انصار کے جانبازوں کی تعداد ہی چار ہزار تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاندانی بنیاد پر بارہ دستوں میں تقسیم کیا جب کہ اوس اور خزرج کے ہر خاندان نے اپنا ایک دستہ بنایا اور اس کی قیادت اپنے ہی خاندان کے آدمی کو سونپی گئی۔

اوس کے دستوں اور ان کے افسروں کی تعداد

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے چھ دستے بنائے اور ان کے ہر خاندان نے اپنا ایک دستہ بنایا اور اس کا افسر بھی انہی میں سے مقرر کیا، خاندانوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں :-

خاندان کا نام	دستوں کی تعداد	افسر کا نام
بنو عبد الاشہل [۱]	۱	ابو نائلہ [۲]
بنو ظفر [۳]	۱	قتادہ بن النعمان
بنو حارثہ [۴]	۱	ابو بردہ بن نیار [۵]
بنو معاویہ [۶]	۱	جبر بن عتیک [۷]
بنو خطمہ [۸]	۱	ابو لبابہ بن عبد المنذر [۹]
بنو امیہ [۱۰]	۱	مبیض یا نبیض [۱۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۰) صدیاں پہلے شام میں غساسنہ کے بادشاہ ابن جبلہ کے تعاون سے مدینہ کے یہود پر غالب آگئے اور ان سے سرداری چھین لی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کا ظہور فرمایا تو ان لوگوں نے اس کے لیے عظیم قربانیاں دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ انہیں کی مدد سے ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انصار (مددگار) رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ حضرات جزیرۂ عرب میں مشرکین سے برپا ہونے والے معرکوں میں بنیادی عسکری قوت بنے رہے۔

(باقی صفحہ ۱۷۲ پر)

(بقیہ حاشیہ ص۱۷۱)

سلہ بنو عبد الاشہل بن جشم بن الحارث بن الخزرج۔

سلہ ابو نائلہ سلکان بن سلامہ بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبد الاشہل، جانثار بہادر تھے، آپ ہی نے بدبخت خیانت کار کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا تھا، غزوہ اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، نغز گو شاعر اور ماہر تیر انداز تھے۔

سلہ ظفر اوس ہی کی ایک شاخ ہے، یعنی بنو ظفر بن کعب بن الخزرج الاصغر بن عمرو۔

سلہ بنو حارثہ بن عامر بن مُجَمَّع بن عطاف بن ضُبَیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

شہ ابو بردہ ہانی بن نیار بن عمرو قحطانی، انصار کے حلیف تھے، بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک تھے حضرت براء بن عازب کے ماموں ہیں ۴۵ھ میں فوت ہوئے۔

سلہ بنو معاویہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس۔

شہ جبیر بن عتیک بن قیس بن حارث بن ھیشہ بن حارث بن اُمیہ بن زید بن معاویہ بن مالک بن عمرو بن عوف بن مالک اوس۔ آپ بدری صحابی ہیں ۶۱ھ میں فوت ہوئے۔

شہ "معجم قبائل العرب" کے مطابق بنو خُطمہ قبیلہ عبد اللہ بن جشم بن مالک بن اوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

سلہ رفاعہ بن عبد المنذر بن زبیر بن زید بن اُمیہ بن زید بن اُمیہ بن زید بن مالک بن عوف بن مالک بن الاوس۔ آپ بیعت عقبہ میں شریک تھے اور انصار کے بارہ نقیبوں میں سے ہیں، بدری صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روحاء سے واپس مدینہ بھیج دیا تھا۔ آپ کا بنو قریظہ کے یہود کے ساتھ مشہور واقعہ ہوا، ان سے کوتاہی سرزد ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی آپ کا

(باقی ص۱۷۳ پر)

خزرج کے افسروں اور دستوں کی تعداد

خزرج کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ دستوں میں تقسیم کیا جب کہ ان کے ہر خاندان نے بھی ایک دستہ بنایا اور آپ نے ان کا افسر بھی انہی میں سے مقرر کیا افسروں اور ان کے دستوں کی تعداد درج ذیل ہے :-

خاندان کا نام	دستوں کی تعداد	افسر کا نام
بنو ساعدہ [1]	۱	ابو اُسید الساعدی [2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انتقال ہوا۔ مزید تفصیلات کے لیے ہماری کتاب "غزوہ بنو قریظہ" ملاحظہ کریں۔

[10] بنو اُمیہ بن عوف بن مالک بن عوف۔

[11] میرے سامنے جس قدر ماخذ موجود ہیں ان میں مجھے آپ کے حالات نہیں مل سکے۔ اس سلسلہ میں میں نے واقدی کے اسی مختصر تذکرہ پہ اکتفا کیا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] بنو ساعدہ بن کعب بن خزرج، ثقیفہ بنو ساعدہ انہیں سے منسوب ہے، جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی تھی۔

[2] ابو اسید مالک بن ربیعہ بن البدن بن عامر بن عوف بن حارثہ بن عمرو بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج۔ اپنی کنیت سے مشہور ہیں، غزوۂ بدر، اُحد اور باقی غزوات میں شریک رہے، تقریباً ۸۵ برس کی عمر میں ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔

بنو الحارث [1]	۱	عبد اللہ بن زید [2]
بنو سلمہ [3]	۱	قطبہ بن عامر [4]
بنو مالک بن النجار	۱	عمارہ بن حزم [5]
بنو مازن [6]	۱	سلیط بن قیس [7]
بنو دینار [8]	۱	اس افسر کے نام کا علم نہیں ہوسکا جس نے اس خاندان کا جھنڈا اٹھایا۔

[1] بنو الحارث بن الخزرج۔ مدینہ طیبہ کے قریب سنح بھی ان کے گھر آباد تھے۔

[2] عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد اللہ بن ثعلبہ بن زید بن الحارث بن الخزرج۔ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک تھے حاکم کا کہنا ہے کہ آپ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے آپ کی بیٹی حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس گئیں اور کہا میں عبد اللہ بن زید کی بیٹی ہوں میرے ابا بدر میں شریک تھے اور اُحد میں شہادت پائی حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا جو چاہے مانگو اور اسے عطا فرمایا۔

[3] بنو سلمہ بن سعد بن علی بن راشد بن سارہ بن تزید بن جشم بن الخزرج بہت بڑا قبیلہ ہے، بہت سے صحابہ کرام کا اسی قبیلہ سے تعلق تھا۔

[4] قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن سعد بن سلمہ الخزرجی۔ اسلام قبول کرنے میں سبقت کرنے والوں میں سے ہیں حضورؐ کے ہراول دستے میں تھے ہجرت نبویؐ سے تین سال قبل منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کرنے والے پہلے یثربی آدمی تھے۔

[5] عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان البخاری الخزرجی الانصاری، بیعت عقبہ، غزوۂ بدر اور تمام غزوات میں شریک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تھا یمامہ کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے جنگ یمامہ میں حضرت خالدؓ کے زیر قیادت لڑتے ہوئے شہادت پائی [6] بنو مازن بن النجار بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج۔

مہاجرین کے دستوں کی تعداد اور ان کے افسروں کے نام

مہاجرین کی فوج کی تعداد (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) سات سو تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تین دستوں میں تقسیم کیا اور ہر دستے کا افسر، قرشی مہاجرین کے بڑے لیڈروں میں سے مقرر کیا۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی فوج میں قبائلی بنیاد پر دستوں اور کمانڈروں کو تقسیم نہیں کیا، آپ نے ان دستوں کی کمان، تین بڑے مہاجر سرداروں کو دی جو سب کے سب قریش میں سے تھے جب کہ سارے مہاجرین صرف قریش ہی سے نہ تھے بلکہ یہ کہنا ممکن ہے کہ اکثر مہاجرین قریشی نہ تھے بلکہ مختلف غیر قرشی قبائل سے تھے، عدنانی اور قحطانی وغیرہ ذیل میں مہاجرین کے دستوں کی تفصیل اور ان کے تین افسروں کے نام دیے جا رہے ہیں۔

جانبازوں کی قسم	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
مہاجرین	۱	علی بن ابی طالب
〃	۱	زبیر بن العوام
〃	۱	سعد بن ابی وقاص

(بقیہ حاشیہ صـ۹)

ے سلیط بن قیس بن عمرو النجاری الانصاری رضی اللہ عنہ، ابتداءً اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں، غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے، عراق کی جنگوں میں حصہ لیا اور عراق ہی میں جنگ جسر میں ابو عبید الثقفی کی زیر قیادت جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

ث بنو دینار خزرج کی شاخ بنو نجار میں سے ہے۔

قبیلہ مزنیہ کے دستوں اور ان کے افسروں کے نام

قبیلہ مزنیہ جس کے جانبازوں کی تعداد

ایک ہزار تک پہنچتی ہے، ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دستوں میں تقسیم کیا اور ہر دستے کا افسر مزید قبیلے ہی سے ذیل میں درج تفصیل کے مطابق مقرر کیا۔

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
مزنیہ	۱	النعمان بن مقرن[1]
″	۱	بلال بن الحارث
″	۱	عبداللہ بن عمرو

[1] نعمان بن مقرن بن عائذ المزنی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام شہسوار صحابی ہیں، فتح مکہ سے قبل مزنیہ کے چار سو مجاہدین کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین کے فتنہ میں آپ اور آپ کی قوم خلیفہ اوّل کے لیے دست و بازو بنے، آپ کے تین بھائی تھے تینوں ہی اسلام کے شہسوار شمار ہوتے تھے آپ سرزمین فارس میں اسلام کا پرچم لہرانے والے سالاروں میں سے ہیں، جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے اور آپ ہی نے حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری سنائی تھی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کی بہادری، تقویٰ و تقدس کے سبب آپ سے عزت و محبت کا سلوک کرتے تھے، انہوں نے آپ کو عراق کی ایک جنگ میں سالار بنا کر بھیجا، آپ نے وہاں تاریخی جنگ نہاوند میں فتح حاصل کی جسے فتح الفتوح کہا جاتا ہے کیونکہ اس شکست کے بعد ایرانی کہیں بھی مسلمانوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے، اسی جنگ میں فتح کے فیصلہ کے بعد آپ شہید ہوئے۔

جہنیہ کے دستوں اور ان کے افسروں کے نام

جیشِ نبوی میں جہنیہ کے جانبازوں کی تعداد آٹھ سو تھی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چار دستوں میں تقسیم کر دیا اور ان کے چار افسر بھی جہنیہ ہی سے مقرر کیے۔

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
جہنیہ	۱	سوید بن صخر [1]
"	۱	رافع بن مکیث
"	۱	ابو زرعہ
"	۱	عبداللہ بن بدر [2]

سلیم کے دستوں اور ان کے افسروں کے نام

جیشِ نبوی میں، بنی سلیم کے جانبازوں کی تعداد ایک ہزار تھی جو سب کے سب سوار تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین دستوں میں تقسیم کیا اور ہر دستے کا جھنڈا اس کے افسر کو دیا جو بنو سلیم ہی سے تھے جیسا کہ ذیل میں درج ہے۔

---

[1] اصابہ ص ۹۸ ج ۲ میں ہے حضرت سوید بن صخر الجہنی رضی اللہ عنہ جہنیہ کے ان چار افراد میں سے ہیں جو ان کے علم بردار تھے، صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ اصحابِ شجرہ میں شمار ہوتے ہیں۔

[2] عبداللہ بن بدر بن بعجہ بن معاویہ جہنی رضی اللہ عنہ، آپ کا نام عبدالعزیٰ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل دیا، غزوۂ احد میں شرکت کی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے۔

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
بنو سلیم	۱	عباس بن مرداس
"	۱	خفاف بن ندبہ[1]
"	۱	الحجاج بن علاط

خزاعہ کے دستوں [illegible] کے افسروں کے نام

خزاعہ وہ قبیلہ ہے جس پر قریش اور اس کے حلیف بنو بکر کا [illegible] نقض صلح حدیبیہ اور پھر مکہ پر حملہ کرنے کا سبب بنا، اس کے جانبازوں کی تعداد [illegible] سو تھی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تین دستے بنائے اور ان کو [illegible]، خزاعہ کے تین سرداروں کو دی جیسا کہ ذیل میں درج ہے۔

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
خزاعہ	۱	بسر بن سفیان
"	۱	ابن شریح
"	۱	عمرو بن سالم

اسلم کے دستوں اور ان کے افسروں کے نام

جیش نبوی میں قبیلہ اسلم کے جانبازوں

---

[1] اصابہ میں ہے کہ ابن ندبہ آپ کا لقب ہے آپ کا نام خفاف بن عمیر بن الحرب بن الشرید السلمی ہے۔ فتح مکہ کے روز بنو سلیم کا ایک جھنڈا آپ کے پاس تھا۔ غزوۂ حنین میں بھی شریک تھے، وصال نبوی کے بعد اہل ردۃ کے فتنہ سے محفوظ رہے (مرتد نہیں ہوئے) مشہور نغز گو شاعر تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔

کی تعداد چار سو تھی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو دستے بنا دیا اور ان کے دونوں افسر بھی اسی قبیلہ سے بنائے جیسا کہ ذیل میں درج ہے۔

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
اسلم	۱	بریدہ بن الحصیب
"	۱	ناجیۃ بن الاعجم

غفار کے دستوں اور ان کے افسروں کے نام

قبیلہ غفار کے ٹھکانے، مدینہ اور رابغ کے رستے کے درمیان میں پڑتے ہیں اس کے جانبازوں کی تعداد تین سو تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ایک دستہ بنا دیا اور وہ یہ تھا۔

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
غفار	۱	ابوذر غفاری

سعد اور ضمرہ کے دستے

بنو ضمرہ اور سعد بن بکر اور غفار وغیرہ) کنانہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں، جیش نبوی میں ان کے جانبازوں کی تعداد دو سو تھی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمان انہی کے ایک آدمی کو دی، تفصیل درج ذیل ہے۔

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
ضمرہ اور سعد	۱	ابو واقد اللیثی

بنو لیث کے دستے

بنولیث بن بکر بھی کنانہ میں سے ہیں ان کے جانبازوں کی تعداد اڑھائی سو تھی، ان کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ بنا دیا اور ان میں سے ہی ایک کو افسر مقرر کر دیا جیسا کہ ذیل میں درج ہے:-

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
بنولیث	۱	الصعب بن جثامہ

اشجع کے دستے اور ان کے افسر

اشجع، نجد کا وہ واحد قبیلہ ہے جو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس جیش نبوی میں شامل ہوا جو مکہ پر حملہ کرنے والا تھا اس کے جانبازوں کی تعداد (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) تین سو تھی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو دستوں میں تقسیم کر دیا اور ان کی قیادت کے لیے دو افسر مقرر کیے جو سابقون الاولون میں سے تھے۔

قبیلہ کا نام	دستوں کی تعداد	افسروں کے نام
اشجع	۱	نعیم بن مسعود
"	۱	معقل بن سنان

بنوتمیم کی ٹکڑی اور اس کا کمانڈر

بنوتمیم[1]، نجد کا ایک عظیم قبیلہ ہے، جیش نبوی میں اس کی ایک چھوٹی سی

---

[1] بنوتمیم ایک عظیم مشہور عدنانی مضری قبیلہ ہے۔ ان کا نسب یہ ہے بنوتمیم بن مر بن اد بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ تمیم کی بہت سی شاخیں ہیں استاذ عمر رضا نے اپنی کتاب "معجم قبائل عرب" میں اس کی بیس شاخیں شمار کی ہیں ان کی آبادیاں نجد سے یمامہ، بصرہ یہاں تک کہ بحرین تک پھیلی ہوئی ہیں۔ دورِ جاہلیت میں بنوتمیم ایک عظیم طاقت شمار ہوتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ اسلام کے لیے ایک فعال نفع بخش قوت کے طور پر ابھرے۔ جاہلیت میں ان کی قوت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حیرہ کے بادشاہ نے بحرین وائل کے ایماء پر ان پر حملہ کیا تو اسے عبرت ناک شکست کا سامنا

(باقی صفحہ ۱۸۱ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱)

کرنا پڑا۔ بنو تمیم نے ۹ھ میں اسلام قبول کیا۔ بنو تمیم کا یہ وفد ستر افراد پر مشتمل تھا۔ زبرقان بن بدر، اقرع بن حابس اور عمرو بن اہتم ان کے قائد تھے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کے بارے میں ارشاد فرمایا: "دجال کے لیے میری امت کے سخت ترین لوگ بنو تمیم ہیں" جناب ابو ہریرہؓ فرماتے تھے میں اس لیے بنو تمیم سے محبت کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ارتداد کا فتنہ پھیلا تو بنو تمیم کے بعض لوگ جن کا تعلق بنو یربوع سے تھا مرتد ہو گئے لیکن ان کی اکثریت اسلام پر رہی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان میں سے مرتد ہونے والوں سے مقابلہ کیا انہیں شکست دی اور ان کا سردار مالک بن نویرہ یربوعی مارا گیا۔

جنگ قادسیہ ۱۴ھ میں بنو تمیم نے نہایت بہادری و استقامت کا ثبوت دیا، ان کے تین ہزار افراد عاصم بن عمرو کی قیادت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اپیل پر فاتح قادسیہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مدد کو آئے تھے۔ قادسیہ میں جب ہاتھیوں کے حملہ سے مسلمان پسپا ہونے لگے تو سالار لشکر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جناب عاصم بن عمرو سے اس مصیبت سے نمٹنے کی اپیل کی اور فرمایا اے بنو تمیم تم اونٹوں اور گھوڑوں والے ہو کیا تمہارے پاس ان ہاتھیوں سے نمٹنے کا کوئی حیلہ ہے؟ وہ بولے ہاں، اور انہوں نے اپنے قائد کے حکم پر ہاتھیوں پر حملہ کر دیا، تیر اندازوں نے تیر اندازی کی، حملہ آوروں نے ہاتھیوں کی آنکھیں نیزوں سے بیکار کرنی شروع کر دیں، ان کی سونڈیں کاٹنے لگے جس سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی، تمیم کے مشہور شہسواروں میں سے قعقاع بن عمرو، فتح اسلامی کے قائدین میں سے احنف بن قیس المنقری (جو صاحب حکمت و حوصلہ تھے) اور جناب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۲ پر)

ٹکڑی شامل تھی جو دس جانبازوں پر مشتمل تھی جن کی قیادت بنی تمیم کا سردار اقرع بن حابس تمیمی کر رہا تھا یہ دستہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ میں ملا تھا۔

مارچ کا مسلسل اخفاء

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدید میں اپنی فوج کو قبائلی بنیاد پر تیار کیا سوائے مہاجرین کے، ان کی تیاری اس بنیاد پہ نہیں ہوئی تھی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بڑے قریشی مہاجروں کو ان کا کمانڈر مقرر کیا جن کی مسابقت میں ان کا مقابلہ کرنا کسی کے لیے ممکن ہی نہیں، اور وہ یہ تھے حضرت علیؓ بن ابی طالب۔ حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص الزہری رضی اللہ عنہ قدید میں فوج کی تیاری اور سرزمین مکہ کے قریب آجانے کے باوجود جہاں پہ جنگ کرنی مقصود تھی، رسول کریم

(بقیہ حاشیہ صا۱۸۱) قیس بن عاصم شامل ہیں۔ بنو تمیم نے خراسان اور آج کے روسی مقبوضہ علاقوں (ماوراء النہر) کی فتح میں نمایاں حصّہ لیا۔

معجم قبائل العرب کے مؤلف کی تحقیق کے مطابق آج کل اس کے قبیلہ کے افراد نجد، کوہ شمر وغیرہ میں آباد ہیں اب ان میں وہ پہلے والی عصبیت وخوباتی نہیں رہی۔ نجد میں رہائش پذیر تمیم کے افراد کو تین قبائل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم (۲) سعد بن زید مناۃ (۳) عمرو بن تمیم کی شاخ بنو حنظلہ میں سے مندرجہ ذیل قبائل شامل ہیں ریاض میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا گھرانہ، آل بسام، عنیزہ میں القضاۃ، نیز آل شبانہ وغیرہ، حلاجل میں آل معیوف، حوطہ میں آل منیف خطامہ میں آلِ مغامس۔ خرشاء میں آلِ عبدالکریم۔ وشمہ میں آل جاسر، آل اباحسین وثیثہ میں آلِ فائز، آل منہ، آل عمرو وغیرہ۔ قعسب میں آل سعد وغیرہ۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ کریں "معجم قبائل العرب" (حرف التاء)

صلی اللہ علیہ وسلم اخفاء کے منصوبے کے پابند رہے، عام صحابہ کو اس بات کا پتہ نہ تھا کہ آپ فوج کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں اور کس پر حملہ کرنے والے ہیں، ہاں سب لوگوں کو اتنا معلوم ہوگیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقط ہوازن یا قریش میں کسی ایک کے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں نیز واضح ہوگیا کہ آپ کے فوج کے ساتھ قدید پہنچنے کے بعد اس علاقہ میں ہوازن اور قریش کے سوا مشرکین میں سے کوئی بھی قبیلہ اس قدر طاقت و شوکت کا مالک نہیں جس کے لیے یہ تیاری کی گئی ہو۔ مگر ان میں سے کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ان کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے لڑنا چاہتے ہیں یا ہوازن سے فوج کو اس بات کا بھی پتہ نہ چلا کہ وہ مکہ پر قبضہ کرنے اور بت پرستی کے وجود کو ختم کرنے کے لیے جا رہی ہے یہ راز تب کھلا جب آپ فوج کے ساتھ وادی مرالظہران کے بالائی حصے (وادی فاطمہ) پہنچ گئے۔

جیش نبوی کا قدید سے مارچ

قدید کے میدان میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کی تیاری مکمل کر لی تو آپ نے فوج کے ساتھ وادی عسفان کی طرف مارچ کیا یہ خزاعہ کی مشہور وادی ہے جو آدمی قدید کی جانب سے جو بحر احمر کے ساحل کے قریب ہے، مکہ یا طائف جانا چاہتا ہے وہ اسی راستہ سے گزرتا ہے۔

ہراول دستے اور مقدمۃ الجیش

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے تو آپ نے اپنی خاص فوج سے اپنے آگے کچھ دستے بھیجے تاکہ وہ حالات معلوم کریں اور ان کو یہ احکام بھی دیے کہ وہ ہر اس آدمی کو جس پر مشرکین کے جاسوس ہونے کا شبہ ہو اور وہ مسلمانوں کی خبریں اکٹھی کر رہا ہو گرفتار کر لیں۔

جیش نبویؐ کے ہراول دستے کا کمانڈر، خالد بن ولید

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدید سے فوج کے ساتھ مارچ کیا تو آپ نے ہراول دستے کی کمان مشہور قریشی جانباز اور شہسوار خالد بن ولید کے سپرد کی، یہ سارا دستہ گھڑ سواروں کا تھا جن کی اکثریت بنو سلیم سے تعلق رکھتی تھی، بنو سلیم کے دستوں کے تمام افسر انہی میں سے تھے جو قدید میں تعیین نبوی کے مطابق اپنے اپنے دستے کے سالار بھی تھے اور حضرت خالد بن ولید مجموعی طور پر سارے ہراول دستے کے سالار عام تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے طائف کی طرف جا کر مکہ کی طرف مڑنا

مؤرخین کے اسلوب کلام سے پتہ چلتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے ساتھ مارچ کرنے کے دوران، طائف کی جانب ثقیف کے ملحقہ علاقوں تک پہنچنے تک مسلسل یہ معمول رکھا کہ آپ کبھی مکہ کو بائیں جانب چھوڑتے ہوئے دائیں جانب چلے جاتے پھر واپس لوٹ کر شاہراہ پہ وادی ظہران سے گزر کر مکہ کی طرف چل پڑتے اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے جسے مؤرخین نے وثوق سے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے مارچ کے دوران عرج کے علاقے میں پڑاؤ کیا تھا اور عرج کے متعلق معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۹۸ میں لکھا ہے کہ یہ طائف کی طرف ایک بستی ہے جس کی طرف مشہور شاعر العرجی منسوب ہے، واقدی نے بیان کیا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فوج کے ساتھ عرج میں پڑاؤ کیا تو لوگوں کو علم نہ تھا کہ آپ قریش، ہوازن یا ثقیف میں سے کس کی طرف جانا چاہتے ہیں، مشہور شاعر حضرت کعب بن مالک نے لوگوں سے کہا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر تمہارے لیے معلوم

کرتا ہوں کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں، کعب آکر آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا اور اشعار پڑھنے لگا جن میں اس نے آپ سے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کی کہ آپ ہمیں کہاں لیے جاتے ہیں؟ اشعار کی سماعت کے بعد آپؐ صرف مسکرا دیے۔

مسلمانوں سے تصادم کے لیے ہوازن کی تیاری

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجاز ہی میں نہیں بلکہ تمام جزیرہ عرب میں مشرکین میں سے قریش اور ہوازن کے سوا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ہوازن کے قبائل مکہ کے مشرق سے لے کر دور دراز کی مسافتوں تک پھیلے ہوئے تھے جن کی حدود نجد سے جا ملتی تھیں، قریش چونکہ مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے، اس لیے توقع کی جاتی تھی کہ مسلمان ان سے برسر پیکار ہوں گے، ہوازن دوسرا قبیلہ تھا جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس نے فوجوں کو جمع کیا اور جزیرہ کے باہر انہیں بھاری جنگی سامان خریدنے کے لیے بھیجا۔

قریش اور ہوازن، مسلمانوں سے جنگ کے لیے حلیف کیوں نہ بنے

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قریش اور ہوازن باوجودیکہ دونوں مسلمانوں سے دشمنی کرنے اور انہیں ختم کر دینے میں متفق تھے اور باوجود اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی تھے۔ ہم نے کتب تاریخ میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی کہ ان دونوں نے کسی قسم کے فوجی اتحاد یا دوستی کی کوشش کی ہو جس سے یہ اپنے مشترکہ دشمن (نبی کریم اور آپؐ کے اصحاب) کا مقابلہ کر سکیں، بعید از قیاس نہیں کہ اس کی وجہ فریقین کا ان اسالیب میں اختلاف ہو جن کی پابندی کسی بھی جنگی مقابلہ میں ضروری ہوتی جو مسلمان ان دونوں میں سے کسی کے خلاف برپا کریں[1]

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۰۳

قریش (نقض صلح حدیبیہ کے باوجود) جنگ کے خواہاں نہیں تھے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ جب مسلمان اپنی فوج کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کے لیے مارچ کریں گے تو وہ ان کا سامنا نہیں کر سکیں گے اس لیے ان کی پارلیمنٹ (دارالندوہ) نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی طرف سے متوقع جنگی کارروائی کو روکنے کا سب سے کارگر ذریعہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرات کیے جائیں تاکہ اس صلح کی تجدید کرانے میں کامیابی حاصل کر لیں جسے وہ توڑ چکے ہیں، اس غرض کے لیے انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا اور جب ابوسفیان اپنی مہم میں ناکام ہو گیا تو قریش کی پارلیمنٹ کی اکثریت نے فیصلہ کیا کہ ابوسفیان کی ڈیوٹی لگا دی جائے کہ وہ مسلمانوں کی خبروں کی جاسوسی کے لیے جائے اور جب اُسے پتہ چلے کہ ان کی فوج مکہ پر حملہ کرنے والی ہے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام اہل مکہ کے لیے امان حاصل کرنے کے لیے گفتگو کرے۔ اس کی تفصیل انشاءاللہ آئندہ بیان ہو گی،

اب رہی بات ہوازن کی (کیونکہ وہ تباہ کن قوت کا مالک تھا) اس نے سردارانِ مکہ کے فیصلہ کے برعکس مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ خواہ یہ مقابلہ ہوازن کی طرف سے حملہ کرنے کی صورت میں ہو یا دفاع کرنے کی صورت میں، لہٰذا ہوازن نے آپؐ کے مدینہ سے مارچ کرنے سے قبل، آپ سے جنگ کرنے

ل؎ معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کا سب سے بڑا سبب ہوازن اور قریش کی وہ قدیم دشمنی ہے جس کی وجہ سے حرب فجار ہوئی جس کی چکی بعثت نبوی سے پندرہ سال پیشتر ایک طرف کنانہ — قریش اور بنو بکر — اور دوسری طرف ہوازن کے درمیان گھومتی رہی جیسا کہ کتب تاریخ میں مفصل بیان ہے، دیکھیے سیرۃ ابن ہشام اور البدایۃ والنہایہ۔

کی تیاریاں شروع کردیں ، یہ اہم معلومات اس جاسوس نے بہم پہنچائی جو قبائل ہوازن کے لیے جاسوسی کررہا تھا اور جسے طائف کے قریب جیش نبوی کے ہراول گشتی دستوں میں سے جو دشمن کی خبروں کی تحقیق پر مامور تھے ، ایک دستے نے گرفتار کرلیا تھا۔

ہوازن کا جاسوس ، جیش نبویؐ کے تحقیقاتی دستوں کے ہاتھ میں

عرج اور طلوب کے

درمیان مکہ سے تقریباً تیس میل دور ، جیش نبوی کے ایک تحقیقاتی دستے نے ایک جاسوس کو گرفتار کیا جو بت پرست ہوازن کے لیے ، اسلامی فوج کی جاسوسی کررہا تھا ، ہراول دستے کے جوان اُسے جواب طلبی کے لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے آپ نے اُس سے فرمایا اگر تو سچی بات بتادے گا اور حقیقت بیان کرے گا تو تجھے امان دی جائے گی ۔۔ اس نے اعتراف کرلیا کہ وہ ایک جاسوس ہے جسے ہوازن نے جیشِ نبوی کی نقل وحرکت کی معلومات اکٹھی کرنے کے لیے بھیجا ہے کہ کیا یہ جیش ہوازن سے لڑنا چاہتا ہے یا قریش سے ؟

جواب طلبی کے دوران ہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ ہوازن ، مالک بن عوف نضری کی قیادت میں ان سے جنگ کی تیاری کررہا ہے اور انہوں نے جرُش کی طرف اردن میں اپنے ماہرین کو بھاری جنگی سامان جیسے منجنیق وغیرہ کی خریداری کے لیے بھیجا ہے ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاسوس کی باتوں پہ گرفت کی اور اس کی باتوں کی تصدیق بھی کی ، مگر زیادہ احتیاط کی خاطر حضرت خالدبن ولیدؓ سالار لشکر کو اس کی نگرانی کا حکم دیا تاکہ دشمن کو مسلمانوں کی نقل وحرکت کا پتہ نہ چل سکے ، حضرت خالدبن ولیدؓ نے جیش نبوی کے مکہ میں داخل ہونے تک اُسے گرفتار کیے رکھا ، وہاں پہ یہ جاسوس اپنی مرضی سے

مسلمان ہوگیا اور معرکہ حنین میں شہید ہوا۔

واقدی کہتا ہے کہ مجھ سے معاذ بن محمد نے عبداللہ بن سعد سے بیان کیا ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرج سے چلے تو ہراول دستے کی ایک ٹکڑی آگے چلی گئی جب وہ عرج اور طلوب کے درمیان پہنچی تو وہ ہوازن کا ایک جاسوس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی اور عرض کیا، یا رسول اللہ، جب ہم نے اسے دیکھا تو یہ اپنی سواری پہ تھا ہم اس کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ نشیبی زمین میں ہم سے پوشیدہ ہوگیا پھر آیا تو ایک بلند جگہ پہ بیٹھ کر جھانکنے لگا ہم اس کی طرف دوڑے تو اس نے ہم سے بھاگ جانا چاہا اس نے اپنے اُونٹ کو بلند جگہ سے ترائی .... میں باندھا ہوا تھا اور یہ اُسے ہم سے چھپانا چاہتا تھا ہم نے پوچھا تو کن لوگوں میں سے ہے، اس نے جواب دیا، بنی غفار کا ایک آدمی ہوں، ہم نے پوچھا وہ اس علاقے کے لوگ ہیں اور تو کس بنی غفار سے ہے تو یہ وضاحت نہ کر سکا اور نہ ہی ہمارے سامنے اپنا نسب بیان کر سکا جس سے ہمارے شبہ میں اضافہ ہوگیا اور ہمیں اس کے بارے میں سوءِ ظن ہوگیا، ہم نے پوچھا تیرے اہل کہاں ہیں اس نے جواب دیا قریب ہی ہیں اور اپنے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا، ہم نے پوچھا کس پانی پہ ان کا ڈیرہ ہے اور تیرے ساتھ وہاں کون کون ہے تو اس نے ہمیں کچھ نہ بتایا، جب ہم نے اس کی بکواس کو محسوس کر لیا تو کہا تو ہم سے سچ بات کہے گا یا ہم تیری گردن ماریں، اس نے کہا اگر میں سچ بولوں تو اس کا کچھ فائدہ ہوگا، ہم نے جواب دیا، ہاں، تو اس نے بیان کیا کہ میں ہوازن بنی نصر کا آدمی ہوں، مجھے ہوازن نے بطور جاسوس کے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ مدینے جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل، اور ہمیں بتا کہ وہ اپنے

حلیفوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہیں، کیا وہ قریش کی طرف کوئی فوج بھیجیں گے یا خود ان سے جنگ کریں گے؟ ہمارے نزدیک وہ ان سے غلّہ طلب کریں گے، اگر وہ خود چلیں اور فوج بھیجیں تو تم اس کے ساتھ چلنا یہاں تک کہ بطن سرف (یہ جگہ مکہ سے چھ میل دور ہے) میں پہنچ جانا اگر وہ پہلے ہم سے جنگ کے خواہاں ہوئے تو بطن سرف سے ہماری طرف آئیں گے اور اگر قریش سے جنگ کرنا چاہیں گے تو اسی راستے پر چلتے رہیں گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوازنی جاسوس سے جواب طلب کرنا

تحقیقاتی دستے کے لیڈر کی اس زبانی تقریر کے بعد جو اس نے اس جاسوس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کی، آپؐ نے اس سے جواب طلبی کا آغاز کیا آپ نے سب سے پہلے ہوازن کے اس مقام کے متعلق پوچھا جس میں وہ اکٹھے ہو رہے تھے، سوال و جواب کا سلسلہ مندرجہ ذیل طریق پر ہوا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ہوازن کہاں ہیں؟

جاسوس ۔ میں نے انہیں نقعاء مقام پر چھوڑا تھا وہاں ان کا بڑا اجتماع تھا، انہوں نے جُرش کی طرف بھاری اسلحہ اور منجنیقوں کے لیے آدمی بھیجے تھے سب لوگ ہوازن کی طرف جا رہے تھے تاکہ وہ ایک بڑی فوج بن جائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ انہوں نے اپنا یہ سب کام کس کے سپرد کیا ہے؟

جاسوس : اپنے جوان مالک بن عوف کے سپرد کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم :- کیا تمام ہوازن نے مالک کی دعوت پر لبیک کہا ہے ؟

جاسوس :- بنی عامر میں سے صاحب تعییب قبیلوں نے سستی کی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم :- وہ کون ہیں ؟

جاسوس :- کعب اور کلاب [1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم :- ہلال [2] نے کیا کیا ہے ؟

جاسوس :- ان میں سے اس کی طرف آنے والے بہت تھوڑے آدمی ہیں، میں گزشتہ کل مکہ میں آپ کی قوم (قریش) کے پاس سے گزرا ، ان کے پاس ابوسفیان بن حرب آیا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ وہ جو پیغام لے کر آیا تھا وہ اس سے ناراض اور خوفزدہ سے تھے ، یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسبنا اللہ ونعم الوکیل پھر آپ نے اپنے اصحاب کو بتایا کہ وہ اس آدمی کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں ، جاسوس نے عرض کیا اس سچائی کا مجھے کوئی فائدہ بھی پہنچا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہراول دستے کے سالار خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ اسے قید کر دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آگے جا کر لوگوں کو متنبہ کر دے ، جب فوج نے مر الظہران میں پڑاؤ کیا تو وہ آدمی بھاگ گیا ، حضرت خالد بن ولید نے اسے اراک (عرفات میں ایک جگہ کا نام ہے) پھر جا پکڑا اور کہا ، اگر مجھے اس

---

[1] کعب یعنی بنو عامر بن کلاب بن ربیعہ بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ، کلاب کا سلسلہ نسب بھی یہی ہے۔

[2] بنو ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔

عہد کا پاس نہ ہوتا جو مجھے دیا گیا ہے تو میں تیری گردن مار دیتا ، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے حکم دیا کہ اسے مکہ میں داخل ہونے تک قید کر دیا جائے .... اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہو کر اُسے فتح کر لیا تو اُسے آپ کے حضور پیش کیا گیا آپ نے اُسے دعوتِ اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گیا پھر مسلمانوں کے ساتھ ہوازن کی طرف گیا اور جنگ اوطاس[1] میں شہید ہوا۔

تحقیقاتی شعبوں سے استفادہ

اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تحقیقاتی کمیٹی سے جاسوسوں کو اپنے آگے بھیج کر بہت فائدہ حاصل کیا ، آپ نے ہوازنی جاسوس کے ذریعہ جزیرہ عرب میں اپنے سب سے طاقت ور دشمن کے متعلق بہت قیمتی معلومات حاصل کیں ، واضح رہے کہ ہوازن کے قبائل وہ ہیں جن میں سے بیس ہزار آدمی معرکہ حنین میں جو عہد نبویؐ کا سخت ترین معرکہ تھا ، اسلام کے خلاف نبرد آزما ہوئے تھے۔

رمضان میں جنگ کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرتے تھے اور فوج کو بھی روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے تھے

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے چلنے لگے تو آپ نے فوجیوں کو روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا اختیار دے دیا تھا آپؐ نے رمضان شریف میں خروج کیا آپ نے فرمایا جو روزہ رکھنا چاہتا ہے

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۸۰

وہ روزہ رکھ لے اور جو افطار کرنا چاہتا ہے وہ افطار کرے[1]، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فوج کے ساتھ مرالظہران پہنچے، جو مکہ سے دس کیلومیٹر سے زیادہ نہیں تو آپ نے فوج کو افطار کرنے کا حکم دے دیا کیونکہ اب وہ حربی معرکہ کے دروازوں پر کھڑے تھے اور روزہ جانباز کی قوت کو اس طرح کمزور کر دیتا ہے جس طرح افطاری اس کے جسم کی قوت ونشاط میں اضافہ کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام فوج کو روزہ نہ رکھنے کا حکم دے دیا اور روزہ رکھنے والوں کو نافرمان خیال کیا، جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب ہم ظہر اور عصر کے درمیان مقام کدید (یہ جگہ مکہ سے ۴۲ میل دور ہے) پر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن لیا یہاں تک کہ مسلمانوں نے اُسے دیکھ لیا پھر آپ نے اسی وقت روزہ افطار کر دیا، اور ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرالظہران (مکہ سے ایک منزل دور) میں پہنچے تو فرمایا، تمہیں صبح اپنے دشمن سے نبرد آزما ہونا ہے اور افطار کرنا تمہارے لیے زیادہ قوت کا باعث ہوگا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ فوج کے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہے تو آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں[2]

قریش کا عدم مزاحمت کا فیصلہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کرنے کے لیے ابوسفیان کا تقرر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جیش نبوی کی

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۰۱

[2] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۰۲

نقل و حرکت کی خبروں کے متعلق قریش کو کچھ پتہ نہ چلنے دیا یہاں تک کہ آپ نے ...ان مقام کے نزدیک جو مکہ مکرمہ سے فقط چار میل کے فاصلے پر ہے پڑاؤ ڈال کر رات بسر کی۔ باوجودیکہ قریش کو جیش نبویؐ کی نقل و حرکت کی خبروں کے متعلق کچھ خبر نہ چل سکا۔ پھر بھی وہ جب سے انہوں نے خزاعہ سے خیانت کا ارتکاب کیا تھا توقع رکھتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس غلطی کے ارتکاب پر تادیب کے لیے ان سے جنگ کریں گے اور ان کے لیڈر (جب سے ابوسفیان مدینہ سے لوٹ کر آیا تھا) اس معاملہ میں باہم مشورہ کرتے رہتے تھے، مجالس مشاورت کے بعد آخرکار قریش کے سرداروں نے فیصلہ کیا کہ جب جیش نبوی جنگ کے لیے آئے تو اس سے مقابلہ نہ کیا جائے اور انہوں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ ابوسفیان بن حرب ان کی جانب سے گفتگو کرنے کے لیے نمائندہ ہو جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام اہل مکہ کے لیے امان حاصل کرے اور آپ کو یہ اطلاع بھی دے کہ قریش، مکہ کو اس شرط پر آپؐ کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں کہ اسے ایک کھلا شہر قرار دیا جائے اور وہاں کے اہل کو مال و جان کا تحفظ حاصل ہو ہاں قریش نے استثنائی صورت میں ابوسفیان کو یہ اختیار بھی دیا کہ وہ ایک صورت میں چیلنج کو قبول کر لے اور حملہ کرنے والے مسلمانوں سے اعلان جنگ کر دے اور وہ صورت یہ تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج قلیل ہو اور قریشی فوج کے لیے اس پر غالب آ جانا اور سہولت سے اُسے پسپا کرنا ممکن ہو، دارالندوہ میں اس فیصلہ کے بعد قریش نے ابوسفیان کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ خود باہر نکل کر مسلمانوں کے بارے میں خبریں معلوم کرے اور اس پر دگرام پر عمل کرے جس کا فیصلہ قریش نے دارالندوہ میں کیا ہے اور حکیم بن حزام کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ ابوسفیان کا مددگار ہو، اور اس عظیم مہم سے عہدہ برآ ہونے میں اس کی مدد کرے۔

واقدی کہتا ہے کہ مسلمان مرالظہران میں اکٹھے ہوگئے اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے متعلق ایک حرف کی اطلاع بھی نہ ملی تو وہ بہت غمگین اور خوفزدہ ہوگئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ کریں گے، لہٰذا قریش نے خبریں معلوم کرنے کے لیے ابوسفیان کو بھیجنے کا فیصلہ کیا اور کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تیری ملاقات ہوجائے تو ان سے ہمارے لیے پناہ حاصل کرنا اور اگر تو ان کے اصحاب میں کمزوری دیکھے تو ان سے اعلانِ جنگ کر دینا۔

خدا تعالیٰ کا قریش سے بھلائی کا ارادہ کرنا

مکہ میں اپنی فوج کے ساتھ قریش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اچانک جا پڑنے سے آپ کا منصوبۂ اخفا کامیاب ہو گیا اور کوئی ایک شخص بھی جب سے آپ مدینہ سے نکلے تھے، جیش نبویؐ کے مارچ کرنے کی اطلاع قریش تک نہ پہنچا سکا یہاں تک کہ آپؐ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر پہنچ گئے، قریش کو اسی وقت پتہ چلا جب دس ہزار اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔ فوج کی اچانک آمد سے قریش خوفزدہ ہوگئے اور یہ کہنا ممکن ہے کہ جو کچھ ہوا اس میں اللہ تعالیٰ نے قریش سے بھلائی کا ارادہ کیا تھا اس جیش کے سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم مکہ میں ایک قطرہ خون بہانے کی بھی رغبت نہ تھی باوجودیکہ قریش کی پارلیمنٹ نے جیش نبویؐ سے عدم مقاومت کا فیصلہ کیا تھا پھر انہوں نے اپنے سردار ابوسفیان کو (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان جنگ کرنے کا حق دے دیا تھا[1]

یہاں یہ کہنا ممکن ہے کہ اس طرح اچانک آنا بے شمار لوگوں کے خون کی حفاظت کا بہت بڑا سبب بن گیا، جس کا فریقین سے بہائے جانے کا امکان تھا اگر قریش کو آپ کے مدینہ سے اپنی فوج کے ساتھ مارچ کرنے کا پتہ چل جاتا تو

وہ جنگ کی تیاری کرتے اور اپنی تمام فوجوں کو جمع کر لیتے اور ہوازن سے بھی فوجی اتحاد کر لیتے (جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتا تھا اور جانبازوں کی بڑی تعداد رکھتا تھا) اور یہ سب بت پرستوں کی فوج میں اکٹھے ہو جاتے اور حملہ آور جیش نبویؐ کا مقابلہ کرتے، لیکن قریش سے جیش نبویؐ کی نقل و حرکت کو پوشیدہ رکھنے نے انہیں حیرت میں ڈال دیا انہیں کچھ پتہ نہ چل رہا تھا کہ کیا کریں یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گئے، جس کی وجہ سے قریش نے ابوسفیان کو زحمت دینے کا فیصلہ کیا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے لیے امان حاصل کرے۔

عباس بن عبدالمطلب کا قریش کے متعلق خوف اور ان کے سرداروں کو ڈرانا اور تابعداری اختیار کرنے کا مشورہ دینا

عباس بن عبدالمطلب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور جب سے معرکۂ بدر میں مسلمانوں کے غالب آجانے کے بعد، انہوں نے اپنے آپ کو فدیہ دے کر چھڑایا تھا وہ مکہ ہی میں بحالت شرک قیام پذیر تھے اور اپنی قوم کے درمیان رہنے کے باوجود اپنے بھتیجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت رکھتے تھے آپ ہی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو، قریش کے ان ارادوں سے آگاہ کیا تھا جو وہ ہجرت کے تیسرے سال مدینہ میں جنگ کے لیے رکھتے تھے جن کی وجہ سے اُحد کا تاریخی معرکہ ہوا، اپنے بھتیجے کے ساتھ اخلاص رکھنے کے باوجود، عباسؓ اس وقت اپنے اہل اور قریشی خاندان کے خون کو محفوظ

دیکھنے کے بھی آرزومند تھے اور انھوں نے اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے بڑی کوشش کی اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئے جس کی وجہ سے مکہ ایک عظیم جنگی مصیبت سے بچ گیا، جیسا کہ اصحاب سیر نے بیان کیا ہے، کہ جس وقت جیش نبویؐ مدینہ سے نکلا، اس وقت عباسؓ بھی مکہ سے ہجرت کر گئے اور راستے ہی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور جیش نبویؐ کے ساتھ مل کر مکہ واپس آ گئے، جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مرالظہران میں پڑاؤ کیا اور عباسؓ نے فوج کی کثرت کو دیکھا تو انھیں مکہ میں اپنی قوم کے متعلق خوف پیدا ہوا اور ان کے دل میں اہل مکہ کے متعلق شفقت کے جذبات مچلنے لگے اور اس بات سے بھی ڈر گئے کہ جیش نبویؐ زبردستی مکہ کو فتح کرے گا اور قریش کا بڑا حصہ تباہ کر دے گا، اپنی قوم کے متعلق اس گھبراہٹ اور خوف کا اظہار عباس نے اپنے اس قول میں کیا ہے جب کہ وہ اس پُرجوش جیش کو دیکھ رہے تھے جس کے دستے وادی مرالظہران میں پھیلے ہوئے تھے قریش کے لیے ہلاکت ہو بخدا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے امان طلب کرنے سے قبل مکہ میں بزور شمشیر داخل ہوئے تو یہ بات ہمیشہ کے لیے قریش کی موت کا باعث بن جائے گی [1]:

حضرت عباسؓ کا قریش کو ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرنا

حضرت عباسؓ نے قریش کے متعلق خوف کے اظہار پر ہی بس نہیں کیا کہ جیش نبویؐ انھیں تلوار کی دھار پر رکھ کر فنا کر دے گا بلکہ وہ اس سوچ میں پڑ گئے رہے کہ وہ کوئی ایسی تدبیر

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۸۹ ج ۴

کریں جس سے قریش کو اس سخت مصیبت سے بچالیں جو اس جیش نبوی کے ہاتھوں جلد ہی ان پر پڑنے والی ہے جس نے مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں رات گزاری ہے جبکہ لشکر کے پاس راستہ میں مزاحمت کرنے والے کو کچل ڈالنے کی ہدایات بھی موجود ہیں اور وہ بتوں کے وجود کو ختم کرنے کی کاروائی بھی کرنے والا ہے۔ قدرے غور و فکر کرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی جس سے انہیں اطمینان حاصل ہو گیا کہ وہ اس طرح قریش کو اس مصیبت سے بچا سکتے، وہ یہ کہ وہ جلدی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اور کامل فرماں برداری کا اعلان کرنے کے بعد، ان سے امان طلب کریں تاکہ جیش نبویؐ مکہ کو کھلا شہر تصور کرے اور کسی سے معترض نہ ہو، اس اطمینان کے حاصل ہو جانے کے بعد انہوں نے مکہ میں اپنی قوم کے پاس اس حقیقت کو پہنچانے کے لیے خود کوشش کی اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنے لیڈروں میں سے جلد ایک وفد تیار کریں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فوج کے زبردستی مکہ میں داخل ہونے سے قبل، تابعداری کی بنیاد پر امان طلب کرے۔

اراک کے پاس عباسؓ کی اپنے دوست ابوسفیان سے ملاقات

باوجودیکہ عباس نے یہ فیصلہ رات کے وقت کیا مگر انہوں نے اپنی قوم کو جلد انتباہ کرنے اور مشورہ دینے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا تاکہ قریش سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرات کرنے میں سُرعت سے کام لیں اور طلوع آفتاب سے قبل، اہل مکہ کے خون محفوظ ہو جائیں اس لیے وہ بغیر دیر کیے رات کے اندھیرے میں اراک کی طرف جو مضافات مکہ میں ہے اس اُمید پر چل پڑے کہ شاید وہ وہاں جا کر لکڑہاروں یا شیر فروشوں کو پائیں جو ان کے انتباہ اور مشورے کو قریش کے پاس لے جائیں تاکہ ان کے سردا

اہل مکہ کے واسطے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کرنے کے لیے، ان کے پڑاؤ کی طرف جلد روانہ ہو جائیں اور یہ حسنِ اتفاق کی بات ہے کہ قریش کا سردار اور لیڈر ابوسفیان بن حرب جسے قریش نے کامل اختیارات دیے ہوئے تھے، اس رات مسلمانوں کی خبریں معلوم کرنے کے لیے نکلا اور اُسے پتہ نہ تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مکہ مکرمہ سے فقط چار میل کے فاصلے پہ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو بچانے کے لیے ابوسفیان کے دل میں اس رات کو باہر نکلنے کی بات ڈالی جو مکہ کی تاریخ میں فیصلہ کن رات تھی ابوسفیان کا اس رات کو نکلنا، اہل مکہ کو ایک تباہ کُن جنگ سے بچانے کا باعث بن گیا جس کے مقابلہ کی وہ طاقت نہ رکھتے تھے اور یہی وہ بات تھی جس کے متعلق وہ بڑے قلق سے سوچ بچار کر رہے تھے اور رات کی تاریکی میں دوڑ رہے تھے تاکہ وہ اس کے وقوع پذیر ہونے میں حائل ہو جائیں۔

اسی اثناء میں کہ عباس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اراک کے ارد گرد آدمی تلاش کر رہے تھے کہ شاید وہ ان کے پیغام کو قریش کے لیڈروں تک پہنچا دے کہ اچانک انہوں نے خود قریش کے سردار کو اراک کے پاس خبریں معلوم کرتے پایا آپ نے اس کے سامنے اپنے موقف کی حقیقت بیان کی اور یہ مشورہ دیا کہ ابوسفیان بطور قریش کے سردار کے اہل مکہ کے واسطے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کرے۔ ابوسفیان نے بغیر کسی تردد کے ان کی بات مان لی اور عباسؓ نے اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پہ اپنے پیچھے سوار کرا لیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے جہاں پہ ابوسفیان ایمان لایا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پہ قریش کو عام معافی دی کہ کوئی آدمی مکہ میں فوج کے داخل ہوتے وقت مزاحم نہ ہو۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرالظہران میں پہنچے تو آپ نے رات کو اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ دس ہزار آگ روشن کریں، یہ ایک ایسا منظر تھا جس سے قریب تھا کہ قریش کی جانیں نکل جاتیں، اسی دوران ابوسفیان اور حکیم بن حزام خبریں حاصل کر رہے تھے کہ ان کی ملاقات بدیل بن ورقاء[1] سے ہوئی اور یہ دونوں اس کے پیچھے چل پڑے اور وہ ان دونوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ جب وہ مرالظہران کے راستے اراک پہنچے تو انہوں نے خیمے، فوج اور آگ دیکھی اور گھوڑوں کے ہنہنانے اور اونٹوں کے بلبلانے کی آوازیں سنیں تو اس بات نے انہیں سخت خوف زدہ کر دیا اور کہنے لگے یہ بنو کعب ہیں جنہیں جنگ نے بھڑکا دیا ہے بدیل جو بنو کعب میں سے تھا اس نے کہا یہ لوگ تو بنو کعب سے زیادہ ہیں، پھر کہنے لگے یہ ہوازن ہوں گے جو ہمارے علاقے میں اکٹھے ہو گئے ہیں اور خدا کی قسم ہم اسے نہیں جانتے، یہ فوج تو حج کرنے والے لوگوں کی طرح ہے[2]

طبری اپنی تاریخ میں اس قصے کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

عباس رضؓ نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم فوج کو دیکھ چکے تھے، کہا:۔ خدا کی قسم اگر قریش نے سرکشی اختیار کی تو یہ فوج زبردستی مکہ میں داخل ہوگی، جس سے قریش کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے گا پھر رسول اللہ

---

[1] بدیل بن ورقاء بنو خزاعہ کا ایک سردار تھا ان کی رہائش مکہ میں تھی۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دیگر حلیفوں کی طرح انہیں لشکر نبویؐ کی آمد کا علم ہوگا، لہٰذا یہ مزید تحقیق کے لیے باہر نکلے جب کہ ابوسفیان کے باہر نکلنے کا مقصد کچھ اور تھا۔

[2] مغازی الواقدی ص۸۱۴ ج۲

صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر بیٹھ کر کہنے لگے میں اراک کی طرف جاکر کسی لکڑہارے
شیر فروش یا مکہ میں کسی داخل ہونے والے کو دیکھتا ہوں کہ وہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے گھر کا پتہ دے تاکہ وہ ان کے پاس جاکر امان حاصل کرلیں اور خدا کی قسم
میں اراک میں جس بات کی خاطر آیا تھا اس کی جستجو میں گھوم رہا تھا کہ میں نے ابوسفیان
بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کی آواز سنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
کے متعلق خبروں کی ٹوہ لگا رہے تھے ، عباس کہتے ہیں جب ابوسفیان نے لشکر
کی آگ کو دیکھا تو میں نے ابوسفیان کو کہتے سنا خدا کی قسم میں نے آج کی طرح
کبھی آگ نہیں دیکھی ، بدیل نے کہا یہ خزاعہ والے ہیں جنہیں جنگ نے غضبناک
کر دیا ہے ابوسفیان نے کہا ، خزاعہ تو اس سے بہت چھوٹا قبیلہ ہے عباس کہتے
ہیں کہ میں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور کہا اے ابوحنظلہ ، اس نے پوچھا
ابوالفضل ہیں ؟ میں نے جواب دیا ہاں ! تو اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر
قربان ہوں ، بس حاضر ہوں ، میں نے اُسے کہا ، میرے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں وہ تمہارے پاس سرعت کے ساتھ چل کر آگئے ہیں ، تمہارے بس کی
بات نہیں کہ تم دس ہزار مسلمانوں کا سامنا کرسکو اس موقع پر ابوسفیان کے اوسان
خطا ہوگئے اور وہ شرمندہ ہوگیا اور حملہ آور جیش نبوی کے مقابلہ کی تیاری و تنظیم
کے لیے مکہ واپس نہ گیا کیونکہ مکہ کی پارلیمنٹ نے ، جس نے ابوسفیان کو رات کے
وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جیش کی خبروں کی ٹوہ لگانے کے لیے
بھیجا تھا ، اس نے اپنے آخری اجلاس میں مقابلہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ابوسفیان کا عباس سے مشورہ طلب کرنا

ابوسفیان اس شب کو اسی لیے نکلا تھا کہ وہ قریش کو اس خطرے سے
بچانے کی کوشش کرے جو دس ہزار مسلمان فوج کی صورت میں ان کے سامنے

کھڑا تھا اور وہ فوج مکہ کو تباہ کرنے کی تیاری کر رہی تھی، ابوسفیان نے اپنے دوست عباس سے مشورہ طلب کیا کہ وہ اسے کوئی ایسا محفوظ راستہ بتائیں جو قریش کے خون کی حفاظت کا ضامن ہو اور وہ اس راستہ کو اختیار کرے۔

عباسؓ نے ابوسفیان کو بتایا کہ وہ ذاتی طور پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرے اور ان سے اہل مکہ کے لیے امان طلب کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات کو مان لیں گے کیونکہ وہ خونریزی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اس کے سوا خون کی حفاظت کی اور کوئی سبیل نہیں، ابوسفیان نے سخت مضطرب ہو کر عباسؓ سے کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ عباسؓ نے جواب دیا اس خچر کے پیچھے سوار ہو جا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے لیے امان طلب کرتا ہوں خدا کی قسم اگر وہ تجھے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے تو ضرور تیری گردن ماردیں گے [۱] ابوسفیان نے بغیر کسی تردد کے اس تجویز سے اتفاق کیا کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے اور آپ سے امان حاصل کرنے میں ہی زیادہ کامیابی سمجھتا تھا، مگر تاریخ قریش کی ان فیصلہ کن گھڑیوں میں عم رسول سے ملاقات کرنا بھی ابوسفیان نے ایک قیمتی موقع تصور کیا، جس وقت کہ وہ اپنے

---

[۱] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ میں ہے کہ فتح مکہ کی رات کو حضرت عمرؓ محافظوں کی ایک ٹکڑی کی قیادت کر رہے تھے جس نے ابوسفیان کو پکڑ لیا اور آپ سے کہا ہم آپ کے پاس اہل مکہ کی ایک جماعت کو لائے ہیں، حضرت عمرؓ نے مسکراتے ہوئے کہا خدا کی قسم اگر تم میرے پاس ابوسفیان کو لاتے تو میں تم سے اور کچھ مطالبہ نہ کرتا انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم ہم آپ کے پاس ابوسفیان کو لائے ہیں تو انہوں نے جواب دیا صبح تک اسے قید کر دو اس کا مطلب یہ ہے کہ (اگر یہ بات صحیح ہو تو) کہ عباسؓ نے ابوسفیان کو محافظوں کی اس ٹکڑی سے جو حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں تھی چھڑانے کے بعد پناہ دی تھی۔

جیسے سرداروں کے ساتھ مکہ اور اہل مکہ کو، اس تباہ کن خطرہ سے بچانے کے لیے سرگرم عمل تھا جس کی قریش اس شنیع خیانت کے ارتکاب کے بعد توقع کر رہے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے صلح حدیبیہ کے تاریخی معاہدہ کو توڑ دیا تھا، اور ان حد درجہ پُر خطر حالات میں عباس کی طرح اور کون اس اہم امر کو نپٹا سکتا تھا؟ اور پھر یہ زندگی کا ایک قیمتی موقع تھا اور قریشی فوج کے سالار، اور وزیر جنگ اور ان کے لیڈر ابوسفیان پر لازم تھا کہ وہ اس موقع کو ضائع نہ کرے۔

ابوسفیان کا قتل سے ڈرنا اور عباسؓ کا انہیں تسلی دینا اور خچر رسولؐ پر اپنے پیچھے بٹھانا

رات کا وقت تھا، اور اس بات کا امکان بھی تھا۔ بلکہ ہر مسلمان کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ وہ ابوسفیان کو قابو کرنے کے بعد قتل کر دے (خاص طور پر اس رات کو جب فوج ہنگامی حالت اور جنگ کی حالت میں تھی) اور خزاعہ پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف اور صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں شامل تھا، قریش کی ظالمانہ زیادتی کے بعد جو صلح حدیبیہ کی رسواکن خلاف ورزی تھی، اب مسلمانوں اور قریش کے درمیان کوئی معاہدہ باقی نہیں رہا تھا اس لیے مکہ کا سردار اور وزیر جنگ جو کچھ بھی وہ تھا اب نہیں تھا۔ اس نے اپنے دوست عباس کی تجویز کو خوش آمدید کہا، یہ خیال کرتے ہوئے (کہ وہ مشرک ہے اور لشکر گاہ نبویؐ کے تمام آدمیوں کو اس کا خون مطلوب ہے) کہ اس طرح وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو فوج کے سالار اعلیٰ ہیں، کے ہیڈ کوارٹر میں، جسے دس ہزار جانبازوں کے نیزے جنگلات کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور جس کے سب کفر کے سردار ابوسفیان کے سر کو کچلنا چاہتے ہیں، سلامتی کے ساتھ پہنچ جائے گا، ابوسفیان نے اپنے دوست عباس سے اس شک کا اظہار کیا کہ وہ ان نیزوں کے جنگلات سے خیمۂ رسولؐ

تک ، بغیر کسی تکلیف کے کیسے پہنچ سکے گا؟ عباسؓ نے ابوسفیان کے مضطرب دل سے یہ تمام خدشات یہ کہہ کر دُور کر دیے کہ وہ خود اُسے خیمۂ نبوی تک اُن کے خاص خچر پہ سوار کر کے لے جائیں گے اور جب تک میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر میں جو قلب لشکر میں ہے نہیں پہنچا دیتا ، تم میری پناہ میں ہو ، ابوسفیان کو عباسؓ کی ضمانت سے تسلی ہوئی اور وہ اپنی پوری تسلی کے بعد آپ کے مشورہ پہ عمل کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پہ ، عباس کے پیچھے سوار ہو گیا اور دونوں فوج کے خیموں کو چیرتے ہوئے جو ہیڈ کوارٹر کا احاطہ کیے ہوئے تھے ، سالارِ اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر کی طرف چل پڑے اور ان کے ساتھ ساتھ ابوسفیان کے معاون حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء بھی تھے جنہوں نے خیمۂ رسول تک پہنچنے سے قبل ہی از خود اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔[1]

حضرت عمرؓ کا ابوسفیان کو قتل کرنے کی کوشش کرنا اور اس کا عباسؓ کی پناہ میں ہونا

اس رات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر گاہ کی حفاظت کا کام حضرت عمرؓ کے سپرد کیا ہوا تھا ، جو لشکر گاہ کی حفاظت کے لیے ، فوج کی مختلف ٹکڑیوں کے ساتھ مکہ کی اطراف میں نصب کیے گئے خیموں کی حفاظت کر رہے تھے ، حضرت عمرؓ ان صحابہ میں سے تھے جو قریش پر بڑے سخت گیر تھے اس وجہ سے لشکر گاہ کی حفاظت کا معاملہ ان کے سپرد ہونا ، عباسؓ کے لیے بعض پریشانیوں کا باعث بن سکتا تھا جس سے ابوسفیان کی زندگی عباسؓ کے پناہ دینے اور زبانی امان دینے کے عہد کے بعد خطرے میں پڑ سکتی تھی یہاں تک کہ وہ خیمۂ رسولؐ تک

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۱۵ ج ۲ ، تاریخ الطبری ص ۳۵ ج ۳ ، البدایہ والنہایہ ص ۲۸۹ ج ۴

پہنچ جائیں۔

قریش کے سردار اور ان کی فوجوں کے سالار ابوسفیان کا خچر پر سوار ہونا اور آپ کے چچا عباس کا ردیف ہونا اس بات کی سب سے بڑی ضمانت تھی کہ اسلامی فوج میں سے کوئی ایک آدمی بھی ابوسفیان کو گزند پہنچانے کے درپے نہ ہوگا۔ عباسؓ بن عبدالمطلب جیش نبویؐ کے درمیان سے ابوسفیان کو خچر رسولؐ پر اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے گزرتے جا رہے تھے، اصحاب لشکر ابوسفیان کو پہچانتے تھے، جسے وہ جنگ باز لیڈر کے طور پر قتل کرنے کے مشتاق تھے لیکن وہ اس اقدام سے رکے رہے کیونکہ ابوسفیان، عباسؓ کی معیت میں تھا وہ کہتے تھے، عم رسولؐ خچر رسولؐ پر سوار ہے لہٰذا انہوں نے ابوسفیان کو بغیر کوئی گزند پہنچائے گزرنے دیا یہاں تک کہ لشکرگاہ کے گشتی دستوں کے ذمہ دار اصحاب نے دونوں سواروں کو رکنے کا حکم دیا اور جب انہیں پتہ چلا کہ یہ عباسؓ ہیں تو انہوں نے لشکرگاہ کے اندر جانے کی اجازت دے دی، اس طرح لشکر اسلام میں سے کوئی آدمی بھی عباس اور ان کے ردیف ابوسفیان پر معترض نہ ہوا۔ سوائے محافظوں کے سالار حضرت عمرؓ بن الخطاب کے، انہوں نے آگ کی روشنی میں جونہی ابوسفیان کو دیکھا تو پکار کر کہا ابوسفیان اللہ کے دشمن؟ اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے بغیر کسی عہد معاہدہ کے مجھے تم پر طاقت بخشی ہے[۲]

حضرت عمرؓ کے لیے ابوسفیان کو قتل کرنا بہت آسان تھا لیکن انہوں نے باوجود شدید خواہش کے اس کے قتل کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لیا کیونکہ ابوسفیان خچر رسولؐ پر سوار تھا اور حضورؐ کے چچا عباسؓ کی پناہ میں تھا اس لیے حضرت عمرؓ

---

[۱] البدایہ والنہایہ ص ۲۸۹ ج ۴

[۲] سیرت ابن ہشام ص ۴۲ ج ۴، تاریخ طبری ص ۵۳ ج ۳، مغازی الواقدی ص ۸۱۷ ج ۲

بہ سرعت تمام حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر کی طرف گئے تاکہ عباسؓ کے پہنچنے سے قبل ہی وہ آپؐ سے ابوسفیان کی گردن مارنے کی اجازت حاصل کر لیں۔

ابوسفیان کے متعلق معافی کا حکم لینے میں عباسؓ کی کامیابی

عباسؓ کو بھی رجو ابوسفیان کی زندگی کے ذمہ دار تھے، حضرت عمرؓ کے ارادے کا احساس ہوگیا اور ڈرے کہ کہیں وہ پہلے پہنچ کر ابوسفیان کے قتل کی اجازت نہ حاصل کرے عباسؓ نے بھی خچر کو تیز بھگایا تاکہ وہ حضرت عمرؓ سے پہلے خیمۂ رسولؐ تک پہنچ جائیں اور حسب وعدہ ابوسفیان کے لیے امان حاصل کر لیں، عباسؓ عملاً کامیاب ہوگئے اور حضرت عمرؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی خیمۂ رسول تک پہنچ گئے۔

ابوسفیان کی زندگی کی کٹھن گھڑی

ابوسفیان کی زندگی کی یہ کٹھن گھڑیاں تھیں، خصوصاً اس وقت کے بعد جو اس نے حضرت عمرؓ کو تیزی سے دوڑتے دیکھا تھا تاکہ وہ ان سے ابوسفیان کی موت کا فیصلہ نہ لے لیں، حضرت عمرؓ بھی فوراً خیمۂ رسولؐ میں پہنچے ابھی تک عباسؓ اور ابوسفیان نے خیمہ میں اپنی نشست نہیں سنبھالی تھی، ابوسفیان، فاروقؓ اعظم کو دیکھ کر پریشان ہوگیا کیونکہ ابھی عباس نے ابوسفیان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل نہیں کی تھی اور عباسؓ کے التماس کرنے سے قبل ہی، حضرت عمرؓ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوسفیان کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی مگر عباسؓ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگئے اور انہوں نے ابوسفیان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر لی جس کا انہوں نے ابوسفیان سے وعدہ کیا ہوا تھا یہ امان انہوں نے فاروق اعظم کے اصرارِ اذن قتل ابوسفیان

کے باوجود حاصل کرلی۔

خیمۂ رسولؐ میں عباسؓ اور فاروقؓ کی نوک جھونک

ابوسفیان کے بارے میں عباسؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان نوک جھونک شروع ہوگئی عباسؓ نے حضرت عمرؓ پر اتہام لگایا کہ انہوں نے ابوسفیان کے قتل کے مطالبہ پر اس لیے اصرار کیا ہے کہ وہ عباس کا قرابت دار ہے مگر فاروق اعظم نے عباسؓ کو وثوق سے کہا کہ ابوسفیان کے قتل کی آرزو کا سبب یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ آرزو اس وجہ سے ہے کہ یہ مکہ میں کفر کا سردار ہے۔ کتب سیرت میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت عمرؓ خیمۂ رسول میں پہنچے تو اسی وقت انہوں نے ابوسفیان کو قتل کرنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان دشمن خدا ہے خدا تعالیٰ نے بغیر عہد معاہدہ کے ہمیں اس پر طاقت بخشی ہے مجھے اس کے قتل کی اجازت دیجیے، عباسؓ نے اس مطالبہ پر اعتراض کیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے اسے پناہ دی ہے، حضرت عمرؓ نے دوبارہ قتل ابی سفیان کا مطالبہ دہرایا تو عباس غضب ناک ہوگئے کیونکہ ابوسفیان کو مارنا عباسؓ کے اس عہد کو توڑنا تھا جو ابوسفیان نے آپؓ سے لیا تھا اور عربوں میں پناہ کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے تعریف کے رنگ میں کہا: عمرؓ بس کیجیے، خدا کی قسم تو یہ کام صرف اس لیے کر رہا ہے کہ ابوسفیان بنی عبد مناف کا ایک آدمی ہے اگر یہ بنی عدی بن کعب میں سے ہوتا (جو ابن خطاب کا خاندان ہے) تو تُو یہ بات نہ کہتا، حضرت عمرؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے اتہام کی تردید کرتے ہوئے صراحتاً کہا عباسؓ بس کیجیے خدا کی قسم جس روز آپ اسلام لائے آپ کا اسلام لانا میرے باپ کے اسلام لانے سے بھی مجھے زیادہ محبوب تھا اگر وہ اسلام لاتا، اس لیے

کہ آپ کا اسلام لانا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے اسلام لانے سے، اگر وہ اسلام لاتا، زیادہ محبوب تھا، حضرت عمرؓ اور عباسؓ کا یہ مجادلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا، مگر آپ نے کسی کو ملامت نہ کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ دونوں کا مقصد نیک ہے، عباسؓ نے جو اپنے عمزاد ابوسفیان کی سلامتی کی آرزو کی تو یہ بھی نیک مقصد سے تھی اور وہ یہ کہ اس کا قتل سے بچ جانا اس کے اسلام کا سبب بن جائے گا اور دوسرے یہ کہ اس وجہ سے اس کی قوم قریش سب کی سب اسلام کی طرف مائل ہو جائے گی، مکہ جنگ کی خرابیوں اور ہلاکتوں سے محفوظ ہو جائے گا، کیونکہ وہ قریش کا سردار اور آزاد نمائندہ تھا، اور جب جیش نبویؐ مکہ میں داخل ہوگا تو کوئی عنصر اس کے خلاف فعال مقاومت نہ کر سکے گا اور جب عباسؓ ابوسفیانؓ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور مکہ واپس آنے سے قبل ہی ابوسفیان حلقہ بگوش اسلام ہو گیا، تو بالفعل یہی کچھ ہوا یعنی کوئی مقاومت نہ ہوئی اور دوسری جانب حضرت عمرؓ نے جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوسفیان کے قتل کی اجازت طلب کی تو ان کی مخلصانہ کوشش یہ تھی کہ وہ کفر کے سربراہ کا سر کچل دیں اور ابوسفیان اس وقت کفر کے ان عظیم ترین سرداروں میں سے تھا جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی سازش کی تھی اور آپ کے خون کو مباح کرنے اور آپ کو زندہ یا مُردہ حالت میں پکڑ کر لانے پر بہت بڑا انعام مقرر کیا تھا اور بے شمار مومنین کو جنہوں نے اپنے دین پر استقامت دکھائی تھی عذاب دیا اور قتل کیا تھا اور حضرت عمرؓ کا ابوسفیانؓ کو قتل کرنے کی سعی کرنا دُور رس سیاسی اثرات کا حامل تھا اور وہ یہ کہ مکہ کے بقیہ سرداروں کے دلوں میں خوف اور رُعب پیدا کیا جائے اور ابوسفیان کے قتل سے ان کی بقیہ حربی تیاریوں کا ستیاناس کر دیا جائے اور مکہ کے بے اعتدال اشرار

کے دلوں سے جیش نبوی سے مقابلے کے خیالات ختم ہو جائیں اور اس کے لیے بغیر ایک قطرہ خون بہائے مکہ میں داخل ہونا آسان ہو جائے۔

ابو سفیان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان کیسے حاصل کی۔؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کے جذبات اور سچے ارادے کی پختگی کا اندازہ کر کے جو انہیں قریش کے سردار ابو سفیان کے قتل کی اجازت پہ آمادہ کر رہا تھا، اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کو جو ان کے عم زاد ابو سفیان کے متعلق امان طلب کرنے کے بارے میں جواب دیا کہ عباسؓ نے اراک کے پاس ابو سفیان کو مشورہ دیتے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے ان کے ہیڈ کوارٹر میں لے جائیں گے۔

امام طبری ہمارے لیے اس تاریخی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں جو عباسؓ کی بہترین مساعی کی کامیابی سے تعلق رکھتا ہے جن کی وجہ سے مکہ جنگ کی تباہ کاریوں سے بچ گیا، اگر ابو سفیان اپنے دوست اور عم زاد عباس کے مشوروں کو الٰہی اشاروں کے مطابق نہ مانتے تو قریب تھا کہ قریش کا بڑا حصہ تباہ ہو جاتا، پس اس نے پہلے اسلام قبول کیا پھر اس نے بعد میں مکہ جا کر اپنی قوم کو ہتھیار ڈالنے اور حملہ آور فوج سے مقابلہ نہ کرنے کی ترغیب دی۔

طبری اپنی کتاب تاریخ الرسل والملوک ج ۳ صفحہ ۵۳ پر لکھتا ہے کہ جب عباس نے ابو سفیان کو اراک کے پاس رات کی تاریکی میں یہ خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے مضافات میں ایک ایسے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے ہیں جس کے مقابلہ کی قریش طاقت نہیں رکھتے تو ابو سفیان نے عباسؓ سے کہا میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ عباس کہتے ہیں، میں نے کہا اس خچر

کے پیچھے سوار ہو جاؤ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے لیے امان طلب کرتا ہوں خدا کی قسم اگر وہ تجھے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے تو تجھے قتل کر دیں گے، عباس کہتے ہیں کہ ابو سفیان میرے پیچھے سوار ہو گیا اور میں اسے لے کر خچر کو تیزی سے بھگاتا ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چل پڑا جب کبھی ہمارا گزر مسلمانوں کی کسی آگ کے پاس سے ہوتا اور وہ مجھے دیکھتے تو کہتے، رسول اللہ کا چچا رسول اللہ کے خچر پہ سوار ہے یہاں تک کہ میں حضرت عمرؓ بن خطاب کی آگ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا، ابو سفیان اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے بغیر کسی عہد معاہدہ کے تجھ پہ مجھے طاقت بخشی ہے پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور میں نے خچر کو دوڑا دیا، ابو سفیان کو میں نے پیچھے بٹھایا ہوا تھا یہاں تک کہ ہم خیمہ کے دروازے میں گھس گئے اور میں حضرت عمرؓ سے اتنی سبقت لے گیا جتنا سست رو جانور، سست آدمی سے سبقت لے جاتا ہے، حضرت عمرؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پہنچ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ یہ ابو سفیان دشمنِ خدا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی عہد معاہدہ کے اس پہ ہمیں طاقت بخشی ہے مجھے اسے قتل کرنے کی اجازت دیجیے، میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے اسے پناہ دی ہے پھر میں رسول اللہ کے پاس بیٹھ گیا اور آپ کا سر پکڑ کر میں نے کہا خدا کی قسم میرے سوا آج آپ سے کوئی بات نہیں کر سکتا، جب حضرت عمرؓ نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے کہا عمرؓ بس کیجیے تو یہ مطالبہ صرف اس لیے کر رہا ہے کہ یہ بنی عبد مناف کا ایک آدمی ہے، اگر یہ بنی عدی بن کعب سے ہوتا تو تو یہ مطالبہ نہ کرتا، تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا عباس بس کیجیے خدا کی قسم جس روز آپ اسلام لائے آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے بھی (اگر وہ اسلام لاتا) زیادہ محبوب تھا، اس لیے کہ میں جانتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا ایمان

لانا میرے باپ کے اسلام لانے سے (اگر وہ اسلام لاتا) زیادہ محبوب ہے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا اسے لے جائیے ہم سب نے اسے امان دی آپ اسے صبح ہمارے پاس لائیے۔

ابوسفیان کا خیمۂ عباس میں حراست میں رات گزارنا

جس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس کو ابوسفیان کے لیے طلبِ امان پہ جواب دیا، اس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی انہوں نے اس عظیم مسئلہ کے کسی پہلو پہ کوئی گفتگو کی، یہ مسئلہ تمام اہلِ مکہ کے لیے کامل امان حاصل کرنے کا مسئلہ تھا) جس امر میں کامیابی کے لیے قریش نے اپنے سردار ابوسفیان کو اس فیصلہ کن تاریخی رات میں بھیجا تھا۔ اسی طرح ہی ابوسفیان کے اسلام میں داخل ہونے کے موضوع پہ دعوت دینے کی گفتگو ہوئی، جو کچھ بھی رات کے اس آخری حصے میں ہوا، وہ یہ تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کو ذاتی طور پہ امان دی اور یہی عباسؓ بن عبدالمطلب نے مطالبہ کیا تھا۔ عباس اپنے دوست، عم زاد اور پناہ گزین ابوسفیان کے ساتھ اپنے گھر چلے گئے جو لشکرِ نبویؐ کے اندر تھا اور ابوسفیان کے خیمہ کے اردگرد سخت پہرہ لگا دیا گیا کہ وہ کہیں مکہ کی طرف نہ بھاگ جائے کہ وہ ابھی تک ناقابلِ اعتبار مشرک تھا اور لشکرِ نبویؐ ہنگامی اور جنگی پوزیشن میں تھا اور لشکر گاہ کے محافظوں کے لیڈر اس بات کے خواہش مند تھے کہ لشکر کا کوئی راز مکہ کی طرف نہ جائے) اس بات سے خائف تھے کہ کوئی راز قریش کے سردار کے ہاتھ نہ لگ جائے جو لشکر گاہ کے اندر داخل ہو کر خیمۂ رسول تک گیا ہے، آپؐ نے یہ ضرور بتا دیا تھا کہ قریش کو اُسی وقت ہمارے متعلق پتہ چلے جب جیشِ نبویؐ مکہ پہ قبضہ کر لے، اس لیے

(واللہ اعلم) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو زحمت دی کہ ابوسفیان ان کے ساتھ ایک ہی خیمہ میں رات گزارے، اس میں گرفتاری، یا حفاظتی پابندی کے معنے پائے جاتے ہیں بلکہ حقیقت بھی یہی تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا، ابوسفیان آپ کے پاس رات گزارے گا صبح کے وقت آپ اسے ہمارے پاس لے آئیں [۱]

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۸۱۸ اور مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۸۱۵ پر ہے کہ جو رات ابوسفیان نے خیمہ عباس میں گزاری اس کی صبح کو اس نے لشکر گاہ میں اذان کی آواز سنی جس سے تمام اطراف لرزہ براندام ہوگئیں تو اس نے ان کی اذانوں سے خوف زدہ ہو کر پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں، عباس رضی اللہ عنہ نے کہا نماز پڑھنے لگے ہیں ابوسفیان نے پوچھا رات اور دن میں کتنی نمازیں پڑھتے ہیں، عباس نے جواب دیا، پانچ، ابوسفیان نے کہا قسم بخدا یہ بہت ہیں، پھر اس نے انہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے جلدی کرتے دیکھا تو کہنے لگا اے ابوالفضل میں نے ایسا بادشاہ کبھی نہیں دیکھا نہ کوئی کسریٰ کو نہ قیصر کو،

عباس نے کہا تیرا برا ہو ایمان لے آ، ابوسفیان نے جواب دیا ابوالفضل مجھے ان کے پاس لے چلیے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے لے گئے تو ابوسفیان نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے خدا سے مدد مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا سے مدد مانگی، خدا کی قسم مجھے آپ سے کچھ تکلیف نہیں پہنچی اور آپ مجھ پر غالب آگئے، اگر میرا خدا سچا اور آپ کا خدا جھوٹا ہوتا تو میں آپ پر غالب آجاتا۔ پھر ابوسفیان نے شہادت دی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مکہ میں قلق و اضطراب اور خبروں کی تشہیر

فوج اور مکہ کے تمام درمیانی راستے بند تھے اور ان کی نگرانی فوجی پولیس کے دستے کر رہے تھے جو جیش نبویؐ کے ماتحت تھے وہ نہ کسی کو مکہ سے نکلنے دیتے تھے اور نہ مکہ کی طرف جانے دیتے تھے اور نہ ہی کسی آدمی کو (خواہ وہ کوئی بھی ہو) لشکر گاہِ نبویؐ کی حدود کے قریب آنے دیتے تھے، مکہ کے جن چند لوگوں کو فوجی پولیس نے اس شب لشکر گاہ میں داخل ہونے کی اجازت دی وہ خزاعہ کا سردار اور مسلمانوں کا حلیف بدیل بن ورقاء اور ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بھتیجے حکیم بن حزام اور قریش کا سردار اور لیڈر ابوسفیان بن حرب تھے کیونکہ یہ سب حضرت عباسؓ کی پناہ اور ضمانت میں تھے، جنہوں نے جنگ کے آلام کو کم کرنے میں بڑی کوشش کی اور بڑا اہم کردار ادا کیا بلکہ ان آلام کو مکہ اور اہل مکہ سے کلیتاً دور کر دیا، ان کی سب سے پہلی بڑی کامیابی یہ ہے کہ وہ قریش کے سردار اور ان کی فوجوں کے سالار ابوسفیان کو خیمۂ نبویؐ تک لے جانے میں کامیاب ہو گئے پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص پروانۂ امان حاصل کر لیا جس سے اس کا وہ خون محفوظ ہو گیا جسے فوج کے سالار اور دستوں کے افسر بہانے کے بڑے مشتاق تھے کیونکہ ابوسفیان کفر کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا، ابوسفیان کا اسلام اور بت پرستی کی جنگ کے دوران میں امان حاصل کر لینا قریش کی بڑی کامیابی تھی (جو مکہ میں بیٹھے ہوئے خوف سے لرزہ براندام تھے) اس کے بعد مزید بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں ان میں آخری کامیابی یہ تھی کہ قریش نے غلبہ حاصل کرنے والے رسول اعظم سے سب کے لیے معافی نامہ حاصل کر لیا جس سے قریش کے وہ تمام جرائم جن کا انہوں نے ۲۱ سال کے دوران میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ارتکاب کیا تھا، معاف ہو گئے اور اہل مکہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عام معافی دی اس سے وہ

تمام جلدیک پردے سرعت کے ساتھ دُور ہو گئے جو ان کی آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے اور وہ اسلام کو انھی تاریک زنار پردوں کی دُوربین سے دیکھا کرتے تھے لیکن اب تو حقیقت ان کے سامنے مجسم صورت میں موجود تھی انہوں نے رسول اسلام کو رجمہ طاقت کے مرکز اور غلبہ کی انتہائی بلندی پر تھے) اسلام کی حقیقی واضح صورت اور اس کی تعلیمات اور نیک مقاصد کو پیش کرتے دیکھا اور ان کے سامنے عفو عام کی جو تصویر پیش کی گئی تاریخ میں اس سے قبل کوئی ایسی مثال موجود نہیں کہ کسی فاتح لیڈر نے اپنے شکست خوردہ دشمنوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا ہو۔

اصل مضمون کی طرف واپسی

ابو سفیان بن حرب نے یہ تاریخی رات، حضرت عباسؓ کے خیمہ میں لشکر گاہ کے اندر ان کی نگرانی میں گزاری، مؤرخین نے یہ نہیں بتایا کہ خیمہ کے اندر اس فیصلہ کُن رات کو عباس اور ان کے دوست ابو سفیان کے درمیان کیا کیا باتیں ہوئیں مگر یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے کہ عباس ہی وہ پہلے شخص تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان امن وامان کے ثالث بنے انہوں نے اس شب اپنی خاص باتوں میں اس امر پر بڑا زور صرف کیا کہ قریش کا سردار اور لیڈر، شرک کو چھوڑ دے اور عظیم اسلامی سوسائٹی کا ایک ممبر بن جائے اور اس کے بعد خیر وسلامتی کا نمائندہ بن کر اپنی قوم کی طرف مکہ میں جائے۔

مکہ میں قلق و اضطراب اور خبروں کی اشاعت

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں مکہ اور لشکر گاہ نبویؐ کے تمام درمیانی راستے فوجی پولیس کی سخت نگرانی میں تھے، پولیس کے جوان، کسی شخص کو لشکر گاہ میں داخل ہونے یا اس سے نکلنے نہیں دیتے تھے تاکہ لشکر گاہ کی اندرونی خبریں مشرکین مکہ تک نہ پہنچ جائیں اس لیے قریش کے جاسوس لشکر گاہ نبویؐ کے

اندرونی اقدامات کی حقیقت جاننے میں ناکام ہو گئے تھے کہ کیا جیش نبویؐ مکہ میں زبردستی داخل ہو گا اور اس میں قتل و غارت گری کرے گا اور لوگوں کو قیدی بنائے گا جیسا کہ اس دور میں مختلف اقوام و ملل کے درمیان غالب آنے والی جنگی فوجوں کا دستور و قانون تھا، یا اُسے کھُلا شہر قرار دے گا جس میں اسلامی فوجوں کے لیے اس میں خون بہانا ممنوع ہو گا؟

ابوسفیان پر قریش کا غصہ

مکہ کے سرداروں کو، نبویؐ انٹیلی جنس کے دستے کی تدبیر اور سہولت سے جو واحد خبر موصول ہوئی وہ یہ تھی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، ابوسفیان کی آپ کے ہیڈ کوارٹر میں ملاقات ہوئی ہے اور آپ نے اُسے اپنے چچا عباسؓ کی سفارش کے نتیجہ میں خاص امان دی ہے، قریش کو یہ کامل یقین تھا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جیش سے حربی مقابلہ کی پوزیشن میں نہیں ہیں، ان کا سب سے اہم مقصد یہ تھا کہ جیش نبویؐ جس کے متعلق سردارانِ مکہ کو یقین کامل تھا کہ وہ عنقریب لامحالہ مکہ میں داخل ہو گا) سے اہل مکہ کے لیے کامل امان حاصل کر لی جائے اسی لیے مکہ کی پارلیمنٹ نے ابوسفیان کو بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن اب ابوسفیان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فقط اپنے لیے امان حاصل کر رہا تھا جس سے قریش کے دل میں قلق و اضطراب پیدا ہوا۔ اور اہل مکہ قلق و اضطراب کا شکار ہو کر رہ گئے اور ان کے دلوں میں ابوسفیان پر اتہام لگانے کے وساوس کام کرنے لگے۔ دارالندوہ میں قبائل کے نمائندین نے ابوسفیان کو فقط اپنی ذات کے لیے امان حاصل کرنے کا نمائندہ نہیں بنایا تھا انہوں نے اُسے اس لیے نمائندہ بنایا تھا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاکرات کرے اور اس کے بموجب اہل مکہ کے لیے کامل امان حاصل کرے جس سے ان کے خون محفوظ ہو جائیں اور ان کی مستورات اور

اولاد قیدی بننے سے بچ جائیں اور جب جیش نبویؐ مکہ میں داخل ہو تو ان کے اموال ضیاع سے محفوظ رہیں، ان کے دلوں میں یہ بات گھر کر گئی تھی کہ نہ وہ جیش اسلام کا سامنا کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ اس سے حربی مقابلہ کر سکتے ہیں، وہ شدید خوف کی حالت میں تھے اور انہیں زیادہ خوف اس بات کا تھا کہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا اسلامی لشکر ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنائے گا اور ان کے تمام اموال و مملوکات پر جنگ کی غنیمت کی طرح قبضہ کر لے گا اور مکہ کو تباہ و برباد کر دے گا اور اس کی گلیوں کو مقتولوں سے اٹ دے گا اور اس کے پہاڑ، بچوں کو کھو دینے والی عورت کے شور اور یتیم بچوں کی چیخ و پکار سے گونج اٹھیں گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمانہ سوچ

جب مکہ کے سرداران کفر ان تاریک و خوف ناک تصورات کا شکار تھے اور یہ فکر نیند اور بیداری میں ان کے شامل حال تھا، رسولِ رحمت اپنی نبوی، روشن اور شریفانہ سوچوں میں مگن تھے کہ وہ فوج کو مکہ پر قبضہ کرتے وقت ایسی ترتیب دیں کہ وہ قریش کے تصوراتِ خوف کے بالکل الٹ ہو، رسولِ رحمت خود اہل مکہ سے بھی زیادہ ان پر رحمت و شفقت کے آرزومند تھے کہ یہ شہر مقدس جنگ کی ہلاکتوں سے محفوظ رہے کیونکہ یہ ایک مقدس شہر ہے اور اس میں حتی الامکان خونریزی سے بچنا مطلوب تھا پھر خود اہل مکہ آپؐ کے اہل اور خاندان سے تھے باوجودیکہ آپؐ کو اور آپؐ کے اصحاب کو ابتدائے اسلام میں نیز مددگاروں کی کمی کی وجہ سے مکہ میں قسم قسم کی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا اور باوجود ان کینہ پرور کوششوں کے جو اہل مکہ نے فوجیں بھیج کر اور اسلام دشمن عناصر کو ترغیب دے کر اسلام کو ختم کرنے کے لیے کیں جیسا کہ احد اور خندق میں ہوا اور باوجود ان تمام جرائم اور آثام کے جن کا ارتکاب اہل مکہ اور خاندان والوں نے کیا۔ ان کے

راست باز فرزند کے دل میں عمر بھر کینے اور انتقام نے راہ نہیں پائی ، یہی وجہ ہے کہ آپؐ فوج کے مکہ میں داخل ہوتے وقت مغلوب اہل مکہ کو ان کی جانوں اور مالوں کے متعلق پورا پورا امن و اطمینان دلانے کے آرزومند تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ کیا آپ وہی نہ تھے جو اپنی قوم کے لیے اس وقت بھی بھلائی کی دعائیں کرتے تھے جب ان باغیوں کے ہاتھوں آپ کے چہرے سے خون رواں ہوتا تھا (اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون) کیا آپ وہی نہ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے روز فرمایا تھا جس وقت قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان سے جنگ کے لیے نکلے تھے اور آپ کو بنوکِ شمشیر بیت الحرام سے رد کر دیا تھا ۔ "خدا کی قسم قریش نے مجھے صلہ رحمی کی جس بات کی طرف بھی بلایا میں وہ صلہ رحمی ان سے کروں گا ۔"

ابوسفیان کو برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام کرنے کی کوششیں

حضرت عباسؓ اس بات کے شدید آرزومند تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دوست ابوسفیان کو ہدایت دے اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے کیونکہ اس بات کے بہت سے فوائد تھے جو نہ صرف ابوسفیان کی ذات سے تعلق رکھتے تھے بلکہ تمام اہل مکہ سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ ابوسفیان قریش کا سردار اور ان میں اوّل درجہ کی بات والا تھا ، خصوصاً اس موقع کے بعد جب قریش نے اُسے اپنا نمائندہ بنایا اور اپنا انجام اس کے ہاتھ میں دے دیا کہ وہ ان کے متعلق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرات کرے اور ابوسفیان کا اسلام لانا دیگر امور میں ، نیز قوم لوگوں کی بھلائی کے لیے فیصلہ کن اثر ڈالتا ، خصوصاً قریش کے لیے جن کے شہر کے دروازوں پر یہ دس ہزار جانباز کھڑے تھے جو سب کے سب بنوکِ شمشیر اس میں داخل ہونے اور اُلجھنے والے کو قتل کرنے کے لیے تیار تھے اور اس وقت مکہ میں داخل ہونے سے کوئی مفر نہ تھا جب بے اعتدال لوگ مسلح

غازیوں سے مقابلہ کرنے پر اصرار کر رہے تھے اور مکہ میں زبردستی داخل ہونے یعنی قریشیوں کے درمیان خوف ناک قتلام کرنے کو رسولِ رحمت اور بشریت کے آلام کو کم کرنے والے پسند نہ کرتے تھے، جیسا کہ سلامتی کے نمائندے عباس بن عبدالمطلب کو اپنی قوم کے متعلق خوف نے آگھیرا تھا کہ وہ اس قتلام کا نشانہ بنیں گے جیسا کہ انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا (جس وقت انہوں نے مکہ کی اطراف میں جیش نبویؐ کو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتے دیکھا تھا) اے صبح قریش خدا کی قسم اگر انہوں نے اپنے شہر میں رسول اللہؐ کے خلاف جنگ کی اور آپ مکہ میں زبردستی داخل ہوئے تو قریش ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے، یہی وجہ تھی کہ عباسؓ نے مکہ میں اس جملے سے اپنے خدشات کا ذکر کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مکہ میں اپنی قوم کی سلامتی کے شدید آرزومند تھے۔ انہوں نے ہر سطح اور ہر ممکن طریق سے کوشش کی کہ وہ اپنی قوم کی نجات کی کوئی سبیل پیدا کریں جس سے وہ ان باتوں سے بچ جائے جن کے متعلق عباسؓ کو خدشہ تھا کہ فوج کے زبردستی مکہ میں داخل ہونے سے وہ ظہور پذیر ہوں گی، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آپ نے اوّلاً ابوسفیان کو اسلام میں داخل کرنے کے لیے جو طریق اختیار کیے ان میں ابوسفیان کو رضامندی سے اسلام میں داخل کرنے کی کوششیں بھی شامل ہیں تاکہ یہ بات مکہ کے عمدہ عناصر کی حوصلہ افزائی کا باعث ہو (اور یہ عناصر تھوڑے نہ تھے) اور وہ جلد اسلام میں داخل ہو جائیں اور دوسرے بے اعتدال لوگوں کو مقاومت سے باز رہنے پر رضامند کر لیں۔

اہل مکہ کے کھچاؤ میں اضافہ کفارِ مکہ ان کٹھن گھڑیوں میں قلق و اضطراب کی طوفانی موجوں کا نشانہ بنے رہے جو ان کے باطنی شعور کا نتیجہ تھا اور ان کے قیاس کے مطابق انہیں رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم اور آپ کی فوج سے ایک تباہ کن عذاب اور خوفناک خونریزی کا سامنا تھا۔ آپؐ کی فوج کے غالب آنے اور مکہ پر قبضہ کرنے کے متعلق انہیں کوئی شک وشبہ نہ تھا اب انہیں اپنے وہ تمام جرائم یاد آرہے تھے جو انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تھوڑے سے صحابہ کے حق میں کئے تھے اور انہوں نے تیرہ سال کا عرصہ ان کے ہاتھوں سے غم وآلام کے پیالے نوش کرتے گذارا تھا قریش نے قرابت اور ہم وطن ہونے کا کوئی خیال نہیں کیا تھا۔

قریش مکہ میں (اس عذاب کی مقدار کے اندازے لگا رہے تھے جو مسلمان ان پر نازل کرنے والے تھے۔) خیال کر رہے تھے کہ محمد بن عبداللہ ان سنگدل فاتحین کی قسم میں سے ہیں جو سب سے پہلے غالب آنے پر اپنے ان دشمنوں سے جن سے ماضی میں انہیں تکلیف پہنچی ہوئی تھیں، بھیانک، خونریز اور خوفناک قسم کا انتقام لیتے ہیں۔ انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ محمد بن عبداللہ نبیؐ رحمت اور رسولِ محبت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے وہ انتقام کی خواہش اور نفس کی خاطر کسی سے بغض اور کینہ نہیں رکھتے وہ تو صرف بشریت کو بچانے، گمراہوں کو ہدایت دینے اور منحرفین کو نجات دینے کی سعی کرتے ہیں خواہ وہ لوگ ان کو تکلیف دینے والے اور ان کے قتل کا ارادہ کرنے والے اور عذاب ودہشت کی ہر سبیل کو اختیار کرنے والے ہوں تاکہ وہ رسالت عظمیٰ کی امانت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوسفیان کو دعوت اسلام دینا اور اس کا تردد کرنا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قریش کے سردار اور ان کی فوجوں کے سالار ابوسفیان کو حضرت عباسؓ کے امان دینے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

عباس کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر میں اس کی نگرانی کریں اور دوسرے دن اس کو ہیڈ کوارٹر میں حاضر کریں، حضرت عباسؓ نے اپنے بھتیجے کے حکم کے مطابق عمل کیا اور ابوسفیان کو سالارِ عام کے خیمہ میں حاضر کیا، ابوسفیان کو آپؐ کے اور آپؐ کے جنگی بورڈ کے ارکان (جن میں صدیق، ابن خطاب اور ابن ابی طالب جیسے لوگ شامل تھے) کے سامنے لا کھڑا کیا۔

تاریخ کی ان فیصلہ کن گھڑیوں میں اہل مکہ کو، اور خصوصاً ان کے لیڈروں کو خوف و اضطراب اور قلق کی طوفانی موجیں بیخ و بن سے اکھاڑ رہی تھیں اور ان کی عقلوں کے اندازوں کا تار و پود بکھیر رہی تھیں ... وہ سوچ رہے تھے کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پُر غوغا لشکر مکہ میں آج داخل ہوگا یا کل یا پرسوں ؟ اور جب یہ لشکر، جس جیسے لشکر کا انہیں کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا، مکہ میں داخل ہوگا تو اہل مکہ کا انجام کیا ہوگا، زعمائے مکہ میں سے جنگ کے بعض بڑے مجرم مکہ سے اس خوف کے باعث بھاگنے کی تیاری کر رہے تھے کہ وہ عدالت کے ہاتھ سے ان جرائم کی سزا پائیں گے جن کا وہ ارتکاب کر چکے ہیں اور اس عذاب کا نازل ہونا ان پر ضروری ہے جس وقت اہل مکہ اس ناقابل رشک حالت میں تھے، اس وقت ان کا سردار و سالار ابوسفیان بن حرب سلامتی کے نمائندہ عباسؓ کے ساتھ —— مکہ سے باہر اسلامی فوجوں کے ہیڈ کوارٹر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سپردگی کے مذاکرات کر رہا تھا، ہیڈ کوارٹر میں بہت باتیں اور بحث مباحثے ہوئے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے سردار کے درمیان جو پہلی بات ہوئی وہ یہ تھی کہ آپ نے اُسے شرک و بُت پرستی کے ترک کرنے اور حلقہ بگوش دین توحید ہونے کی دعوت دی آپ نے فرمایا ابوسفیان تیرا بُرا ہو کیا وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ابوسفیان نے جواب دیا میرے ماں باپ

آپ پر قربان ہوں آپ کس قدر صلہ رحمی کرنے والے، حلیم اور کریم ہیں، خدا کی قسم میں خیال کرتا ہوں کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہوتا تو میرے کام ضرور آتا۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو سفیان تیرا بُرا ہو کیا وقت نہیں آیا کہ تو جان لے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ تو ابو سفیان نے جواب دیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپ کس قدر صلہ رحمی کرنے والے، حلیم اور کریم ہیں اس بارے میں میرے دل میں کچھ خلجان ہے[1]، یہ پُر سکون گفتگو سید البشر محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے سردار ابو سفیان بن حرب کے درمیان ہو رہی تھی اور سلامتی کے نمائندے حضرت عباسؓ بن عبد المطلب یہ گفتگو سُن رہے تھے جیسا کہ آپ کی کوششوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ آغاز ہی سے اس بات کے شدید خواہش مند تھے کہ ابو سفیان حلقہ بگوش اسلام ہونے میں جلدی سے کام لے کیونکہ مقدس شہر سے جنگ کے خوف ناک سایوں کو دُور کرنے کے لیے رجن کے متعلق عباسؓ کو مکہ اور اہل مکہ کے بارے میں خوف دامن گیر تھا کہ اسلامی فوج زبردستی اور اسلحہ کی قوت سے ان کو نیست و نابود نہ کر دے) یہ ایک فیصلہ کن عامل تھا جیش نبویؐ میں غیر قریشی عناصر بھی تھے اور انصار کی طرح ان کی بڑی کثرت تھی انہیں اس بات کی شدید خواہش تھی کہ مشرکین مکہ سے انتقام لیا جائے کیونکہ انہوں نے ماضی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہ آپ کے اصحاب قلیل تھے، بہت ایذائیں دی تھیں اور اس شدید خواہش کا اظہار پانچ بریگیڈوں میں سے ایک بریگیڈ کے افسر، سعد بن عبادہ نے کیا، جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معزول کر دیا اور اس کے بیٹے قیس کو اس بریگیڈ کی قیادت سونپ

---

[1] تاریخ طبری ص ۵۴ ج ۲، مغازی الواقدی ص ۸۱۸ ج ۲

دی آپ کو پتہ چلا تھا کہ وہ مشرکین مکہ کے درمیان خونریز واقعات کے بپا کرنے کی دھمکی دے رہا ہے کہ آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے اور آج حرمت مباح ہو گی۔

ابوسفیان کے اس علم کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اُن کے دوست عباسؓ کے دل میں مکہ کو جنگ کی ہلاکتوں سے بچانے کے متعلق جو آرزو پائی جاتی ہے۔ ابوسفیان کا اسلام لانا مکہ کو تباہی و بربادی سے دُور رکھنے کے اہم عوامل میں سے تھا کیونکہ وہ قریش کا سردار، نمائندہ اور سالارِ جنگ تھا جب وہ اسلام لے آئے گا تو سب مکہ محفوظ ہو جائے گا اور کم از کم مقابلہ کرنے والوں کے دلوں سے مقابلہ کی رغبت معدوم ہو جائے گی اس لیے جب حضرت عباسؓ نے اپنے دوست ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ دخول اسلام کے اعلان سے پہلو تہی اور فرار اختیار کر رہا ہے تو آپ نے اُسے مشورہ دینے بلکہ ڈانٹ ڈپٹ کی . . . اور اُسے بتایا کہ تمہارا اسلام لانا خود تمہارے لیے اور تمام اہل مکہ کے لیے خیر و برکت کا موجب ہو گا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اسلام لانے پہ ہرگز مجبور نہیں کریں گے اور جب تک تم ان کی امان اور پناہ میں ہو تمہیں کوئی نہیں چھیڑے گا لیکن تمہارا اسلام نہ لانا خود تم پہ مصائب و آلام لانے کا موجب ہو گا اور جب قریش کفر پہ اور حملہ آور فوج کے مقابلہ کرنے پہ اصرار کریں گے تو ان کے لیے بھی یہ بات ہلاکت کا باعث ہو گی اس طرح حضرت عباسؓ نے اپنے دوست ابوسفیان کو ترغیب و ترہیب کے ذریعے اسلام کی طرف متوجہ کیا یہاں تک کہ آپ نے اپنے نیک مشوروں سے قریش کے سردار کو اسلام کا اعلان کرنے پہ راضی کر لیا اور اس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھ لیا اور یہ سب کاروائی لشکر گاہ کے اندر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر میں آپ کے روبرو ہوئی[1]

---

[1] تاریخ ابن عساکر ابوسفیان بن حرب کے حالات، مغازی الواقدی ص ۸۱۸ ج ۲، البدایہ والنہایہ ص ۲۹۰ ج ۴، تاریخ طبری ص ۵۴ ج ۳

ابوسفیان کا اسلام لانا سلامتی کا موجب کیسے بنا؟

جب حضرت عباسؓ کے دوست ابوسفیان نے اسلام کا اعلان کیا تو انہوں نے بڑا لمبا سانس لیا کہ وہ اپنے مقصد کے نہایت قریب پہنچ گئے اور وہ مقصد، مکہ کو غازی فوج کی تکلیف سے بچانا تھا جو ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد بہت واضح ہوگیا تھا ـــــ کہ مسلمان بغیر تلوار سونتے اور خونریزی کیے مکہ میں داخل ہوں گے اور عملاً بھی یہی ہوا،

ابوسفیان کا اسلام لانا، بغیر کسی قابل ذکر مقاومت کے، اسلامی فوج کے لیے فتح مکہ کا فیصلہ کن عامل ثابت ہوا، کیونکہ تمام قریش نے ہتھیار ڈال دیے اور اسلامی فوج کے مطیع ہوگئے، اور اسلامی فوج ان کے مال وجان کی حفاظت کی ضامن ہوگئی، سوائے چند متعصب تہورپسندوں کے (جیسے عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن اُمیہ) انہوں نے کچھ مقابلہ بازی کی جسے جنوب مکہ میں پانچویں بریگیڈ کے سالار حضرت خالدؓ بن ولید نے کچل دیا۔

مکہ کو جیش نبویؐ کے سپرد کرنے کا معاہدہ

ابوسفیان جب اسلام قبول کرکے عظیم اسلامی سوسائٹی کا ایک ممبر بن گیا تو سلامتی کے نمائندہ عباس بن عبد المطلب نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے درمیان بہ حیثیت اس کے نمائندۂ قریش ہونے کے، آخری معاہدہ کے لیے، آخری پروگرام ترتیب دینے کی کوشش کی، اس معاہدہ کی رُو سے مکہ کو جیش نبویؐ کے سپرد کر دینے کا کام مکمل ہو جانا تھا، اس معاہدہ کی تلخیص مندرجہ ذیل شرائط میں تھی :۔

۱۔ جیش نبویؐ کی طرف سے یہ ضمانت دی جائے کہ وہ مکہ اور اہل مکہ کے مال و جان کی حفاظت کرے گا۔

۲۔ جب جیش نبویؐ مکہ میں داخل ہوگا تو قریش کسی قسم کی مسلح مقاومت نہیں کریں گے۔

۳۔ جیش نبویؐ کو مکہ کے اندر اپنے رستہ میں کسی بھی مسلح مقاومت کو کچلنے کے لیے ہتھیار استعمال کرنے کا حق ہوگا۔

۴۔ جب پہلی شرط پوری ہو جائے تو مکہ والوں کے لیے تمام مقامات میں پھرنا منع ہوگا، ہر آدمی اپنے گھر میں رہے یا مسجد میں یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے تاکہ بیان کردہ شرائط کے مطابق مکہ پر جیش نبویؐ کا قبضہ مکمل ہو جائے۔

عباس بن عبدالمطلب کی ڈپلومیسی

حضرت عباسؓ ایک ماہر ڈپلومیٹ تھے ــــ بر تقدیر صحت ــــ آپ ہی نے ابوسفیان کو یہ نظریہ اعتراف شکست و تسلیم دیا جس سے قوم میں ان کی قدر و منزلت بلند ہوگئی، حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کو معلوم ہی ہے کہ ابوسفیان فخر و شرف کا دلدادہ ہے آپ اسے اپنی قوم کے درمیان کوئی فخر و شرف کا امتیاز عنایت فرما دیجیے آپ نے فرمایا بہت اچھا! اور اعلان کر دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امن دیا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے اس وقت کہا، یا رسول اللہ میرا گھر تو اتنی وسعت نہیں رکھتا تو آپؐ نے فرمایا جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اُسے بھی امن دیا جائے گا اس پہ ابوسفیان نے گذارش کی کہ کعبہ بھی اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ سب لوگ اس کے اندر آجائیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے گا اُسے بھی امن دیا جائے گا۔ ابوسفیان نے کہا یہ کافی ہے[۱]، اس معاہدہ کی پختگی کے بعد فریقین نے اس کی تنفیذ کا کام شروع کر دیا۔[۲]

---

[۱] سیرت ابن ہشام ص ۴۶ ج ۴ [۲] البدایہ والنہایہ ص ۲۹۱ ج ۴

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جیش کے سالاروں کو آرڈر دینا کہ وہ مکہ میں دفاعِ جان کے سوا ہتھیار استعمال نہ کریں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام فوج کی طرف بڑے سخت آرڈر جاری کیے کہ وہ مکہ میں داخل ہوتے وقت (سوائے مقابلہ کرنے والے کے) کسی آدمی کے خلاف ہتھیار استعمال نہ کریں نیز آپ نے یہ حکم بھی دیا کہ اہل مکہ کے اموال اور مملوکات کو، فوج کا کوئی آدمی نہ چھیڑے، فوج نے اپنے سالارِ اعلیٰ کی ہدایات کو مکمل طور پہ نافذ کیا اور فوج سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوئی جس سے اس کے امن کی صفائی مکدر ہوتی، ہاں جن لوگوں نے اس فوج کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھائے، انہیں مارا گیا اور ان کی مقاومت کو، بائیس مقتولوں کے بعد کچل دیا گیا جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی۔

قریش کے سردار اور لیڈر (ابوسفیان) نے فیصلہ کیا کہ وہ مکہ جا کر وہاں کے سرداروں کے سامنے اس معاہدۂ تسلیم کو پیش کرے اور جمہور قریش سے اس کی تنفیذ کرنے اور خود اس پہ عمل کرنے کا مطالبہ کرے تاکہ وہ جیش نبوی کی تلوار کا نشانہ نہ بنیں، جو اس معاہدہ کو توڑنے والے کو قتل کرنے کے لیے چکر لگا رہا ہے۔

مکہ ایک کھلا شہر

اس معاہدہ کے بعد مکہ ایک کھلا شہر قرار پا گیا جس میں سوائے دفاعِ نفس کے فوج کے لیے ہتھیار کا استعمال ممنوع ہو گیا۔ اسی طرح اہل مکہ کے لیے ہتھیار اٹھانا اور جیش نبویؐ کے مقابلہ میں کسی قسم کی مسلح مقاومت کرنا ممنوع قرار پایا۔

ابوسفیان کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پہ قبضہ کرنے اور ہوازن سے جنگ کرنے کا مشورہ دینا

مورخین بیان کرتے ہیں کہ شہادتین کے اقرار کے

بعد ابوسفیان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ وہ مکہ پہ قبضہ کرنے کو مؤخر کر دیں اور اپنی فوج کو ہوازن سے جنگ کے لیے لے جائیں کیونکہ وہ قریش سے قرابت میں بہت دُور ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے مشورہ پہ عمل نہ کیا بلکہ اُسے بتایا کہ انہیں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مکہ اور ہوازن پہ اکٹھا قبضہ عطا کرے گا، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ابوسفیان اور حکیم بن حزام اکٹھے ہی مسلمان ہوئے اور ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہوازن کے ساتھ اپنی سختی اور جنگی حکمت عملی کو جاری رکھتے وہ آپ کے بعید ترین رشتہ دار اور آپ سے سخت عداوت رکھنے والے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، میں اپنے رب سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے فتح مکہ کے ساتھ ہی یہ سب کچھ دے دے گا، اسی سے اسلام کا اعزاز ہو گا اور ہوازن کی شکست کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ ان کے اموال و اولاد بھی غنیمت میں دے گا اور میں اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے پُر اُمید ہوں[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوسفیان کو تنبیہ کرنا

ابوسفیان چونکہ نیا نیا اسلام لایا تھا، اس لیے ان باتوں نے جو دورِ جاہلیت کے زمانے سے اس کے اندر بیٹھی ہوئی تھیں اسے ایسی باتیں کرنے پہ آمادہ کر دیا جن سے اصحابِ رسول ﷺ کی تنقیص ہوتی تھی، چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہوتے ہوئے ابوسفیان کو ڈانٹا، ابوسفیان نے ـــــ جو کہ ابھی تک لشکر گاہ نبوی میں ہی تھا ـــــ کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے خاندان اور اصل کے پاس ایسے مخلوط قسم کے لوگوں کو لے آئے ہیں جن کی

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۱۶ ج ۲

کوئی جان پہچان ہی نہیں ہے اور میں ایسے بہت سے ناآشنا چہروں کو دیکھ رہا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ظالم اور بدعہد ہو۔ تم نے حدیبیہ کا معاہدہ توڑا، بنوکعب (یعنی خزاعہ) بے گناہ اور حد سے تجاوز کرتے ہوئے اللہ کے حرم اور جائے امن میں حملہ کیا[1] آپ نے ابوسفیان کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا تو نے اور تیری قوم نے یہ کچھ کیا اور ان لوگوں نے میری اس وقت تصدیق کی جب تم نے مجھے جھٹلایا، اور جب تم نے مجھے نکالا تو ان لوگوں نے میری مدد کی[2]

ابوسفیان کے سامنے فوجی مظاہرہ

ابوسفیان کے اسلام لانے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے درمیان معاہدہ کی تکمیل کے بعد، کہ مکہ کھلا شہر ہوگا اور اس میں قریش کے خون کی حفاظت کی جائے گی اور اس میں جیش نبویؐ بغیر جنگ کرنے کے داخل ہوگا (تو قبل اس کے کہ ابوسفیان مکہ کی طرف جاکر، اہل مکہ کو معاہدہ کے مضمون سے آگاہ کرے اور ان سے اس کی تنفیذ کا مطالبہ کرے تاکہ ان کے مال وجان محفوظ ہوجائیں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب خیال کیا کہ قریش مکہ کے سردار کے مکہ واپس جانے سے قبل، اس کے سامنے ایک فوجی مظاہرہ کیا جائے جس میں تمام جنگی فوجیں شامل ہوں تاکہ جب وہ مکہ واپس جائے تو جیش نبویؐ کی قوت، حسنِ تنظیم، ہتھیاروں کی عمدگی، کثرت تعداد اور شدت نظم وضبط اس کے دل میں صحیح معنوں میں گھر کرجائے اور یہ کہ قریش اس کی مقاومت کی تاب نہیں رکھتے۔

ابوسفیان کا فوجی مظاہرہ دیکھنے کیلئے کچھ دیر رکنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۱۶ ج ۲

[2] البدایہ والنہایہ ص ۲۹ ج ۴

نے حکم دیا کہ فوجی مظاہرہ کے اختتام تک کچھ دیر کے لیے ابوسفیان کو ایک تنگ وادی میں روکا جائے، ابوسفیان نے اس اقدام سے خوف محسوس کیا اور خیال کیا کہ وادی کی تنگ جگہ پر اُسے روکنے کا یہ مقصد ہے کہ اس سے خیانت کی جائے، مگر سلامتی کے نمائندے نے اُسے تسلّی دی کہ مسلمان نہ خیانت کرتا ہے اور نہ عہد شکنی کرتا ہے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ ابوسفیان مکہ واپس جانے سے پہلے اللہ کے لشکر کی ایک جھلک دیکھ لے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیڈ کوارٹر سے نکل کر ابوسفیان کے مکہ جانے سے قبل آپؐ نے اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا اسے وادی کی تنگ جگہ سے پہاڑ کی نکڑ تک روکے رکھو تاکہ یہ خدائی فوجوں کو گزرتا ہوا دیکھ لے، حضرت عباسؓ کہتے ہیں میں نے اُسے وادی کی تنگ جگہ سے پہاڑ کی نکڑ پر روکے رکھا۔ جب میں نے ابوسفیان کو روکا تو وہ کہنے لگا بنو ہاشم سے عہد شکنی؟

حضرت عباسؓ نے کہا، اہل نبوت خیانت نہیں کرتے مگر مجھے تم سے کچھ کام ہے تو ابوسفیان کہنے لگا آپ نے پہلے یہ کام کیوں نہیں کیا تو اس نے جواب دیا مجھے تم سے کچھ کام نہ ہے، گویا آپ نے میرے خوف کو دُور کیا؟ عباسؓ نے کہا، میں نہیں چاہتا کہ خوف تجھے اس مقام تک پہنچا دے [1]

ابوسفیان کے دل میں فوجی مظاہرہ کا اثر

جب حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو وادی کی تنگ جگہ پر کھڑا کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے تمام دستوں کو

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۱۹ ج ۲

حکم دیا کہ وہ قریش کے سردار ابوسفیان کے سامنے سے گزریں، وادی میں نہایت خوبصورت طریق سے فوجی مظاہرہ کیا گیا جس سے ابوسفیان ورطۂ حیرت میں پڑ گیا جو کچھ اس نے دیکھا اس کا دل اسے ماننے کو تیار نہ تھا۔

وادی میں بڑی دقیق تیاری اور نفیس ترین حالت نظم و ضبط میں نبوی بریگیڈ اور دستے گزرے جس سے عرب اپنی عسکری تاریخ میں صدیوں سے آشنا نہ تھے، ابوسفیان کے دل کو حیرت نے پوری طرح قابو کر لیا اور جس چیز نے اُسے بہت زیادہ حیرت زدہ کیا وہ ہمہ گیر تبدیلی تھی جس نے مسلمانوں کی روش زندگی کو بنیادی طور پہ بدل دیا تھا، ان سے ہر بُرائی دُور ہو گئی تھی اور اس کی جگہ (شرک سے الگ ہونے اور عقیدۂ توحید کے اختیار کرنے کے باعث) اچھائی نے لے لی تھی، عقیدۂ توحید کا اختیار کرنا ان کمزور بدوؤں کی فطرت میں ان بنیادی تبدیلیوں کا منبع و مصدر بنا۔ جس سے اللہ تعالےٰ نے ان کو قوی کر دیا، وہ ذلیل تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کے ذریعے عزت دی وہ منتشر اور باہم جھگڑنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو قوی کر دیا، وہ ذلیل تھے، اللہ تعالےٰ نے انہیں اسلام کے ذریعے عزت دی وہ منتشر اور باہم جھگڑے والے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں وحدت اسلامی کے اس حلقہ میں اکٹھا کر دیا، جس کے اندر رہتے ہوئے انہوں نے یہ خوش کن مظاہرہ کیا جسے قریش کے سردار ابوسفیان نے دیکھ کر حیرت و تعجب سے کہا "ابوالفضل میں نے اس جیسی بادشاہی کبھی نہیں دیکھی نہ کسریٰ کی اور نہ قیصر کی[1] تیرے بھتیجے کی بادشاہی کل بہت بڑی بادشاہی بن جائے گی"[2]

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۱۵ ج ۲

[2] مغازی الواقدی ص ۸۲۲ ج ۲

فوجی مظاہرے کا آغاز

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ابوسفیان کے سامنے فوجی مظاہرے کا آغاز

صبح سویرے شروع ہوا یہ مظاہرہ اس تیاری کے مطابق تھا جو قدیدیں کی گئی تھی قبائل اپنے سرداروں کی قیادت میں اور دستے اپنے جھنڈوں کے مطابق گزرے یعنی مظاہرہ قبائلی بنیاد پہ ہوا اور ہر قبیلہ اپنی پوری حربی صلاحیت اور اپنے خاص شعار اور ممتاز جھنڈے کے ساتھ گزرا۔

سب سے پہلے حضرت خالدؓ کے سواروں نے فوجی مظاہرے کا آغاز کیا

ابوسفیان کے سامنے سب سے پہلے حضرت خالدؓ بن ولید نے فوجی مظاہرے کا آغاز کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بنو سلیم کے ایک ہزار سواروں کے ساتھ آگے بھیجا، ان میں سے تین جوان، عباسؓ بن مرداس سلمی، خفاف بن ندبہ اور حجاج بن علاط ان کے علمبردار تھے اور دستوں کے جوان زرہوں میں ڈوبے ہوئے تھے یہ سب ابوسفیان کے سامنے سے گزرے یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا لوہے کا ایک متحرک سمندر ہے اور جب حضرت خالدؓ، بنو سلیم کے جوانوں کے ساتھ گزرے تو ابوسفیان نے کہا یہ کون لوگ ہیں تو حضرت عباسؓ نے جواب دیا بنو سلیم ہیں، تو ابوسفیان کہنے لگا مجھے بنو سلیم سے کیا واسطہ، اور جب حضرت عباسؓ نے کہا کہ ان کا سالار خالد بن ولید ہے تو ابوسفیان کہنے لگا وہ نوجوان؟ عباس نے جواب دیا ہاں! اور جب حضرت خالد، عباسؓ اور ابوسفیان کے سامنے آئے تو آپ نے تین بار تکبیر کہی اور پھر آگے چلے گئے پھر اس کے بعد حضرت زبیرؓ بن العوام پانچسو مہاجر اور مخلوط عرب جانبازوں کے ساتھ، سیاہ جھنڈا لیے گزرے آپ جب ابوسفیان کے سامنے آئے تو انہوں نے تین بار تکبیر کہی، ابوسفیان،

حضرت زبیر رضؓ کو اچھی طرح جانتا تھا، چونکہ آپ خود اور زرہ میں ڈوبے ہوئے تھے اس لیے وہ آپ کو پہچان نہ سکا، اور پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا: زبیرؓ بن العوام، کہنے لگا آپ کا بھانجا، حضرت عباسؓ نے جواب دیا ہاں (حضرت زبیرؓ، صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے) پھر بنو غفار تین سو جوانوں کے ساتھ گزرے جن کے علمبردار حضرت ابوذر غفاری تھے جب وہ ابوسفیان کے سامنے آئے تو انہوں نے بھی تین بار تکبیر کہی ابوسفیان نے پوچھا ابوالفضل یہ کون ہیں، آپ نے جواب دیا بنو غفار، ابوسفیان کہنے لگا مجھے بنو غفار سے کیا واسطہ، پھر بنو اسلم نے اپنی فوجیں قریش کے زعیم کے سامنے سے گزاریں یہ چار سو جوان تھے جن کا جھنڈا بریدہ بن الحصیب اور ناجیہ بن جندب اٹھائے ہوئے تھے، جب وہ ابوسفیان کے سامنے آئے تو انہوں نے تین بار تکبیر کہی ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں؟ عباسؓ نے جواب دیا بنو اسلم، تو ابوسفیان نے ناراض ہو کر کہا مجھے بنو اسلم سے کیا واسطہ، ہمارے اور ان کے درمیان کبھی طاقت آزمائی نہیں ہوئی، حضرت عباس نے کہا یہ مسلمان ہیں اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، پھر خزاعہ میں سے بنو عمرو بن کعب پانچ سو جوانوں کے ساتھ گزرے، جن کا جھنڈا بشر بن سفیان خزاعی اٹھائے ہوئے تھا ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں، حضرت عباسؓ نے جواب دیا بنو کعب بن عمرو، ابوسفیان کہنے لگا ہاں یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حلیف ہیں جب وہ ابوسفیان کے سامنے آئے تو انہوں نے تین بار تکبیر کہی، پھر مزنیہ قبیلہ کے ایک ہزار جانباز نعمان بن مقرن بلال بن الحارث اور عبداللہ بن عمرو کی قیادت میں گزرے۔ انہوں نے بھی ابوسفیان کے سامنے آکر تین بار تکبیر کہی۔ ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا مزنیہ، ابوسفیان نے کہا، ابوالفضل مجھے مزنیہ سے کیا واسطہ،

کہ یہ میرے پاس پہاڑیوں کی بلندیوں سے شور کرتے آ رہے ہیں، پھر جہنیہ ابوسفیان کے سامنے سے آٹھ سو جانبازوں کے ساتھ گزرے جن کی قیادت ان کے چار سردار، رافع بن مکیث، عبد اللہ بن بدر، سوید بن صخر اور ابو زرعہ معبد بن خالد کر رہے تھے اور ہدایات کے مطابق جہنیہ والوں نے قریش کے سردار کے سامنے تکبیر کہی اور ابوسفیان نے انہیں پہچان لیا، پھر کنانہ میں سے تین قبیلے، بنو نفاثہ، جو نقض صلح حدیبیہ کا سبب بنے تھے بنی ضمرہ ابنی لیث اور بنی سعد بن بکر بن کنانہ دو سو جوانوں کے ساتھ گزرے جن کی قیادت ابو واقد لیثی کر رہے تھے جب یہ ابوسفیان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے تین بار تکبیر کہی، ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا یہ کون ہیں انہوں نے جواب دیا، بنو بکر، تو ابوسفیان کو ان ایام کی دردناک یادوں نے آستایا جب قریش نے خزاعہ کے ساتھ خیانت کرنے میں بنو بکر کی مدد کی تھی، اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ منحوس لوگ ہیں جن کے باعث محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے جنگ کی، خدا کی قسم مجھے نہ اس کا علم تھا اور نہ میں نے اس میں مشورہ دیا تھا جب مجھے اطلاع ملی تو میں نے اسے ناپسند کیا، لیکن وہ ایک فیصلہ شدہ بات تھی، حضرت عباسؓ نے کہا اللہ تعالےٰ نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے میں تمہارے لیے بہتری پیدا کر دی اور تم سب کے سب اسلام میں داخل ہو گئے پھر نجد کا قبیلہ اشجع معقل بن سنان اور نعیم بن مسعود کی قیادت میں تین سو جانبازوں کے ساتھ گزرا، ابوسفیان نے انہیں پہچان کر کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عربوں میں سب سے سخت تھے کیونکہ یہ غطفان میں سے ہیں جنہوں نے احزاب کی خوفناک جنگ میں مدینہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی، حضرت عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام کو داخل کر دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے تو ابوسفیان خاموش ہو گیا پھر کہنے لگا ابھی تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں گزرے، حضرت عباسؓ نے

کہا، نہیں، کاش تُو اس دستے کو دیکھ لے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں تو تُو لوہے، گھوڑوں اور جوانوں کو دیکھے گا، کسی کو اس کے ساتھ طاقت آزمائی کی جرأت نہیں ابو سفیان نے کہا ابوالفضل خدا کی قسم میرا بھی یہی خیال ہے کس کو ان فوجوں کے ساتھ لڑنے کی طاقت ہے؟

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فوجی مظاہرہ کو ختم کرنا

جب عربی قبائل ابوسفیان کے سامنے اپنی فوجوں کا مظاہرہ کر چکے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرینؓ انصار کے ساتھ جو پانچ ہزار جانبازوں پر مشتمل تھے اپنی اونٹنی قصوئی پر سوار ہو کر آئے مہاجرین وانصار کی عام فوج رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے تھی مگر جب سبز دستہ نمودار ہوا [1] تو گھوڑوں کے سُموں سے سیاہی اور غبار بلند ہوا، سب لوگ گزرنے لگے تو ابو سفیان کہنے لگا ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں گزرے؟ حضرت عباسؓ اُسے کہنے لگے نہیں، جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصوئی پر نمودار ہوئے تو عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، رسول کریم اپنی ناقہ پر اپنے جنگی بورڈ کے جلو میں چل رہے تھے اور آپ انصار کے سردار اُسید بن حضیر اور اپنے وزیر اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درمیان فوج کے بڑے آفیسرز کے متعلق باتیں کر رہے تھے، خاص سبز دستے میں انصار کی تمام فوجیں اکٹھی ہو گئی تھیں جن کی تعداد چار ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی اسی طرح بعض مہاجرین اور عربی قبائل کے سردار اور لیڈر، انصار کے جھنڈوں تلے جمع

---

[1] اس دستے کا نام سبز دستہ اس لیے رکھا گیا تھا کہ اس میں فوج کے پاس لوہے کی جو چیز بھی تھی اُسے سبز رنگ کیا گیا تھا۔

ہو گئے تھے انصار کے ہر بطن کا ایک جھنڈا تھا اور سب کے سب آہن پوش تھے ان کی آنکھوں کے سوا، اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی اس دستے میں حضرت عمرؓ بن خطاب بھی تھے جن کی ایک گونج تھی، آپ بھی لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے، ابن خطاب کی بلند آواز نے ابو سفیان کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تو اس نے حضرت عباسؓ سے کہا یہ بولنے والا کون ہے؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا عمرؓ بن الخطاب، ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم قلت اور ذلت کے بعد بنو عدی کا کام بن گیا ہے، حضرت عباسؓ نے کہا اے ابو سفیان! اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اور جس ذریعہ سے چاہتا ہے سر بلند کرتا ہے اور عمر بھی ان لوگوں میں شامل ہے جنہیں اسلام نے سربلند کیا ہے۔

سعدؓ بن عبادہ کا قریش کو مکہ کی حرمت کے مباح کرنے سے ڈرانا اور ابوسفیان کا اس کی شکایت کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجی مظاہرے کے آخری مرحلہ میں اپنا خاص جھنڈا انصار کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ کو عطا فرمایا اور وہ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستے کے سامنے لے کر چلنے لگے، جب وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو اس کے سامنے چیخ کر کہنے لگے اے ابوسفیان آج جنگ کا روز ہے آج حُرمت مباح کی جائے گی، آج اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کرے گا تو ابوسفیان شدید خوف زدہ ہوا کیونکہ سعد کی دھمکی میں یہ وضاحت موجود تھی کہ جیش نبویؐ مکہ کو مباح کر دے گا اور اس کے اہل کو قتل کرے گا اور یہ بات اُس بات کے خلاف تھی جس پر مذاکرات کے دوران رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کا معاہدہ ہوا تھا کہ قریش ہتھیار ڈال دیں گے اور ان کے شہر کو کھلا شہر قرار دیا جائے گا اور اس کے اہل کے مال و جان

اور اولاد کو امن دیا جائے گا، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جنگی بورڈ (جو آپ کے خاص اصحاب پر مشتمل تھا) کے ساتھ گزرے تو ابو سفیان نے (سعد بن عبادہ کی دھمکیوں پر احتجاج کرتے ہوئے) آپ کو پکار کر کہا، یا رسول اللہ! آپ نے اپنی قوم کے قتل کا حکم صادر فرمایا ہے؟ کیونکہ سعد اور ان کے ساتھیوں نے ہمارے پاس سے گزرتے وقت کہا ہے کہ آج جنگ کا روز ہے اور آج حرمت مباح کی جائے گی اور آج اللہ تعالیٰ نے قریش کو ذلیل کر دیا ہے اور میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں آپ تمام لوگوں سے زیادہ نیکی کرنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ کبار قریش مہاجرین جیسے عبدالرحمن بن عوف عمر بن الخطاب اور عثمان بن عفان نے ابو سفیان کی آواز کے ساتھ ہم آواز ہو کر سعد بن عبادہ کے قول پر بُرا منایا اور اعلانیہ طور پر سعد اور اس کی انصاری فوجوں کے بارے میں قریش کے متعلق اظہار خوف کیا انہوں نے کہا، یا رسول اللہ ہمیں سعد کے بارے میں خدشہ ہے کہ وہ قریش پر حملہ نہ کر بیٹھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سعد کی بات پر بُرا منایا اور سب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا آج کا دن رحمت کا دن ہے آج اللہ تعالیٰ کعبہ کو عظمت دے گا آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو عزت دے گا اور آپ نے صرف اسی بات پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ان خدشات کو دُور کرنے کے لیے جو ابو سفیان اور قریش مہاجرین کے دلوں میں پیدا ہو گئے تھے، سعد بن عبادہ کو اس کے منصب سے معزول کرنے کا حکم صادر فرمایا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے قیس بن سعد کو مقرر کیا، حضرت علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ سعد نے اپنے منصب سے معزول ہونے اور جیش کے علم کو بغیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی کے اپنے جانشین کو دینے سے انکار کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اپنے عمامہ کو بطور نشانی کے بھیجا اس نے عمامہ کو پہچان کر

جیش کا علم اپنے بیٹے کے سپرد کر دیا اور قیادت سے الگ ہوگیا۔

جب اسلامی فوجوں کا آخری دستہ ابوسفیان کے سامنے اپنا مظاہرہ کر چکا اور یہ شاندار عسکری مظاہرہ ختم ہوگیا تو ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے جو اس کے پاس فوجوں کے مظاہرہ کے دوران سارا وقت کھڑے رہے کہا ہسبحان اللہ، کسی کو ان لوگوں سے مقابلہ کرنے کی سکت نہیں۔

ابوالفضل خدا کی قسم آپ کے بھتیجے کی بادشاہی کل کو بہت عظیم ہو جائے گی حضرت عباسؓ نے جواب دیا ابوسفیان تیرا بُرا ہو یہ بادشاہی نہیں بلکہ نبوت ہے تو اس نے کہا ہاں بہت اچھا [1]

ابوسفیان کے دل میں فوجی مظاہرے کی تاثیر

اس عسکری مظاہرہ نے جس میں جیش نبویؐ نے مکہ کے مضافات میں مختلف قسم کے ہتھیاروں کی نمائش کی قریش کے سردار ابوسفیان کے دل پر گہرا اثر ڈالا اور یہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا، اس عسکری مظاہرے کے پس پردہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ قریش کا لیڈر بنفس نفیس جیشِ نبویؐ کی قوت، تعداد، اسلحہ، تنظیم، نظم وضبط قوتِ ارادی، حُسنِ اطاعت اور کسی بھی مقاومت کو کچلنے کی قدرت کو دیکھ لے، قریش کے تہورپسندوں نے سوچنا شروع کر دیا تھا کہ جب جیش نبویؐ مکہ پر قبضہ کرنے اور اسے آزاد کرانے کا آغاز کرے گا تو ہم اس سے نبرد آزما ہوں گے،

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۲۹۰ ج ۴، مغازی الواقدی ص ۸۱۸ ج ۲، سیرت حلبیہ ص ۲۰۵ ج ۲
سیرت ابن ہشام ص ۴۶ ج ۴، طبقات ابن سعد ج ۲، تاریخ طبری ص ۵۴ ج ۳
زاد المعاد جلد ۴ - تاریخ ابن عساکر - ابوسفیان کے مالک کے تحت -

ابوسفیان جیش نبویؐ کی قوت وطاقت اور مکہ میں داخل ہوتے وقت اس کی راہ میں حائل ہونے والی کسی بھی قوت کو تباہ کرنے والی طاقت کے حقیقی اثرات لے کر اپنی قوم کی طرف مکہ میں گیا تھا، تو ان میں سے کسی نے بھی تھوڑا اختیار کر کے مزاحمت کے متعلق نہ سوچا۔

ابوسفیان کی مکہ میں واپسی

ابوسفیان نے جب اپنی آنکھوں سے جیشِ نبویؐ کی عددی کثرت، اسلحہ کی عمدگی، نظم و ضبط، عقیدہ کی قوت اور ارادے کی پختگی کو دیکھ لیا تو اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مکہ میں کسی قریشی کا اس جیش سے مقابلہ کرنا، خودکشی کے مترادف ہوگا ابوسفیان انہی اثرات کے ساتھ مکہ میں واپس آیا جنہیں اس کے دل سے کوئی شخص مٹا نہ سکا بلکہ یہ اثرات اس کے لازم حال ہو گئے اور اس پر اصرار کرنے لگے کہ وہ اپنی قوم قریش کے تمام قبیلوں کو یہ بات منوا دے کہ وہ ہتھیار ڈال کر حملہ آور فوج کے تابعدار بن جائیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اس فوج کا سامنا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

جذباتی لوگ مقابلہ کرنا چاہتے تھے

قریش کے بے اعتدال لوگوں نے (جن کی لیڈر ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ تھی) کوشش کی کہ ابوسفیان نے جیشِ نبوی کی قوت کا جو اندازہ پیش کیا ہے اس کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کر دیں اور قریش کی مسلح افواج کو جمع کر کے جیش نبویؐ کی مسلح مزاحمت کریں تاکہ اسے مقدس شہر میں داخل ہونے سے روک دیں، مگر بے اعتدال لوگ ناکام ہو گئے اور ابوسفیان جمہور قریش کو ہتھیار ڈالنے اور جیش نبویؐ کی اطاعت اختیار کرنے پر رضامند کرنے میں کامیاب ہوگیا، چنانچہ جیش نبویؐ بغیر کسی قابل ذکر مقاومت کے مکہ میں داخل ہوگیا اور مقدس شہر خوفناک قتلِ عام سے بچ گیا جب کہ اعیانِ مکہ کے بے اعتدال لوگ

قتل عام کے محرک بننا چاہتے تھے۔

ابوسفیان کا مکہ میں اپنی قوم کو ہتھیار ڈالنے کی دعوت دینا

جیش نبویؐ کے فوجی مظاہرہ کے بعد، سلامتی کے نمائندہ حضرت عباس بن عبد المطلب نے اپنے دوست ابوسفیان سے کہا کہ اب اس کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ مکہ میں اپنی قوم کے پاس جائے اور جو کچھ اس نے دیکھا ہے اس کے متعلق انہیں بتائے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کے جو مذاکرات اور معاہدات ہوئے ہیں ان کے متعلق بھی انہیں خبر دے بلکہ آپ نے اپنے دوست ابوسفیان کو نصیحت کی کہ وہ اپنی قوم کو بچانے کے لیے جلد مکہ جائے آپ نے اُسے کہا تیرا بُرا ہو قبل اس کے کہ فوج تم پہ آ پڑے۔ اپنی قوم کو بچانے کے لیے جلد اس کے پاس جاؤ۔

اہل مکہ کا ابوسفیان کی بات مان کر ہتھیار ڈالنا

ابوسفیان اپنے دوست عباس بن عبد المطلب کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے ہوئے نہایت سُرعت سے اپنی قوم کے پاس مکہ میں گیا تاکہ ان سے پُرسکون رہنے اور اس معاہدہ کی پابندی کا مطالبہ کرے جو اس کے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پختہ طور پہ طے پا گیا تھا تاکہ ان کے مال و جان محفوظ ہو جائیں، جونہی ابوسفیان مکہ پہنچا ہر جانب سے لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور قریش نے جس بات کے لیے اُسے نمائندہ بنایا تھا اس کے متعلق اس پہ سوالوں کی بارش کر دی اور یہ کہ قریش تاریخ کی ان فیصلہ کن گھڑیوں میں کیا کریں؟ انہیں قلق و اضطراب اور حیرت نے آ لیا تھا، انہیں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کریں، ابوسفیان نے انہیں ہر بات سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ انتہائی مخلصانہ طور پہ ان کے ساتھ تھا اس نے انہیں رمحمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ معاہدہ کے بموجب) بتایا کہ اس نے مکہ کو کھلا شہر قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تلوار نہیں سونتیں گے اور جب جیش نبوی مکہ میں داخل ہو تو وہ کسی قسم کی مقاومت کرنے سے باز رہیں اور شہر کے اندر کرفیو آرڈر نافذ ہوگا جس پہ پہلے اسلامی فوج کے مکہ میں داخل ہونے پہ عمل درآمد شروع ہو جائے گا اور یہ کہ ہر آدمی اپنے گھر کے اندر داخل ہو کر اپنا دروازہ بند کر لے، یا ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے یا مسجد میں پناہ لے لے، مسلمانوں کی تلواروں سے محفوظ رہنے کا یہ واحد ذریعہ ہے مسلمانوں کے پاس بڑی واضح ہدایات ہیں کہ جو ان کے راستہ میں حائل ہونے کی کوشش کرے اُسے قتل کر دیں اور دُوسری جانب یہ ہدایت بھی ہے کہ جو انسان ان کی راہ میں حائل نہ ہو اس کے قتل کرنے سے اجتناب کریں۔

ابوسفیان کا اہل مکہ کو دعوت اسلام دینا

ابوسفیان نے اہل مکہ کو بتایا کہ ان فیصلوں کی پابندی کرنے اور ان احکام کی تنفیذ کرنے سے ان کے مال وجان اور مملوکات جیش نبوی کی طرف سے محفوظ ہوں گے، ابوسفیان نے اہل مکہ کو اور بالخصوص ان میں سے جذباتی لوگوں کو صاف صاف بتا دیا کہ قریش نے اگر حملہ آور فوج کے مقابلہ میں کسی بھی قسم کی مقاومت کی تو اس کا نتیجہ پوری تباہی ہوگا۔ اور سب سے محفوظ طریق یہ ہے کہ مقاومت کے متعلق سوچا ہی نہ جائے بلکہ ابوسفیان نے (جو مسلمان ہو چکا تھا) اہل مکہ کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی۔

ابوسفیان سے معارضہ کرنے والے قریش

جب ابوسفیان نے جمہور قریش کو مسجد کے پاس اپنا واضح بیان دیا تو اُسے بعض لوگوں کے معارضہ کا سامنا کرنا پڑا، اس نے حقیقت کو صاف صاف بیان کر دیا اور انہیں جوشِ جذبات کی بجائے جو عقل کی اتباع کی دعوت

دی، کیونکہ جذبات انسان کو ہلاکت اور مصیبت کی طرف لے جاتے ہیں۔

ہندہ کا جمہور قریش کو، اپنے خاوند ابوسفیان کے قتل کی دعوت دینا

ابوسفیان نے قریش کو جن باتوں کی طرف دعوت دی، اس کا شدید ترین معارضہ کرنے والی اس کی بیوی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس تھی جو اپنے خاوند کی اس بات کو سننا نہ چاہتی تھی کہ اس کی قوم لڑنے والی اسلامی فوج کی تابعداری کرے، اس نے ابوسفیان کو برا بھلا کہا اور اسے کھینچتے ہوئے اس پر حملہ کر دیا نیز اہل مکہ کو اس کے قتل کی دعوت دی، قریش میں سے عکرمہ بن ابوجہل کے ٹولے نے بھی معارضہ کرنے کا اظہار کیا، مگر ابوسفیان کا معارضہ (باوجود اپنی شدت کے) بہت قلیل تھا اور اس کی آواز، اہل مکہ کی ان آوازوں میں ہی تحلیل ہو گئی جنہوں نے اپنے سردار ابوسفیان کی بات کو قبول کیا تھا، اس کے بعد انہوں نے اس کی رائے کو درست قرار دیا اور جو اس نے ان کو مشورہ دیا تھا انہیں اس میں اس کے خلوص اور صدق کا بھی پتہ چل گیا۔ لہٰذا انہوں نے جیش نبویؐ کے مکہ میں پہنچنے سے قبل، ان ہدایات اور احکامات پر عمل کرنے میں سرعت سے کام لیا جو انہیں دیے گئے تھے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب ابوسفیان لشکرگاہ نبویؐ سے واپس آیا (جو مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر تھا) تو اس نے قریش کو بلند آواز سے کہا اے قریش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پاس وہ فوج لے کر آیا ہے جس کا تم سامنا نہیں کر سکتے پس جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اُسے امن دیا جائے گا تو اس کی بیوی نے کھڑے ہو کر اس کا سر پکڑ کر کہا، تمہارے پیچھے کیا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا میرے پیچھے کیا ہے؟ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو دس ہزار

کے ساتھ آیا ہے جو سرتاپا آہن پوش ہے اُس نے تجھے یہ اعزاز دیا ہے کہ جو میرے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن و امان میں رہے گا، بعض نے اُسے کہا خدا تیرا بُرا کرے تیرا گھر تو ہمارے لیے کافی نہیں ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا جو اپنے دروازے بند کرے گا وہ بھی امن و امان میں ہوگا اور جو مسجد میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امن و امان میں ہوگا اور جو ہتھیار ڈال دے گا وہ بھی امن و امان میں ہوگا تب اس کی بیوی نے اس کی مونچھ پکڑ کر کہا: قوم کے ایلچی خدا تیرا بُرا کرے، اے آلِ غالب، اس بوڑھے احمق کو قتل کر دو جس میں کوئی بھلائی کی بات نہیں قوم کے پیشرو کا بُرا ہو، پھر اس نے قریش کو مقابلہ پر اُبھارتے ہوئے کہا تم کیوں اپنی جانوں اور ملک کا دفاع نہیں کرتے اور کیوں نہیں لڑتے، ابوسفیان نے کہا تیرا بُرا ہو خاموش ہو جا اور اپنے گھر میں داخل ہو جا۔ پھر اس نے جمہور قریش کو مخاطب کر کے کہا، تمہارا بُرا ہو یہ عورت تمہیں دھوکا میں مبتلا نہ کر دے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے تم نے نہیں دیکھا میں نے جوانوں، گھوڑوں اور اسلحہ کو دیکھا ہے کسی کو اس سے مقابلہ کی سکت نہیں کیونکہ وہ تمہارے پاس ایسی فوج لے کر آیا ہے جس کا تم سامنا نہیں کر سکتے [1]

اہل مکہ کا ہتھیار ڈالنا اور اسلام قبول کرنے کے لیے تیاری کرنا

جمہور قریش کے سامنے ابوسفیان نے جو بیان دیا اس کے سُننے کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور ہر

---

[1] سیرت ابن ہشام ص۴۷ ج ۴، تاریخ طبری ص۵۴ ج ۲، مغازی الواقدی ص۸۲۲ ج ۲، البدایہ والنہایہ ص۲۹ ج ۴، سیرت حلبیہ ص۲۰ ج ۲، تاریخ ابن عساکر بسلسلہ حالات ابوسفیان بن حرب، صحیح البخاری ص۸، زاد المعاد جلد ۴ اور جوامع السیرۃ۔

ایک نے اس بات کو اچھی طرح تسلیم کر لیا کہ جیش نبویؐ کا مقابلہ کرنا ایک عبث کام ہے اور دُرست اور حکیمانہ بات وہی ہے جس کی طرف ابو سفیان نے جمہور قریش کو دعوت دی ہے یعنی جنگ سے رُکنا اور ہتھیار ڈالنا، اس رضامندی کے مطابق قریش نے راستوں کی خالی جگہوں کی طرف جانے میں جلدی کی اور مکہ کو جنگ کی تباہیوں سے بچانے کے لیے انہوں نے اس معاہدہ کے مطابق جو ابو سفیان اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پایا تھا عمل کرتے ہوئے اپنے ہتھیاروں کو راستوں، گھروں کے سامنے اور مسجد حرام کے دروازوں پر پھینکنا شروع کر دیا اور اپنے گھروں، مسجد اور ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے لی تاکہ قریش کے مال و جان اور مملوکات محفوظ ہو جائیں اس طرح قریش نے کرفیو آرڈر کے نظام پر عملدرآمد کیا اور جیش نبویؐ کے داخلہ سے قبل، مکہ کی گلیاں لوگوں سے خالی ہو گئیں۔

چند لوگوں کا مقابلہ اور شکست

مکہ کی غالب اکثریت نے عقل کی آواز پر لبیک کہا اور انہوں نے اسلامی فوج (جس کے مقابلہ کی انہیں طاقت نہ تھی) کے مقابلہ میں سرِ تسلیم خم کر دینے کا فیصلہ کیا، گلیوں کو خالی کر دیا، اسلحہ کو پھینک دیا اور اپنے گھروں، مسجد اور ابوسفیان کے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ مکہ پر جیش نبوی کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

قریش کی ایک اقلیت نے اس فیصلے کی مخالفت کی اور اپنے سردار ابو سفیان کی نافرمانی کی انہوں نے ہتھیار اُٹھائے اور حملہ آور جیش نبویؐ کے مقابلہ کا فیصلہ کیا لیکن ان کی مقاومت کو چند منٹوں میں کچل دیا گیا اور ان کی بدقسمتی سے ان کا مقابلہ اس ماہر ترین جنگی سالار سے تھا جسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام جزیرہ عرب جانتا تھا یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔

جن لوگوں نے اجماع کی مخالفت کر کے جیش نبویؐ کا مقابلہ کیا، اور حرم

میں خون بہانے کا سبب بن گئے حالانکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند نہیں کرتے تھے، اُن میں وہ جوان بھی شامل تھے جنہوں نے بعد میں، راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے اپنے پاکیزہ خون سے شجرِ ایمان کی آبیاری کی جیسے صفوان بن اُمیہ اور عکرمہ بن ابوجہل جنہوں نے ان شامی معرکوں میں جامِ شہادت نوش کیا، جو حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں رومی اور اسلامی فوجوں کے درمیان ہوئے۔

مکہ میں داخل ہونے کے لیے تیاری کے وقت قیادت کی تقسیم

اس کتاب میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدید میں اپنی فوج کو قبائلی بنیاد پر تیار کیا اور فوج نے قدید سے مکہ کی جانب پوری تیاری کے ساتھ اس قبائلی بنیاد پر مارچ کیا جس کا تفصیلی ذکر ہم اس کتاب میں پہلے کر چکے ہیں مگر جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام "ذی طوی" میں پہنچے، جسے آج کل "زاہر" کہتے ہیں تو آپ نے اپنی دس ہزار فوج کو پانچ دستوں میں تقسیم کیا آپؐ خود پہلے دستہ کے سالار تھے جس میں کبار مہاجرین و انصار اور عربی قبائل کے شیوخ اور سردار شامل تھے، اور دیگر چار دستے جن کی مکہ پر قبضہ کرنے اور قریش کی کسی مسلح مقاومت کو کچلنے پر ڈیوٹی لگائی گئی تھی ان کی قیادت چار صحابہ کو سونپی گئی جن میں سے تین مہاجر اور ایک انصاری تھے۔

جن اطراف سے یہ دستے مکہ میں داخل ہوئے

وہ چار سالار یہ تھے:۔

(۱) حضرت زبیرؓ بن العوام، کے دستے کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ مکہ میں شمالی جانب پر قبضہ کرے جو کدی کے قریب ہے۔ (۲) حضرت خالدؓ بن ولید۔ اُن کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ مکہ کی جنوبی طرف سے منطقہ "اللیط" سے داخل ہوں جسے آج کل محلہ "المسفلۃ" کہتے ہیں۔

لہ سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۸۲۵

۳۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ۔ ان کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ شمال مغربی جانب سے داخل ہوں[1]

۴۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری[2] جس دستے کی سالاری کر رہے تھے وہ سب کا سب انصار پہ مشتمل تھا اس کی ڈیوٹی یہ لگائی گئی کہ وہ مکہ میں جنوب مغربی

---

[1] الرسول القائد ص ۱۳۱

[2] قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم انصاری خزرجی، ان کا باپ خزرج کا سردار تھا یہ شجاع انصاری جوانوں میں سے تھے اور اپنے باپ کی طرح جود و کرم میں بلند مقام پہ فائز تھے اصابہ میں ان کی سخاوت کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے ان سے بیس ہزار روپیہ قرض لیا جب وہ اسے واپس کرنے لگے تو آپ نے واپس لینے سے انکار کر دیا صحیح بخاری میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ آپ کا حضور علیہ السلام کے ہاں وہی مقام تھا جو کسی حکمران کی طرف سے پولیس افسر کا ہوتا ہے۔ اور ابن عبد البرؒ کہتا ہے قیس دانشوران عرب میں سے جلیل القدر فاضل تھے اور جنگ میں بہادری، سخاوت اور شجاعت کے ساتھ صاحب الرائے اور جنگی چالوں کے ماہر تھے اپنے باپ کی طرح اپنی قوم میں صاحب شرف تھے ان کی سخاوت کا ایک قصہ غزوہ خبط میں بیان ہو چکا ہے (قیس انصار کے علمبردار اور چار دستوں میں سے اس ایک کے سالار تھے جس سے فتح مکہ کے روز جنگ کی گئی تھی) ابن عیینہ کہتا ہے کہ قیس موٹے تازے خوبصورت اور لمبے قد کے تھے جب سوار ہوتے تو ان کی ٹانگیں زمین پہ لگتی تھیں انہوں نے فتح مصر میں بھی عمرو بن عاص کی قیادت میں حصہ لیا اکثر جنگوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے اصحاب جمل و معاویہ کے ساتھ نزاع میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھے، مصر پہ حضرت علی رضؓ کی طرف سے والی تھے۔ صفین میں حضرت علی رضؓ کے ساتھ شامل ہوئے، جب معاویہؓ (باقی ص ۲۴۴ پہ)

جانب سے داخل ہوئے[1] پہلے یہ فیصلہ ہوچکا تھا کہ اس دستے کی قیادت انصار کے سردار سعد بن عبادہ کریں گے۔ لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کہنے کے باعث جس نے مہاجرین کو ناراض کر دیا تھا (انہوں نے یہ دھمکی دی تھی کہ انصار، مکہ کو مباح قرار دیں گے) آپ کو تادیبًا قیادت سے معزول کر دیا[2] مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خوش دلی کے لیے ان کے بیٹے سعد کو ان کا جانشین مقرر کر دیا تاکہ انصار کی قیادت کسی دوسرے کی طرف نہ جائے (کیونکہ یہ لوگ فوج کی ریڑھ کی ہڈی تھے)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کہاں سے داخل ہوئے

مؤرخین کے راجح بیان کے مطابق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اس جانب سے داخل ہوئے جس جانب سے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح داخل ہوئے، اس کی دلیل ابن اسحٰق کی یہ روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اس کی شمال مغربی جانب سے داخل ہوئے اور سیدھے چلے گئے اور آپ کے آگے آگے حضرت ابو عبیدہ تھے[3] یہاں تک کہ آپ حجون کی جانب پہنچ گئے اور وہاں سے جنوب کی طرف اتر کر مسجد میں چلے گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۳) الگ امیر بن گئے اور مسلمانوں نے ان کی بیعت کی تو قیس نے معاویہؓ کے پاس آکر صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ موافقت کرنے کا ذکر کیا اور معاویہؓ کے ساتھ سختی سے پیش آئے اور دوبارہ حضرت علیؓ کی تائید کی مگر معاویہؓ نے یہ سب باتیں برداشت کیں اور ان کی عزت کی۔ آپ کی وفات خلافت معاویہؓ کے دور میں مدینہ میں ہوئی۔

[1] الرسول القائد ص ۱۳۳ ، [2] البدایہ والنہایہ ص ۲۶۵ ج ۴

[3] سیرت ابن ہشام ص ۴۹ ج ۴

آپ نے حجون میں ایک خیمہ میں استراحت فرمائی جو آپ کے لیے نصب کیا گیا تھا[1]، باوجودیکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو مکہ میں داخلہ کے پانچ دستوں میں تقسیم کر دیا تھا مگر فوج بنیادی تیاری پر قائم رہی اور مکہ میں قبائل کے مطابق ان کے جھنڈوں تلے حسب تنظیم افسروں کی قیادت میں داخل ہوئی جس کا تفصیلی ذکر ہم اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں کر آئے ہیں ذی طوی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوج کو تقسیم کرنے اور چار سالاروں کو مکہ پر قبضہ کرنے کی جہت بتانے کے بعد فوج ذی طویٰ میں مکہ میں داخل ہونے کی تیاری میں کھڑی رہی۔

مکہ میں داخل ہوتے وقت ہتھیار استعمال نہ کرنے کے متعلق سخت احکامات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے سالاروں کو مکہ میں ہتھیار استعمال نہ کرنے اور راستہ میں حائل ہو کر جنگ کرنے والے کے سوا، دوسرے لوگوں کو قتل نہ کرنے کے سخت احکام صادر فرمائے آپ نے فرمایا :-

" جو تمہارے ساتھ جنگ کرے اس کے سوا کسی سے جنگ نہ کرو "[2] سالاروں نے فوج میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نافذ کر دیا اور مکہ میں داخل ہوتے وقت ان سے کسی لڑائی کا صدور نہیں ہوا، سوائے ان دستوں کے جن کی قیادت حضرت خالدؓ بن ولید کر رہے تھے وہ دستے جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھے اور سب کے سب سواروں پر مشتمل تھے اور اس دور میں سواروں کے ہتھیاروں پہ فوج بہت اعتماد کرتی تھی جس علاقے میں حضرت خالدؓ بن ولید کے دستے کے سواروں کو قبضہ کرنے کا کام سونپا گیا تھا وہاں پہ قریش کے تھوڑے سے آدمیوں نے اپنے پڑاؤ

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۴۹ ج ۴ [2] سیرت حلبیہ ص ۲۰۷ ج ۲

بنو بکر کی مدد سے مزاحمت کی اور وہاں پر معمولی سی لڑائی ہوئی یہودی لوگ تھے جو نقض صلح حدیبیہ اور اس ہمہ گیر جنگ پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیار کرنے کا سبب بنے تھے۔

ذی طویٰ میں فوجی مظاہرہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چاروں دستوں کے سالاروں کو، مکہ پر قبضہ کرنے اور اسے آزاد کرانے کے احکام دے چکے تو جیش نبویؐ کے دستوں نے لشکر گاہ میں ایک مظاہرے کی تیاری کی، لشکر گاہ ایک میدان تھا جو مکہ کی آبادی سے باہر حجون اور خندمہ کے مقابل میں شمال مغربی جانب میں واقع ہے، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے کے لیے فوج کو مکمل طور پر تیار کر دیا تو آپ نے غسل فرمایا اور اپنی ناقہ قصویٰ کو لانے کا حکم دیا، ناقہ کو خیمہ کے دروازے پر آپ کے پاس لایا گیا آپ نے ہتھیار پہننے اور خود سر پر رکھنے کے لیے فرمایا، پیادوں اور سواروں نے حجون اور خندمہ کے درمیان آپ کے لیے فوراً صف بندی کی، اہل مکہ اپنی آنکھوں کے سامنے جیش نبویؐ کے اجتماع کو دیکھ رہے تھے جو چلنے کے لیے تیار تھا، ہر دستہ اس منطقہ کی طرف کے لیے تیار تھا جو اس کے لیے مکہ میں مقرر کر دیا گیا تھا اہل مکہ نے پہاڑوں کی چوٹیوں سے اس اجتماع، تیاری، تنظیم اور مظاہرے کو دیکھا۔

ابن ہشام نے جیش نبوی کے خوبصورت منظر کو (جیسا کہ کوہ قبیس کی جانب سے ایک عینی شاہد نے بیان کیا ہے) بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذی طویٰ مقام میں کھڑے ہوئے تو ابو قحافہ (حضرت ابوبکر کے والد) نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی سے کہا اے بیٹی مجھے کوہ قبیس پر چڑھا دو (ان کی نگاہ ختم ہو چکی تھی) وہ کہتی ہے کہ میں انہیں پہاڑ پر لے کر چڑھ گئی

انہوں نے کہا، بیٹی تو کیا دیکھتی ہے، بیٹی نے جواب دیا میں بہت لوگوں کا اکٹھ دیکھ رہی ہوں، انہوں نے پوچھا یہ سوار ہیں، اس نے جواب دیا میں ایک جوان آگے پیچھے دوڑتا دیکھ رہی ہوں انہوں نے کہا بیٹی یہ منتظم ہے، پھر اس لڑکی نے کہا خدا کی قسم یہ لوگوں کا اکٹھ منتشر ہو گیا ہے وہ کہتی ہے کہ میرے دادا نے کہا کہ خدا کی قسم سوار چل پڑے ہیں مجھے جلد گھر لے چل تو میں انہیں جلد گھر لے آئی اور اپنے گھر پہنچنے سے قبل ہی سوار انہیں ملے[1]، واقدی کا بیان ہے کہ وہ لڑکی قریبة بنت ابی قحافہ تھی جو خوف سے مرعوب ہو چکی تھی، اس کے باپ نے اس کو خوف زدہ دیکھ کر کہا بیٹی خوف نہ کر، تیرا بھائی ابوبکرؓ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے اصحاب میں بہت نمایاں مقام رکھتا ہے[2]

تاریخ کا میزان اعتدال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مارچ کے لیے ذی طویٰ میں اپنی فوج کی تیاری مکمل کی تاکہ مکہ مکرمہ شرک اور بت پرستی کی نجاست سے کلی طور پر پاک صاف ہو جائے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہزاروں گھوڑے رقص کرتے ہوئے اپنے سُم زمین پر مار رہے ہیں کبھی ایک طرف جھک جاتے ہیں اور اپنے سواروں سے لگاموں کو کھینچ کر آزاد ہو جانا چاہتے ہیں، چاروں دستے پوری تیاری کے ساتھ کھڑے تھے ہر دستہ ذی طویٰ کے میدان کے آخری اکٹھ میں سمٹ آیا تھا اور ہر دستے کا سالار اپنے گھوڑے پر صفوں کے آگے جولانی کر رہا تھا۔ اور انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حملہ کے اشارہ کے انتظار میں نظم و ضبط کی

---

[1] سیرت ابن ہشام صـ ۴۸ ج ـ ۴

[2] مغازی الواقدی صـ ۸۲۴ ج ـ ۲

پابندی کے احکام بتارہا تھا ان فیصلہ کن گھڑیوں میں تاریخ کا ترازو درست ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے صابر اور مومن بندوں کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کر دیا کہ

لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحا قریبا۔[1]

ترجمہ: "تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے، امن و امان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کترا تا ہوگا، تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا، سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں، پھر اس سے پہلے لگے ہاتھ ایک فتح دے دی۔"

اور مکہ کا پیارا شہر بھی قریب تھا کہ اس کے پہاڑ خوشی سے جھوم اُٹھیں، اپنے راست باز، امانت دار، صابر اور قانع بیٹے اس کے جانباز ظفر مند اور ایمان دار لشکر کے استقبال کے لیے تیار ہوگیا تاکہ وہ اسے بت پرستی کی نجاست اور جاہلیت کی پستی سے نجات دے اور ابراہیم علیہ السلام کے دین کی نورانی شعاعوں کو دوبارہ اس کے گھروں میں لے آئے اور اس کے ان تاریک کھنڈرات کو روشن کر دے جو ہزارہا سال سے شرک وجہل اور پسماندگی کی تاریکیوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور تاریخ اپنے صحیفے کو ان خوب صورت اور عجیب امتیازات کی روشنی میں کھے جن میں بڑی بڑی نصیحتیں اور عبرتیں ہیں اور اپنی ساری سوچ بچار کو، فکر و تامل کے لیے مجتمع کرے۔

عقیدہ پر ثابت قدمی کے ثمرات کس طرح ملتے ہیں

آج کی تاریخی اور روسی عہد کو

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۲۸۶ ج ۴، سیرت الحلبیہ ص ۲۱۰ ج ۲

مکہ نے جو عجیب وغریب اور خوب صورت امتیازات دیکھے وہ اس صحیح عقیدہ پر ثابت قدمی کا صرف ایک پھل تھا جس نے راستے میں حائل ہونے والی ہر چیز کو (خواہ وہ ٹھوس پہاڑ ہی ہوں) توڑ پھوڑ دیا تھا اور کون سا امتیاز، اس عظیم الشان محمد بن عبداللہ ہاشمی کے مقابلہ کے قصے سے زیادہ خوبصورت اور عظیم تر ہے جسے آج کے پُر نور دن میں تاریخ نے لکھا، یہ عظیم الشان فقط سات سال قبل اپنی قوم کے نزدیک ہر اس چیز سے جو ان کے پاس موجود تھی، کم تر حیثیت کا مالک تھا، مکہ میں ان کے درمیان رہتے ہوئے انہوں نے اس بات کو جانتے ہوئے کہ وادی بطحاء میں اس جیسا نیک، پاک اور شریف آدمی پیدا نہیں ہوا۔ اس کے قتل کرنے پہ اتفاق کیا، باوجودیکہ وہ مخلصانہ رنگ میں انہیں شرک کے مہلک پنجوں سے بچانا چاہتا تھا انہوں نے اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس کے قتل کا منصوبہ بنایا، انہوں نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تاکہ اپنے قبائلی پارلیمانی فیصلے کا نفاذ کرتے ہوئے باطل کی مدد اور حق کی دشمنی کی خاطر آپؐ کو قتل کر دیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان کے شر سے بچا لیا تو اس تاریک رات کی صبح کو ان کی سازش کی ناکامی ان پہ واضح ہو گئی جب انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں اپنے بستر پہ نہ پایا جیساکہ ان کو توقع تھی کہ وہ انہیں وہاں پاکر اپنی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور ان کے خون کو مباح کر دیں گے، انہوں نے مکہ کے باشندوں اور قرب وجوار کے علاقے کے لوگوں کو آپ کا خون بہانے پہ برانگیختہ کیا اور آپ کے قتل پر بہت بڑے انعام کا اعلان کیا جسے ایک عرب اپنے قبضے میں لینے کا بڑا شائق ہوتا تھا یعنی جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا مُردہ صورت میں ان کے پاس لائے گا اسے یہ انعام دیا جائے گا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی تدبیروں سے محفوظ رکھا تو وہ بُری طرح ناکام ونامراد ہو گئے۔ واذ یمکر بك الذین

كفروا ليثبتوك او يقتلوك او يخرجوك ويمكر الله والله خير الماكرين[1]

ترجمہ: "اور اس واقعہ کا ذکر بھی کیجیے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ یا آپ کو قید کرلیں .... یا آپ کو جلا وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر فرما رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔"

فتح مکہ کا دن

اس عظیم اور خوبصورت امتیاز سے اور کونسا امتیاز عظیم ہو سکتا ہے۔ جسے تاریخ نے اس فتح عظیم کے تاریخی دن میں اپنی بلندیوں پر لکھا (۲۰ رمضان بروز سوموار ۸ھ) یعنی محمد بن عبداللہ کے نقطہ کو، جسے تمام مکہ والوں نے فقط سات سال پہلے مکہ سے نکال دیا تھا۔ اسے نکالنے کے لیے بھڑکائے ہوئے جنونیوں کی طرح باتیں کی جاتی تھیں، اور ہر دیس نکالا دینے والا اپنے دل میں اس عظیم الشان کو قتل کرنے یا اسے زندہ پکڑنے کا بھی متمنی تھا تاکہ اس کی مشکیں کس کر اسے دارالندوہ کی پولیس کے سامنے پھینک دے اور اس عظیم انعام کو حاصل کرے جس کے حصول کے لیے مکہ کے ہر شخص کی رال ٹپک رہی تھی جسے شرک کی پارلیمنٹ کے خزانہ نے اس شخص کے لیے مقرر کیا تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی وسیلہ سے خواہ قتل کرنے سے یا گرفتار کرنے سے، مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے روک دے گا، محمدؐ نے (نعوذ باللہ) عظیم ترین جرم کا ارتکاب کیا ہے جس سے اس کا خون مباح ہو گیا ہے، ہاں ہاں، جاہل مشرکین کی نگاہ میں یہ ایک جرم ہی تھا حالانکہ واقعہ میں یہ انہیں شرک کی ظلمت سے نکال کر نور توحید کی طرف

---

[1] الفتح ۲۷

[2] الانفال ۳

اور جہل کی گھٹن سے علم و معرفت کی وسعت کی طرف اور وجدان و فکر کی غلامی سے حریت ضمیر و تعبیر کی طرف اور مخلوق کی عبادت سے خالق کی عبادت کی طرف لانے کی ایک عظیم ترین کاروائی تھی جو کوئی انسان کسی کو بچانے کے لیے کر سکتا ہے۔

کونسی موعظت و عبرت اور کون سا عجیب واقعہ اس امتیاز سے عجیب تر ہو سکتا ہے جسے تاریخ نے اس کامل انسان کے مقابلہ کے قصہ میں درج کیا ہے ؟ جسے مکہ یاد رکھے گا اور کبھی نہیں بھولے گا (آج بڑے بڑے مجرم دس ہزار جانبازوں کے رحم پر کانپتے ہوئے کھڑے ہوئے ہیں جن کی قیادت وہ شخص کر رہا ہے جسے اہل مکہ نے ایسا دیس نکالا دینے کا ارادہ کیا تھا کہ پھر وہ واپس نہ آسکے) مکہ اس بات کو یاد رکھے گا اور بھولے گا نہیں کہ یہ شخص اکیلا خوفزدہ حالت میں مکہ سے نکلا تھا ہر جگہ پر موت اس کی گھات میں تھی اور ایک آدمی ابوبکر صدیق کے سوا کوئی اس کے ساتھ ان خطرات میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا اور آج وہ اپنے محبوب شہر مکہ کی طرف سربلند اور روشن جبیں ہو کر واپس آرہا تھا، اللہ تعالےٰ نے اس کا عزت و حفاظت سے احاطہ کیا ہوا تھا اور اُسے سیادت کی چادر زیب تن کروائی تھی اور تمام قیادتوں کی چابیاں اس کے ہاتھ میں دیں اور اُسے الٰہی فوجوں کے ہزاروں سواروں اور ہزاروں پیادوں کا ایک موجزن سمندر گھیرے ہوئے تھا جن میں سے ہر ایک اپنی جان سے اس پر فدا تھا۔

اور حق بات یہ ہے کہ یہ ایک عجیب بات اور عجیب تر امتیاز ہے (جس سے عقل مند آدمی عبرتیں اور مواعظ حاصل کر سکتا ہے) جو مجسم صورت میں ان کے سامنے موجود ہے کہ یہ مکہ جس کے تمام رہنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی نیت سے اُسے بے وطن کرنے کے لیے گھروں سے نکل پڑے تھے۔ آج عجز و ذلت ان کا استقبال کر رہی ہے اور بڑے بڑے مجرموں کے سر اس خوف

سے کانپ رہے ہیں کہ اس شخص کی تلواریں نہیں ان کے شانوں سے جدا کر دیں گی، جو کل کا دھتکارا ہوا اور آج کا غالب فاتح ہے۔

ان لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے اور ان سے اور ان کی دعوت سے نجات پانے کے کسی ذریعے کو نہیں چھوڑا، لیکن آج ان کے ہتھیار ڈال دینے اور مقاومت مقابلے سے عاجز ہو کر اس کی فوج کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کے بعد، ان سب کا انجام اس کے ہاتھ میں ہے اگر وہ مقاومت کی قدرت رکھتے تو ضرور مقاومت کرتے، لیکن اس نے ان پر غالب آ جانے کے بعد اور اس کی فوج کے مکہ پر قبضہ کر لینے کے بعد ان سے کیا سلوک کیا؟ پوری طرح قدرت رکھنے کے باوجود انہیں مکمل طور پر معاف کر دیا یہ وہ خلق ہے جس سے اولوالعزم پیغمبر ہی آراستہ ہوتے ہیں جن کے دل پاک اور صاف ہوتے ہیں جن میں کوئی کینہ کپٹ نہیں ہوتا۔

جیش نبوی مکہ میں کیسے داخل ہوا

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے لیے مقدس شہر پر قبضہ کرنے کے لیے جو منصوبہ بنایا تھا اس کا فیصلہ یہ تھا کہ اس شہر کو امن و امان دیا جائے اور اور اس کے اہل کو مال، جان اور اولاد کے بارے میں کسی قسم کا خوف محسوس نہ ہو، اس شریفانہ مقصد کو پورا کرنے کے لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے تمام دستوں کے لیے یہ حکم صادر فرمایا کہ وہ مکہ میں داخل ہوتے وقت، سوائے اس شخص کے جو ان کے خلاف تلوار سونت لے، ہتھیاروں کو بالکل استعمال نہ کریں گویا آپ نے فوج کو سوائے دفاعِ جان کی صورت کے، جنگ سے رکنے کا حکم دیا۔

مکہ میں کرفیو آرڈر کا نفاذ

دوسری جانب تاکہ مکہ مقدسہ ہر قسم کی خونی کاروائی سے محفوظ رہے جسے بعض جذبات سے اندھے قریشی ہوا دے رہے تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سردار قریش

کے ساتھ مل کر معاہدہ کیا کہ مکہ میں جیش نبویؐ کے وقت اور اس کے آزاد کر دینے کے وقت تک کرفیو آرڈر نافذ ہوا اور تمام اہل مکہ کو ہتھیار اٹھانے کی ممانعت ہو اہل مکہ نے کرفیو آرڈر نظام کی پابندی کی اور اپنے قائد اور سردار ابوسفیان کی دعوت کو قبول کر کے اپنے گھروں مسجد اور ابوسفیان کے گھر میں بیٹھے رہے نیز انہوں نے اطاعت کی علامت کے طور پر اپنے ہتھیار اپنے گھروں سے باہر پھینک دیے، اہل مکہ کے کرفیو آرڈر کی پابندی کرنے کے باعث گلیاں، راستے اور عام میدان گزرنے والوں سے خالی ہو گئے اور قریش کسی اہم واقعہ کے منتظر رہے، مقدس شہر میں خاموشی نے اپنے خیمے نصب کر دیے اور خوفزدہ سینوں میں دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں گھبراہٹ کے مارے سرداران مکہ کے دل ان کے پہلوؤں سے نکلے جا رہے تھے ان کا تاریک ماضی ان کے سامنے تھا گویا تاریخ نے ان کے ماضی کا نقشہ ان کے سامنے رکھ دیا تھا جو ان جرائم، ذنوبوں اور مظالم سے بھرپور تھا جو انہوں نے مکہ کے شریف، امین اور نیک فرزند اور اس کے تھوڑے سے نیک ساتھیوں کے ساتھ ان دنوں روا رکھے تھے جب وہ نہتے تھے اور انہیں حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ خدائے واحد کی عبادت کرنے اور اس کے ماسوا شریکوں سے چھڑانے کی دعوت دیا کرتے تھے۔

تاریخ مکہ کی فیصلہ کن گھڑی

جب جیش نبویؐ کے چاروں دستوں نے مقدس شہر پر قبضہ کرنے کے لیے ذی طویٰ سے مارچ کا آغاز کیا تو فیصلہ کن گھڑی قریب آ گئی اور اس کی سوئی صفر پر آکر رک گئی اور ہر دستے کے لیڈر نے اس جانب مارچ شروع کر دیا جس پر جیش کے سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ شہر میں اس جانب سے داخل ہو۔

★ حضرت خالدؓ بن ولید نے مکہ میں داخل ہونے کے لیے جنوب کی طرف مارچ کیا،

(آج کل اس کو محلہ مسفلہ کہتے ہیں)

★ حضرت زبیر بن العوام نے اپنے دستے کے ساتھ شمال کی طرف سے داخل ہونے کے لیے مارچ کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ توقف کریں اور اپنے جھنڈے کو حجون کے پاس نصب کر دیں۔

★ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے اپنے دستے کے ساتھ شمال مغرب کی طرف سے مکہ میں داخل ہونے کے لیے مارچ کیا یہ سب کے سب پیادہ تھے۔

★ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ اپنے دستے کو جنوب مغرب سے شہر میں داخل ہونے کے لیے لے گئے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فوج کے سالارِ اعلیٰ اپنے جنگی بورڈ کے ساتھ جو کبار مہاجرین و انصار اور زعمائے قبائل پر مشتمل تھا، مکہ میں کداء کی جانب سے (جو شمال مغرب میں ہے) داخل ہونے کے لیے روانہ ہوئے، جہاں پر تیسرے دستے کے سالار حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح آپ کے آگے آگے ابطح میں حجون کی طرف اپنے پیادہ دستے کے ساتھ پیش قدمی کر رہے تھے۔

مکہ میں معرکہ آرائی کا ایک مقام

چاروں دستوں کے سالاروں کی جس جس جانب ڈیوٹی لگائی گئی تھی وہ اس جانب سے بغیر کسی مزاحمت کے داخل ہو گئے مگر جس جانب سے حضرت خالدؓ بن ولید کے سواروں نے داخل ہونا تھا وہاں پہ آپ کو کچھ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جسے آپ نے فوراً کچل دیا مکہ کے جنوب میں قریش کی ایک جماعت صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں جمع ہوئی اور انہوں نے حضرت خالد بن ولید کے سامنے ڈٹ جانے کا فیصلہ کیا جو جیش نبویؐ کے اہم دستوں کی قیادت کر رہے تھے اور سب کے سب سوار تھے۔ اس مقابلہ میں قریشیوں کی مدد، بکر اور ہذیل قبیلہ کے کچھ لوگ کر رہے تھے

انہوں نے مزاحمت کے سبب ایک تنگ راستہ چُنا اور ان راستے پہ جِھل ہوئی چوٹیوں پر قبضہ کر رکھا تھا یہی وہ بڑا راستہ تھا جس پر سے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں سواروں نے گزرنا تھا۔

حضرت خالدؓ کا مزاحمت کرنے والوں کو انتباہ کرنا اور پھر انہیں کچل دینا

جب حضرت خالدؓ بن ولید کے دستے اس تنگ راستے (خندمہ) کے پاس پہنچے تو انہوں نے قریش، بکر اور ہذیل کے آدمیوں کو دتیاری کے ساتھ) اپنے انتظار میں پایا، انہوں نے خالد کی فوجوں کے ہراول دستوں کو موقع ہی نہ دیا اور ان پر چوٹیوں اور چٹانوں کے پیچھے سے تیروں کی بارش کر دی، حضرت خالدؓ نے اپنے دستوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا کہ شاید وہ حملہ آوروں کو ہتھیار ڈالنے اور اپنے گھروں کو واپس لوٹ جانے پر راضی کر لیں، حضرت خالدؓ نے سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابو جہل کو آواز دی۔ آپ کو پتہ چل گیا تھا کہ یہی لوگ اس مزاحمت کے لیڈر ہیں۔ اور بتایا کہ ان کے پاس سالارِ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں کہ وہ کسی انسان کے خلاف ہتھیار استعمال نہ کریں سوائے اس شخص کے جو تلوار سونت کر لڑائی شروع کر دے، جب آپ انہیں ان کی مقاومت کے کچل دینے کے متعلق انتباہ کر رہے تھے تو آپ نے انہیں جنگ سے رُکنے ہتھیار ڈالنے اور بخیر وعافیت گھر واپس چلے جانے کے لیے بھی کافی موقع دیا، لیکن ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کے انتباہ کا یہ جواب دیا کہ انہوں نے جنگ کرنے کی قسم کھائی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زبردستی مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، مزاحمت کرنے والے شخص حضرت خالدؓ اور ان کے جوانوں پر تیر برساتے رہے حتیٰ کہ حضرت خالدؓ ان کے خلاف ہتھیار استعمال کرنے پر مجبور ہو گئے آپ نے اپنے دستوں کو ان پر

پر حملہ کرنے کا حکم صادر فرمایا چند ہی لمحوں میں حضرت خالدؓ کے دستے نے اس مزاحمت کو کچل کر رکھ دیا اور ان کو بہت بُری طرح شکست فاش ہوئی وہ لوگ اپنے ۲۸ مقتولوں کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے جن میں سے چار ہذیل کے آدمی تھے اس معرکہ میں حضرت خالدؓ کا کوئی جوان کام نہیں آیا ہاں دو آدمی مارے گئے مگر وہ کسی معرکہ میں قتل نہیں ہوئے، بلکہ وہ راستہ بھول جانے کے باعث بنو بکر کے بدوؤں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے یہ دو شہادت پانے والے جوان بنو منقذ کے حلیف کرز بن جابر اور حنیش بن خالد بن احرم تھے ۔ ؎۱

واقدی اور طبرانی نے اس چھوٹے سے معرکے کی تفاصیل بیان کی ہیں جن کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو مکہ کے جنوب میں اس میں حصّہ لینا پڑا، واقدی کہتا ہے کہ جب حضرت خالد داخل ہوئے تو انہوں نے قریش اور ان کے حلیفوں کا ایک جتھہ دیکھا جو آپ کے مقابلہ کے لیے وہاں اکٹھے ہوئے تھے ان میں صفوان بن اُمیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو بھی شامل تھے انہوں نے آپ کو داخل ہونے سے روکا اور ہتھیار اُٹھا لیے اور تیر اندازی شروع کر دی اور کہنے لگے تو زبردستی کبھی مکہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، حضرت خالد بن ولید نے اپنے اصحاب کو آواز دی اور ان سے جنگ کی تو ان میں سے قریش کے چوبیس آدمی مارے گئے اور حزورہ ؎۲ میں قتل ہونے والوں نے بُری طرح شکست کھائی اور ہر طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ان میں سے ایک پارٹی پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلی گئی مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا تو ابوسفیان اور حکیم بن حزام نے بلند آواز سے کہا اے گروہِ قریش! کیوں اپنی جانوں کو گنواتے ہو جو اپنے گھر میں داخل

؎۱ البدایہ والنہایہ ص ۲۹۶ ج ۴

؎۲ یہ مکہ کا ایک بازار تھا جسے مسجد میں اضافہ کے وقت اس میں شامل کر دیا گیا تھا۔ (معجم البلدان یاقوت ص ۳۷۱ ج ۳)

ہو جائے گا وہ امن و امان میں رہے گا اور جو ہتھیار ڈال دے گا وہ بھی امن و امان میں رہے گا تو لوگ گھروں میں گھسنے لگے اور دروازے بند کرنے لگے اور ہتھیاروں کو راستوں میں پھینکنے لگے تاکہ مسلمان انہیں قبضہ میں کر لیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ کو ناپسند کرنا اور اس کے روکنے کا حکم دینا

واقدی کہتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اذاخر گھاٹی کے راستے پر چڑھے تو آپ نے تلواروں کی چمک کو دیکھ کر فرمایا یہ چمک کیسی ہے کیا میں نے قتل سے منع نہیں کیا تھا آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ خالد بن ولید سے جنگ کی گئی ہے اگر ان سے جنگ نہ کی جاتی تو وہ نہ لڑتے اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بہتر فیصلہ فرمایا ہے [1]

معرکۂ خندمہ کے مقتولوں کی تعداد

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ معرکہ خندمہ میں مشرکین کے مقتولوں کی تعداد ستر تھی اور طبری کہتا ہے کہ ہم سے علی بن سعید الرازی ابو حسان الزیادی شعیب بن صفوان نے عطاء بن سالم سے اس نے طاؤس سے اس نے حضرت ابن عباس سے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا :۔

• اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے روز سے اس شہر (مکہ) کو حرام قرار دیا ہے اور جس روز اس نے سورج اور چاند کو بنایا اسی روز اسے بھی بنایا اور اس کے سامنے جو آسمان کا حصہ ہے وہ بھی حرام ہے اور مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، میرے لیے بھی یہ صرف دن کی ایک ساعت حلال ہوا ہے پھر جیسا تھا

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۲۶ ج ۲

ویسا ہی ہو گیا ہے[1] آپ سے عرض کیا گیا، خالد قتل کرتا ہے؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں شخص اٹھ اور جا کر خالد سے کہہ کہ وہ قتل سے ہاتھ اٹھا لے اس آدمی نے خالد کے پاس آکر کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جن آدمیوں پہ تو قابو پائے ان کو قتل کر دے تو خالد نے ستر آدمیوں کو قتل کر دیا اس آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس بات کا ذکر کیا کہ خالد نے ستر آدمی قتل کر دیے ہیں آپ نے خالد کو پیغام بھیجا کیا میں نے تجھے قتل کرنے سے منع نہیں کیا؟ انھوں نے جواب دیا میرے پاس فلاں آدمی آیا تھا اس نے مجھ کو حکم دیا کہ میں جن لوگوں پہ قابو پاؤں ان کو قتل کر دوں تو آپؐ نے اس شخص کو بلا بھیجا اور فرمایا کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا تو اس شخص نے جواب دیا یا رسول اللہ آپ نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ تعالے کا حکم آپ کے حکم سے بڑھ کر ہے، پس جو کر سکتا تھا میں نے وہی کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار کیا اور اسے کچھ جواب نہ دیا[2]

۶

---

[1] برہان الدین نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے یہ گھڑی وہ ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے بنی خزاعہ کے لیے، بنی بکر کے مشرکین سے جنہوں نے ان سے خیانت کی تھی اور غزوہ مکہ کا سبب بنے تھے، قتال کو حلال کیا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہتھیاروں کو روک لو، ہاں خزاعہ والے بنی بکر پہ نماز عصر تک ہتھیار چلا سکتے ہیں اور یہ وہی گھڑی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کی گئی تھی (سیرت حلبیہ ص ۲۰۹ ج ۳)

[2] البدایہ والنہایہ ص ۲۹۷ ج ۴

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خالدؓ بن ولید سے جواب طلبی کرنا

بعض تذکروں میں ہے کہ قریش کا ایک آدمی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خالدؓ کی کاروائی پر اعتراض کرتا ہوا آیا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! قریش ہلاک ہو گئے، آج کے بعد قریش نہیں ہوں گے آپؐ نے فرمایا کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ خالدؓ بن ولید جس کسی کو ملتا ہے اُسے قتل کر دیتا ہے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو بُلایا اور اُسے ملامت کرتے ہوئے جواب طلب فرمایا کہ تو نے کیوں جنگ کی ہے جب کہ میں نے جنگ کرنے سے منع کیا ہے؟ خالدؓ نے جواب دیا یا رسول اللہؐ انہوں نے ہم سے جنگ کرنے میں پہل کی ہے اور ہم پر تیر اندازی کی ہے اور ہم سے مقاتلہ کیا ہے، میں نے مقدور بھر انہیں روکا اور اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا جب مجھے ان سے جنگ کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو میں نے ان سے جنگ کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے مقابلہ میں کامیاب فرمایا اور وہ اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے۔

حماس دیلی کا ایک عجیب قصہ

بنی دیل کا ایک آدمی تھا جسے حماس بن قیس بن خالد دیلی کہتے تھے جب اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سُنا تو بیٹھ کر اپنے ہتھیار دُرست کرنے لگا اس کی بیوی نے اس سے پوچھا تو یہ ہتھیار کس کے لیے تیار کر رہا ہے؟ کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے اصحاب کے لیے، میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے تجھے ایک خادم لادوں کیونکہ تجھے اس کی ضرورت ہے، اس لیے (اُسے مشورہ دیا کہ وہ لڑائی نہ کرے) اُسے کہا تیرا بُرا ہو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑائی نہ کرنا، اگر تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے اصحاب کو دیکھ لیا تو یہ ہتھیار تجھ سے جاتے رہیں گے، اس نے جواب دیا تو عنقریب دیکھ لے گی[۱] کہ

---

[۱] مغازی الواقدی صفحہ ۸۸۳ جلد ۲

میں ان سے جنگ کروں گا۔ اس کے بعد حماس بن قیس عملاً خندمہ میں مزاحمت کرنے والوں کی جانب سے حضرت خالدؓ کے خلاف جنگ میں شریک ہو گیا لیکن خوف سے کانپتا ہوا اپنے گھر واپس آ گیا تو اس کی بیوی نے اُسے مذاقاً کہا، خادمہ کہاں ہے؟

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حماس بن قیس شکست کھا کر گھر واپس آیا تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، اس کی بیوی نے دروازہ کھولا وہ اندر داخل ہوا تو اس کی جان نکلی جا رہی تھی، اس کی بیوی نے کہا وہ خادم کہاں ہے جس کا تُو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟ نیز اس نے مذاقاً کہا کہ میں تو آج تک تیرا انتظار کر رہی ہوں، اس نے جواب دیا اس بات کو چھوڑ دے اور میرا دروازہ بند کر دے کیونکہ جو اپنا دروازہ بند کر لے گا وہ امن و امان میں رہے گا، اس کی بیوی نے کہا میں نے تجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جنگ کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ میں نے تجھے کہا تھا کہ تم جب بھی اس سے لڑے ہو وہ تم پہ غالب آیا ہے۔" اور ہمارا دروازہ کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا وہ کسی کے لیے اس کا دروازہ نہیں کھولے گا (یعنی کسی کو اس کے گھر سے نکال کر قتل نہیں کیا جائے گا۔)

اگر تو ہمارے ساتھ خندمہ میں موجود ہوتی تو تُو صفوان اور عکرمہ کو بھاگتے دیکھتی اور جب مسلمان تلواریں لے کر ہم پر ٹوٹ پڑے تو تُو ابو یزید کو اس بوڑھی عورت کی طرح دیکھتی جس کے بچے یتیم ہو گئے ہوں، وہ تلواریں ہر کلائی اور کھوپڑی کو کاٹ دیتی تھیں اور غیر واضح شور کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا وہ ہمارے پیچھے شیروں کی طرح گرجتے تھے اس لیے تو مجھے ملامت کی کوئی بات نہ کہہ[1]

یہ وہ واحد جانب تھی جہاں مکہ کے جنوبی طرف خونریز جھڑپ اور یہاں سے

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۵۰ ج ۴، مغازی الواقدی صفحہ ۸۲۷ ج ۲، البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۹۷ ج ۴

داخل ہوتے وقت حضرت خالد بن ولید کو مجبوراً جنگ کرنی پڑی۔

جن لوگوں کے خون کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے ٹنگے ہوئے ہوں

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنی فوج پر جنگ کرنا حرام قرار دیا تو دس آدمیوں کی ایک پارٹی کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا اور ان دس آدمیوں کے قتل کا حکم دیا خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے ہوں، کیونکہ یہ اپنے جرائم کی وجہ سے قتل کے مستحق ہو چکے تھے۔

(۱) عکرمہ بن ابوجہل

(۲) عبداللہ بن خطل

(۳) مقیس بن صبابہ

(۴) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح

(۵) ھبار بن الاسود

(۶) الحویرث بن نقیذ

(۷) ہند بنت عتبہ بن ربیعہ

(۸) بنی ہاشم کی لونڈی سارہ

(۹) قرشا، عبداللہ بن خطل کی مغنیہ

(۱۰) ارقبتہ، عبداللہ بن خطل کی مغنیہ

ان لوگوں میں سے بھی اکثر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا چند ہی لوگ ان میں سے قتل ہوئے اور وہ لوگ تھے جنہیں فوج نے مکہ میں داخل

ہونے کے دن قبل اس کے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنا معافی نامہ پیش کریں قتل کر دیا تھا۔

مکہ میں فوج نے جن آدمیوں کو قتل کیا ان کی تعداد

فتح مکہ کے روز جن لوگوں کو قتل کیا گیا وہ فقط تین آدمی تھے:۔

۱۔ عبداللہ بن خطل : یہ بنی تیم بن غالب سے تھا، اس کے خون کو مباح قرار دینے اور قتل کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد، ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا اور پھر اسلام سے مرتد ہو گیا تھا[1] ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن خطل کے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا اور اس کے ساتھ ایک انصاری کو بھی بھیجا جس کے ساتھ اس کا ایک خادم غلام بھی تھا جو مسلمان تھا وہ ایک مقام پر اُترا اور اس نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ اس کے لیے ایک بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کرے اس نے بیدار ہو کر کھانا تیار نہ کیا تو اس نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور پھر مرتد ہو کر مشرک ہو گیا، اس طرح عبداللہ بن خطل کو قصاص میں قتل کیا گیا۔ پھر چونکہ وہ مرتد بھی تھا اس لیے اسلامی قانون کا فیصلہ بھی اُسے قتل کرنے کا تھا (کیونکہ مرتد واجب القتل ہے) اس کے علاوہ عبداللہ بن خطل ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے جیش نبویؐ کا مکہ میں داخلہ کے وقت مقابلہ کیا تھا۔

کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکے ہونے کی حالت میں ابن خطل کا قتل

عبداللہ بن خطل کے

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۵۲ جلد ۴

قتل کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکے ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا [۱] اس کے قتل میں سعید بن حریث مخزومی [۲] اور ابو برزہ اسلمی [۳] شامل تھے [۴] عبداللہ بن خطل اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر خندمہ میں حضرت خالد بن ولید کے دستوں کے مقابلہ کے لیے نکلا، مگر شکست کھائی (کتب سیرت میں ہے ابن خطل آہن پوش ہوکر مکہ سے ایک طویل دُم گھوڑے پر سوار ہوکر آیا اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا جب سعید بن العاص کی بیٹیوں کو بتایا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوچکے ہیں تو وہ بال بکھیر کر باہر نکلیں اور اپنی اوڑھنیوں کو گھوڑوں کے مونہوں پر مارنے لگیں تو ابن خطل نے مکہ سے آتے ہوئے انہیں مارا اور کہا خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت تک مکہ میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک تم تو شہ دانوں کے مونہوں کی طرح مار کو نہ دیکھو، پھر وہ چلتا چلتا خندمہ تک

---

[۱] البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۹۹ ج ۴

[۲] سعید بن حریث بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن مخزوم، مخزومی قریشی، فتح سے قبل مسلمان ہوئے، واقدی کہتا ہے کہ وہ اپنے بھائی عمرو بن حریث سے تھے اس سے ابن ماجہ نے اس کے بھائی سعید بن حریث سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جاگیر یا گھر فروخت کیا اور اس کی قیمت صحیح مقرر نہ کی، اس میں اس کے لیے برکت نہ ہوگی (اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۲) آپ کوفہ میں فوت ہوگئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے عہد میں آپ سے حرہ میں قتل کر دیا گیا۔ (ابن عبدالبر)

[۳] ابو برزہ اسلمی کا نام نضلہ بن عبدالحرث ہے، اسلام کے سابقون میں سے ہے خیبر اور بعد کے معرکوں میں حاضر ہوئے، خلفائے راشدین کے عہد کی فتوحات میں حصہ لیا، خراسان میں لڑے، خوارج کے ساتھ جنگ میں حضرت علیؓ کے ساتھ شامل تھے اور عبدالملک کے زمانے میں مہلب کے ساتھ خوارج سے جنگ کرنے میں شریک تھے، وفات ۶۴ھ میں ستر سال کے لگ بھگ خراسان میں ہوئی۔

[۴] سیرت ابن ہشام صفحہ ۵۳ ج ۴

پہنچا تو اس نے مسلمانوں کے گھوڑوں کو دیکھا اور جنگ بھی دیکھی، اس پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ اس کی کپکپی رکتی نہ تھی۔ یہاں تک کہ وہ کعبہ تک پہنچا اپنے گھوڑے سے اُترا اور اپنے ہتھیار پھینک دیے اور بیت اللہ میں آ کر اس کے پردوں میں چھپ گیا[1]

۲۔ الحویرث ابن نقیذ بن وہب بن عبد قصی، اُسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا وہ مکہ کی آزادی کے دن مکہ سے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ واقدی کہتا ہے کہ الحویرث بن نقیذ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتا تھا آپ نے اس کے خون کو مباح قرار دے دیا، فتح مکہ کے روز وہ اپنے گھر میں ہی تھا اور اس نے اپنا دروازہ بند کیا ہوا تھا کہ حضرت علی بن ابی طالب اس کے متعلق دریافت کرتے ہوئے آئے انہیں بتایا گیا کہ وہ جنگل میں چلا گیا ہے، الحویرث کو بتایا گیا کہ اس کی تلاش ہو رہی ہے، حضرت علی رض اس کے دروازے سے ایک طرف ہٹ گئے اور الحویرث کسی دوسرے گھر بھاگنے کے ارادے سے نکلا، تو حضرت علی رض نے اس کا کام تمام کر دیا[2]

میرے سامنے جو مآخذ موجود ہیں ان میں الحویرث کے خون کو مباح قرار دینے کی یہی وضاحت پائی جاتی ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتے تھے اور اس نے اس اونٹ کو، جس پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت فاطمہ رض اور حضرت اُم کلثوم سوار تھیں ایک نوکدار پھل چبھویا تھا اور اس نے ان دونوں کو، جب کہ یہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہی تھیں[3]

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۳۲ ج ۲ [2] مغازی الواقدی ص ۸۵۷ ج ۲

[3] سیرت ابن ہشام ص ۵۲ ج ۲

نیچے گرا دیا تھا، میرا خیال یہ ہے کہ اس کے خون کو مباح قرار دینے کا سبب، ان اسباب کے علاوہ کوئی اور ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کی بات ہے تو جب آپ مکہ میں ان کے پاس مقیم تھے سبھی مشرکین آپ کو اذیت دیا کرتے تھے بلاشبہ الحویرث نے کوئی اور جرم کیا تھا جس کی وجہ سے وہ عبداللہ بن خطل اور مقیس بن صبابہ کی طرح قتل کا مستحق قرار پایا جنہیں مکہ میں قصاص کے طور پر قتل کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

مقیس بن صبابہ کا قتل

مقیس بن صبابہ کے قتل کے حکم کا نفاذ، اس کے عم زاد نے صفا اور مروہ کے درمیان کیا، یہ حکم بطور قصاص کے تھا کیونکہ وہ ایک مسلمان کو قتل کر کے مرتد ہو گیا تھا، ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ مقیس بن صبابہ کا بھائی ہشام مسلمان تھا، اُسے غلطی سے ایک انصاری نے غزوہ بنی مصطلق میں، مشرکین میں سے سمجھ کر قتل کر دیا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مقیس کی دیت اس کے بھائی ہشام کو دی جائے (مقیس مدینہ میں آیا ہوا تھا) جب ہشام نے دیت لے لی تو انصاری پہ حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ پھر مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا۔

جن بقیہ لوگوں کا خون مباح قرار دیا گیا تھا انہیں معاف کر دیا گیا

سات مرد اور عورتیں جو باقی رہ گئے تھے ان سب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا بعض نے بیان کیا ہے کہ مغنیہ قرتنی، فتح کے روز قتل ہوئی، لیکن سہیل نے اس روایت پہ تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے معاف فرما دیا تھا اس لحاظ سے جو لوگ فتح مکہ کے روز قتل ہوئے وہ اس عفوِ عام سے مستثنیٰ تھے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل مکہ کے لیے کیا تھا۔ فقط تین آدمی ان

جرائم کے باعث مارے گئے جن کی وجہ سے وہ مستحق قتل ہو چکے تھے اس کتاب میں عنقریب (انشاء اللہ) لوگوں کو معافی دینے کے قصے اور ان کے اسلام قبول کرنے کے واقعات کی تفصیل بیان ہو گی۔ خصوصاً صفوان بن اُمیہ اور عکرمہ بن ابوجہل کا قصہ بیان ہوگا جن کے ذریعے بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مدد دی۔

حجون کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑاؤ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ جب جیش نبویؐ مکہ میں داخل ہوا اس وقت مکہ پُرسکون حالت میں تھا سوائے اس جنوبی طرف کے، جس میں حضرت خالدؓ بن ولید کو مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، جسے انہوں نے فوراً کچل دیا تھا، بقیہ علاقوں میں کسی قسم کی کوئی جنگ نہیں ہوئی اور تینوں سالاروں نے بغیر کسی شخص کی مزاحمت کے اپنے اپنے علاقوں پہ قبضہ کر لیا ان سالاروں کے نام یہ تھے:۔

حضرت زبیرؓ بن العوام۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح۔

جب خندمہ میں حضرت خالد بن ولید نے قریشی فوج کی مزاحمت کو کچل دیا تو اس کے بعد مکہ کی تمام اطراف میں مکمل سکون ہو گیا۔ مقاومت کرنے والوں نے فرمان نبویؐ سے استفادہ کرتے ہوئے (کہ وہ اپنا دروازہ بند کرنے والے یا مسجد اور ابوسفیان کے گھر میں پناہ لینے والے کو امان دیں گے) اپنے ہتھیار ڈال دیے اور اپنے گھروں یا مسجد یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزین ہو گئے، اسی طرح مکہ میں کرفیو آرڈر کی بھی مسلسل پابندی ہوئی یہاں تک کہ جیش نبویؐ کو مکہ پہ مکمل تسلط حاصل ہو گیا.....

اس کے بعد اہل مکہ مسجد میں آنے لگے تاکہ مغلوب قوم کی طرح اپنے انجام کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فیصلہ کو سُنیں۔

دوسرے دستے کے سالار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات

جس وقت ذی طویٰ سے چاروں دستے اپنے اپنے علاقہ پہ قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے اس وقت جیش کے سالار اعلیٰ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے جنگی بورڈ کے ارکان کے ساتھ جو کبار مہاجرین و انصار میں سے تھے پیش قدمی کی ایک ہزار جانباز آپ کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ مکہ میں داخلہ کے وقت آپ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری کے درمیان تھے جو عربی قبائل کے بڑے زعماء میں سے تھے، حالانکہ مکہ کے آزاد کرانے میں سوائے بنی تمیم کے دس آدمیوں کے قبائل غطفان (قوم عیینہ) اور قبائل تمیم (قوم اقرع) میں سے ایک آدمی بھی شریک نہ تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی شمال مغربی جانب سے مسلسل آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ حجون میں ٹھہرے جہاں پہ دوسرے دستے کے سالار حضرت زبیرؓ بن العوام اپنے دستے کے ساتھ آپ سے پہلے پہنچ چکے تھے اور انہوں نے اپنا جھنڈا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حجون کے پاس گاڑ دیا تھا[۱] امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ ہم سے قاسم بن خارجہ نے اس نے حفص بن میسرہ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے جو مکہ کے بالائی حصہ میں ہے۔ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ ابواسامہ اور وہب نے بھی یہی بیان کیا ہے چنانچہ ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا اس نے ابواسامہ سے اس نے ہشام سے اس نے اپنے باپ سے بیان کیا

---

[۱] مغازی الواقدی ص ۸۲۸ ج ۲

وہ کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کے بالائی جانب کداء سے داخل ہوئے اور یہی بات صحیح ترین ہے اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ مرسل، مسند متقدم سے زیادہ صحیح ہوتی ہے تو کلام میں نظم پیدا ہوجاتا ہے، وگرنہ کداء (مد کے ساتھ) وہی مذکورہ جگہ ہے جو مکہ کے بالائی علاقہ میں ہے[1] اور کدی مقصود ہے جو مکہ کی ترائی میں ہے اور یہی مشہور اور زیادہ مناسب[2] ہے۔

فتح مکہ کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح عظیم کے اس احسان الٰہی پر نظر کی تو آپ نے اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہونے کی حالت میں اپنا سر جھکا لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتے ہوئے آپ کا سر انور کجاوے کو چھونے لگا، ابن اسحٰق بیان کرتا ہے کہ رسول کریم ایک یمنی سرخ چادر کے پلّو کو لپیٹے کھڑے تھے اور جب آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح سے سرفراز فرمایا ہے تو آپ نے اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہوئے اپنا سر جھکا لیا یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک کجاوے کے اگلے حصے[3] سے چھونے لگی۔

۱۸

---

[1] معجم البلدان میں ہے کہ کداء (سماء کی طرح) مکہ کے بالائی علاقہ میں ایک پہاڑ ہے اور یہ وہ گھاٹی ہے جو قبرستان کے پاس ہے اس طرف کو المعلاۃ کہتے ہیں اسی جانب سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے اور کدی (فری کی طرح) مکہ کی ترائی میں ایک پہاڑ ہے اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تھے۔

[2] البدایہ والنہایہ ص ۲۹۳ ج ۴ [3] سیرت ابن ہشام ص ۴۸ ج ۴

مکہ میں داخلہ کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سورۃ فتح کی تلاوت کرنا

کتب حدیث میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مکہ میں داخلہ کے وقت سورہ فتح کی تلاوت کر رہے تھے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن مغفل سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے روز اپنی ناقہ پہ سورہ فتح کو بار بار پڑھتے دیکھا وہ کہتے ہیں کہ اگر میرے ارد گرد لوگوں کا ہجوم نہ ہوتا تو میں بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بار بار سورہ فتح کی تلاوت کرتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر احرام کے مکہ میں داخلہ

یہ ایک ثابت شدہ بات ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے اسی طرح آپ کے اصحاب میں سے بھی کوئی محرم نہ تھا، ہاں جب آپ نے مکہ میں داخل ہونے کا قصد کیا تو آپ نے غسل فرمایا[1]، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ قصویٰ پہ سوار اپنے پیچھے اپنے غلام اسامہ بن زید کو بٹھائے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے اے اللہ، زندگی تو آخرت کی زندگی ہے[2]

میں اس عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھاتی تھی

جب رسول کریم

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۸۳۱ ج ۲، سیرت حلبیہ صفحہ ۲۹ ج ۲، ابن برہان الدین کہتے ہیں اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والا والے شخص کے لیے غسل مستحب ہے خواہ وہ غیر محرم کیوں نہ ہو [2] سیرت حلبیہ صفحہ ۲۹ ج ۲

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ سواروں کے جلو میں مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کو ایک آدمی ملا جس نے آپ سے بات کرنی چاہی، لیکن جنگی دستوں کی ہیبت سے اُسے شدید خوف لاحق ہو گیا یہاں تک کہ وہ خوف سے لرزہ براندام ہو گیا جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کی یہ حالت دیکھی تو اس کے خوف کو دُور کرنے کے لیے عاجزی سے فرمایا، پُرسکون رہو میں ایک ایسی قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں بطحاء سے داخل ہونا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں وادیٔ

خالد بطحاء سے داخل ہوئے آپ کے آگے آگے فوج کے دستے رواں دواں تھے اور آپ کے ایک پہلو میں حضرت ابوبکر صدیق تھے، واقدی بیان کرتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم گذرے تو حضرت ابوبکرؓ آپ کے پہلو میں چلتے چلتے آپ سے باتیں کر رہے تھے، جب آپ ابی احیحہ (یعنی سعید بن العاص بن اُمیہ بن عبد شمس) کے گھر کے سامنے اس کی بیٹیوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اپنے بال کھول دیے اور گھوڑوں کو اپنی اوڑھنیوں سے مارنے لگیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے حضرت حسانؓ بن ثابتؓ کے یہ اشعار پڑھے۔

اگر تم گھوڑوں کو غبار اُڑاتے کداء کی طرف جاتے ہوئے نہ دیکھو تو
میں اپنی بچی کو کھو دوں وہ زمین والے گھوڑوں کی لگاموں کو کھینچتی

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۹۳ ج ۴

ہیں اور انہیں اپنی اوڑھنیوں سے طمانچے مارتی ہیں [۱]

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان گھوڑوں کو اسی جگہ سے داخل کرو جہاں سے حسان نے کہا ہے [۲] یعنی کداء سے، جو مکہ کی بالائی جگہ میں واقع ہے چنانچہ اسی جگہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔

فاتح فوج کے دستوں کے ملنے کی جگہ۔ حجون

معلوم ہوتا ہے کہ حجون کا علاقہ ان دستوں کو ملنے کی جگہ تھی جنہوں نے مکہ پر قبضہ کیا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دستے کے سالار حضرت زبیر بن العوام کو جن کے دستے نے شمالی جانب سے مکہ پر قبضہ کیا تھا حکم دیا تھا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ حجون میں پڑاؤ کریں جس سے پتہ چلتا ہے کہ سالارِ اعلیٰ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حجون میں خیمہ نصب کیا گیا جس میں آپ نے مسجد کی طرف جانے سے قبل آرام کیا جو عسکری مارچ کا انتہائی مقام ہے، اس کے بعد مسجد کی طرف جو بڑا مارچ ہوا وہ حجون سے ہوا تھا واقدی بیان کرتا ہے کہ حضرت زبیر بن العوام اپنی فوج کے ساتھ حجون تک آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے پاس جھنڈا گاڑ دیا، ابو رافع سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حجون میں چمڑے کا خیمہ نصب کیا تھا، آپ تشریف لائے تو خیمہ میں گئے آپ کے ساتھ حضرت

---

[۱] یہ دو شعر حضرت حسان بن ثابت کے ایک شاندار قصیدے کے ہیں جو آپ نے مکہ میں فوج کے داخلہ کی تیاری کے وقت کہے ابن اسحٰق نے سیرت کی چوتھی جلد کے ص ۶۵ پر اس پورے قصیدے کا تذکرہ کیا ہے۔

[۲] البدایہ والنہایہ ص ۲۹۴ ج ۴

ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ بھی تھیں[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے قریب ہوئے تو آپ نے کیا کہا؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اذاخر کی بلندی سے مکہ کے مکانات کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی کہ اس نے کسی قابل ذکر نقصان کے بغیر آپ کو فتح عظیم عطا فرمائی ہے، حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے میں آپ کے ساتھ فتح کے روز اذاخر سے داخل ہوا، جب آپ نے اذاخر سے مکہ کے مکانات کو دیکھا تو وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور اپنے خیمے کی جگہ کی طرف دیکھ کر فرمایا، جابر یہ ہماری منزل ہے جہاں قریش نے ہمیں اپنے کفر کی قسمیں دی تھیں، حضرت جابر کہتے ہیں کہ مجھے وہ حدیث یاد آگئی جو میں نے اس سے پہلے مدینہ میں آپ سے سُنی تھی، "جب اللہ تعالیٰ کل (مستقبل میں) ہمیں مکہ پر فتح عطا فرمائے گا تو انشاءاللہ ہماری منزل الخیف[2] میں ہوگی جہاں قریش نے مجھے اپنے کفر پر قسمیں دی تھیں" جابر فرماتے ہیں ہم شعب ابی طالب کے سامنے کشادہ نالے میں تھے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو ہاشم کو تین سال تک محصور رکھا گیا تھا۔

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۲۸، ۸۲۹ ج ۲

[2] معجم البلدان میں ہے کہ الخیف، مکہ کا ایک کشادہ نالہ ہے، بعض کہتے ہیں کہ نالے کے آغاز میں ہے درحقیقت وہ اس نالے میں ہے کیونکہ اصل کے لحاظ سے یہ وہ جگہ ہے جو پہاڑ سے نیچے ہو اور پانی کی گزرگاہ سے اوپر ہو۔

حضرت اُمِ ہانی کا دو مشرکوں کو پناہ دینا

عبداللہ بن ابی ربیعہ اور حارث بن ہشام،

مشرکین کے بڑے سرداروں میں سے تھے وہ مکہ کے مطیع ہو جانے کے بعد اپنے قتل سے ڈرتے تھے ان دونوں نے حضرت اُمِ ہانی بنت ابی طالب کے پاس جاکر ان سے پناہ مانگی اور انہوں نے ان دونوں کو پناہ دے دی، حضرت علی ان دونوں کو قتل کرنے کے لیے تلاش کر رہے تھے، جب انہوں نے ان کو اپنی بہن کے گھر پایا تو ان کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر آپ کی بہن نے انہیں روک دیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق خاص امان حاصل کر لی۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت اُمِ ہانی بنت ابی طالب، ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کی بیوی تھیں، فتح کے روز، ان کے پاس ان کے خاوند کے رشتہ داروں میں سے دو آدمی آئے عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی اور حارث بن ہشام، انہوں نے آکر آپ سے پناہ مانگی اور کہا ہم آپ کی پناہ میں ہیں حضرت اُمِ ہانی نے جواب دیا بہت اچھا تم میری پناہ میں ہو، حضرت اُمِ ہانی فرماتی ہیں کہ جب وہ دونوں میرے پاس تھے کہ حضرت علی رضؓ سوار ہو کر لوہے میں ڈوبے ہوئے میرے پاس آئے میں انہیں پہچان نہ سکی اور کہنے لگی میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بیٹی ہوں، اُنہوں نے اپنا چہرہ ننگا کیا تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ حضرت علی رضؓ ہیں، میں نے کہا میرا بھائی ہے میں نے انہیں گلے لگا لیا اور سلام کہا، آپ ان دونوں کو دیکھتے ہی تلوار سونت کر ان پہ ٹوٹ پڑے میں نے کہا میرا بھائی لوگوں کے درمیان میرے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے، حضرت اُمِ ہانی کہتی ہیں میں نے ان دونوں پر کپڑا ڈال دیا تو حضرت علی رضؓ نے کہا تو مشرکین کو پناہ دیتی ہے اور ان کے درمیان حائل ہو کر انہیں بچاتی ہے، میں نے جواب دیا خدا کی قسم انہیں مارنے سے پہلے تم کو مجھے مارنا ہوگا، حضرت

اُم ہانی کہتی ہیں حضرت علیؓ باہر نکل گئے اور میں نے فوراً دروازہ بند کرلیا اور انہیں کہا کسی قسم کا خوف نہ کرو۔

وہ کہتی ہیں کہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی طرف بطحاء میں گئی مگر آپؐ مجھے وہاں نہ ملے، میں نے وہاں حضرت فاطمہؓ کو دیکھا اور کہا، مجھے اپنے بھائی علیؓ سے کیا دُکھ پہنچا ہے؟ میں نے اپنے خاوند کے دو مشرک رشتہ داروں کو پناہ دی ہے تو یہ انھیں قتل کرنے کے لیے ان پر ٹوٹ پڑا ہے تو حضرت فاطمہؓ اپنے خاوند سے بھی زیادہ مجھ سے سختی سے پیش آئیں اور کہنے لگیں تو مشرکوں کو پناہ دیتی ہے؟ حضرت اُم ہانی کہتی ہیں کہ اتنے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپؐ پر غبار کے آثار تھے، آپؐ نے فرمایا فاختہ اُم ہانی کو خوش آمدید، آپؐ پر ایک ہی کپڑا تھا، میں نے عرض کیا مجھے اپنے بھائی سے کیا دُکھ پہنچا ہے؟ میں تو اس سے بیزار ہو چلی تھی، میں نے اپنے خاوند کے دو رشتہ دار مشرکوں کو پناہ دی ہے اور علیؓ ان کے قتل کے درپے ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا جسے تو امن دے گی اُسے ہم امن دیں گے اور جسے تو پناہ دے گی اُسے ہم پناہ دیں گے پھر آپ نے حضرت فاطمہؓ کو حکم دیا کہ غسل کے لیے پانی رکھے، آپؐ نے غسل کرنے کے بعد ایک ہی کپڑے میں لپٹے ہوئے فتح مکہ کے روز آٹھ رکعت ضحیٰ کی نماز پڑھی، حضرت اُم ہانی کہتی ہیں کہ میں نے واپس آکر ان دونوں کو بتایا کہ اگر تم یہاں قیام کرنا چاہتے ہو تو یہاں قیام کرو اور اگر اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ، تو وہ دو روز میرے مکان میں قیام پذیر رہے پھر اپنے گھروں کو واپس چلے گئے، حضرت اُم ہانی کہتی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ حارث بن ہشام اور ابن ابی ربیعہ کندھوں پہ زرد رنگ کی چادریں ڈالے بیٹھے

ہوئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا ہم نے انہیں پناہ دے دی ہے[1] تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔
ابن برہان الدین کو ان دونوں کے قتل کی کوشش کے متعلق اشکال پیدا ہوا ہے
اس لیے کہ امان تو سب اہل مکہ کو دی گئی تھی اور یہ دونوں ان لوگوں میں شامل نہ تھے
جن کا خون مباح ہوا تھا لیکن اس کا جواب سیرۃ حلبیہ میں یہ ہے کہ یہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ
مقابلہ کرتے رہتے تھے انہوں نے جیش نبویؐ سے جنگ کی اور حضرت علی رضؓ نے
انہیں اُم ہانی کے گھر تک بھگا دیا۔ واللہ اعلم۔

کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے؟

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ حجون میں پہنچے تو اس کے بعد کسی آدمی نے آپ سے کہا کیا آپ اپنے شعب والے گھر میں فروکش نہیں ہوں گے، اس وقت عقیل بن ابی طالب[2]، رسول کریم صلی اللہ

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۳۰ ج ۲

[2] عقیلؓ بن ابی طالب بن عبد المطلب الہاشمی، آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد تھے اور حضرت علی رضؓ اور حضرت جعفرؓ کے بڑے بھائی تھے ابو یزید کنیت رکھتے تھے، عقیلؓ اپنے بھائیوں کی طرح سابق الاسلام نہ تھے بلکہ فتح کے روز اسلام لائے، بدر میں مشرکین کے ساتھ شامل ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوئے، عقیل قریش کے انساب، کارناموں اور عیوب کے عالم تھے، بڑے تیز ذہن اور فوراً لاجواب کر دیتے تھے، آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد، فتنہ کے دوران اپنے بھائی علی رضی اللہ عنہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور معاویہؓ کے ساتھ جا ملے اور معرکہ صفین میں ان کے ساتھ شامل ہوئے، دل لگی کے ساتھ آپ کی سرعت جواب کا حال یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ نے آپ سے صفین کے روز کہا، عقیل آپ ہمارے ساتھ ہیں تو آپ نے فوراً جواب دیا میں بدر میں بھی تمہارے ساتھ تھا آپ کی وفات یزید کی خلافت کے اوائل میں حرہ کے منحوس واقعہ سے قبل ہوئی۔

علیہ وسلم کا مکان اور اپنے بھائی بہنوں کے مکانات مکہ میں فروخت کر چکے تھے ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا اپنے گھروں کے علاوہ کسی اور گھر میں آپ فروکش ہو جائیں تو آپؐ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا میں گھروں میں داخل نہیں ہوں گا اور آپ حجون میں ہمیشہ مضطرب رہے اور کسی گھر میں داخل نہ ہوئے اور مکہ میں اقامت کے دوران آپ حجون سے مسجد میں آئے تھے۔

مسجد حرام کی طرف آخری پیش قدمی

جب چاروں دستوں نے مقدس شہر پر اپنا قبضہ مکمل کر لیا اور ان کے سالار اپنی عام فوج کے ساتھ حجون میں ملے ، جہاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا ہوا تھا اور ہائی کمان کا ہیڈ کوارٹر تھا آپؐ مکہ کے قیام کے دوران یہیں مقیم رہے یہاں تک کہ آپ حنین کی طرف تشریف لے گئے [1] اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جنگی بورڈ کے ارکان کے ہمراہ اور چاروں دستوں کے سالاروں کے جلو میں جنہوں نے مکہ پر قبضہ کیا تھا حجون سے مارچ کیا یہ فوج بڑی ہیبت ناک اور نشان دار تھی جو کشادہ نالے سے مسجد الحرام کی طرف رواں ہوئی اور اس بے مثال فوج کی ہیبت میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا تھا جب فوج تکبیر کی آواز بلند کرتی جس سے کہ تمام مکہ لرز جاتا اور لوگ خصوصاً وہ مشرکین جو اپنے سیاہ دور کی آخری گھڑیوں کا مشاہدہ کر رہے تھے ، خیال کرتے کہ پہاڑ بھی مسلمانوں کے ساتھ اس تکبیر میں شامل ہو جاتے ہیں جس کی آواز کے بعد توحید کی آواز کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت قیامت تک مکہ میں نہ کوئی آواز بلند ہوئی ہے اور نہ کوئی آواز بلند ہو گی۔

مشرکین پہاڑوں کی چوٹیوں پر

بعض مشرکین نے (مکہ میں کرفیو آرڈر

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۸۲۹ ج ۲

کے نفاذ اور شہر کے جنوبی حصے میں خندمہ میں بے اعتدال قریشیوں کی مزاحمت کو حضرت خالد کے کچل دینے کے بعد گلیوں کو خالی کر دیا اور ہتھیار ڈال دینے کے بعد پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اس شان دار منظر کو دیکھنے لگے جس میں دس ہزار جانباز مارچ کر رہے تھے گویا وہ نیزوں کا ایک مزرعہ جنگل ہے جو بڑے سکون، وقار اور نظم و ضبط سے حرکت کرتا ہے اور عربوں نے از آدم تا ابن آدم اس جیسا منظر نہیں دیکھا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی فوج کا مسجد میں داخل ہونا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہادر فوج کے گھیرے میں حجون سے وادی غیر ذی زرع کے طے کرنے تک کعبہ کی طرف مسلسل پیشقدمی جاری رکھی تاکہ بت پرستی کے مظاہر میں سے آخری منظر کو، جو ہزاروں سال سے کعبہ کو گندہ کر رہا ہے ختم کر دیا جائے، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو دیکھا تو آپؐ نے تکبیر کہی اور آپ کے ساتھ ہی مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی اس سے مسلمانوں کا جوش بڑھ گیا تو انھوں نے مسلسل تکبیر کہنی شروع کر دی یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سکوت اختیار کرنے کا اشارہ کیا، جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے اس تاریخی لحظہ میں انسانیت کا چہرہ دمک اٹھا، اس دن خوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گیا کہ وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین محلقین رؤوسکم ومقصرین لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحا قریبا ۝ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ

شہیدا ٥ محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللّٰہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللّٰہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرا عظیما ٥ رسورہ فتح آیت ۲۷ تا ۲۹)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع کے ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا کوئی بال کترا تا ہوگا تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا۔ سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس سے پہلے لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین دے کر دنیا میں بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے، اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں، اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ انسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں کو جلا دے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے

جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ناقہ قصویٰ پر بیت اللہ کا طواف کرنا

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج مسجد میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا آپ شدید بھیڑ اور ناقہ پر سوار ہونے کی وجہ سے طواف کے دوران رُکن کو جس میں حجرِ اسود ہے کھونٹی سے بوسہ دیتے تھے، موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھیں پھر زمزم کی طرف واپس آکر اُسے دیکھا اور پانی منگوا کر پیا اور وضو کیا، لوگ آپؐ کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے، مشرکین اس کیفیت سے متعجب ہو کر کہتے ہم نے تو کبھی نہ ایسا بادشاہ دیکھا ہے نہ سُنا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ ابراہیم کو اپنی آج کی جگہ تک نیچے کر دیا پہلے یہ بیت اللہ سے ملا ہوا تھا[1]، واقدی کہتا ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہوئے تو اپنی سواری سے نیچے اُترے اور معمر بن عبد اللہ بن نضلہ[2] آپ کی سواری کو باہر

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۰۲ ج ۴

[2] معمر بن عبد اللہ بن نضلہ بن نافع بن عوف عدوی، قرشی رضی اللہ عنہ، سابقون الاولون صحابہ میں سے ہیں آپ نے دو ہجرتیں (حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف) کیں، آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی واپسی سے قبل مکہ واپس آگئے تھے، پھر آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔

لے گئے، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زرہ اور خود پہنے مقام ابراہیم پر گئے (ان دنوں وہ کعبہ کے ساتھ ملا ہوا تھا) آپ کا عمامہ دونوں کندھوں کے درمیان پڑا تھا آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر زمزم کی طرف واپس آکر اُسے دیکھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اور فرمایا اگر بنو عبد المطلب پر غلبہ کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میری پیروی میں انہیں زمزم نہیں نکالنے دیں گے تو میں ڈول نکالتا، حضرت عباس بن عبد المطلب نے ڈول نکالا تو آپ نے اس سے پانی پیا، یہ کہا جاتا ہے کہ ڈول نکالنے والا ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب تھا۔ اور بیت اللہ کے طواف کے وقت آپ کی سواری کی باگ پکڑنے والا محافظین کا لیڈر محمد بن مسلمہ انصاری تھا۔[1]

مسلمانوں نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کیا آپ ہر بار کھونٹی کے ساتھ رکن کو بوسہ دیتے یہاں تک کہ سات دوڑیں پوری ہوگئیں، واقدی کہتا ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں پہنچے آپ نے مسلمانوں کی معیت میں اُسے دیکھا تو آپ نے اپنی سواری پر آگے بڑھ کر رکن کو اپنی کھونٹی سے بوسہ دیا اور آپ نے تکبیر کہی، مسلمانوں نے بھی آپ کے تکبیر کہنے کی وجہ سے تکبیر کہی اور بار بار کہی یہاں تک کہ مکہ تکبیر سے ہل گیا اور آپ کو انہیں خاموشی اختیار کرنے کے لیے اشارہ کرنا پڑا، مشرکین پہاڑوں کی چوٹیوں سے یہ ساری کاروائی دیکھ رہے تھے۔[2]

فتح کے روز ایک آدمی کا رسول کریم ﷺ پر طواف کے دوران اچانک حملہ کرنے کی کوشش کرنا اور اسلام لانا

بنو بکر بن کنانہ کے ایک آدمی نے

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۳۳ ج ۲

[2] مغازی الواقدی ص ۸۳۱ ج ۲

جس کا نام فضالہ بن عمیر الملوح تھا اس تاریخی دن طوافِ بیت اللہ کے دوران آپ پر اچانک حملہ کر کے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے آگاہ کر دیا اور یہ کوشش ناکام ہوگئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو ہدایت دی۔

ابن کثیرؒ نے ابن ہشام سے نقل کیا ہے کہ فضالہ بن عمیر نے فتح مکہ کے سال طواف کے دوران حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جب وہ اس ارادہ کی تکمیل کے لیے آپ کے قریب ہوا۔ تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فضالہ کے پاس آکر اُسے سوالیہ انداز میں پوچھا:

کیا تو فضالہ ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں یارسول اللہ میں فضالہ ہوں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنے دل میں کیا باتیں کر رہا تھا فضالہ نے جواب دیا کوئی بات نہیں کر رہا تھا، میں تو ذکر الٰہی کر رہا تھا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا، اللہ تعالیٰ سے استغفار کر، پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک فضالہ کے سینے پر رکھا تو اس کے دل کو سکون ہوا، فضالہ کہتا ہے خدا کی قسم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی میرے سینے سے ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا کہ مجھے اللہ کی مخلوق میں ان سے زیادہ محبوب کوئی نہ تھا، فضالہ کہتا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کی طرف واپس آیا تو میں ایک عورت کے پاس سے گزرا جس سے میں باتیں کیا کرتا تھا، اس نے کہا... آؤ باتیں کریں تو میں نے جواب دیا نہیں اور یہ اشعار کہتا ہوا چلا گیا ؎

"اُس نے مجھے کہا آؤ باتیں کریں تو میں نے کہا ایسی باتوں سے اللہ تعالیٰ اور اسلام منع کرتا ہے، کیا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے قبیلہ کو فتح مکہ کے روز

لہ البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۰۸

نہیں دیکھا جس روز بتوں کو توڑا گیا تو دیکھے گی کہ اللہ کا دین واضح ہو جائے گا اور شرک کے چہرے کو تاریکیاں ڈھانپ لیں گی[1]

سیاسی اور عسکری وجود کے خاتمہ کے بعد بتوں کو توڑنا اور بت پرستی کو ختم کرنا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے مکہ پر کامل طور پر غالب آجانے اور قریش کے سیاسی وجود کے خاتمہ کے بعد آپ نے بت پرستی کے وجود کا خاتمہ کر دیا اور مقدس شہر سے شرک کے تمام نشانات کو مٹا دیا بایں طور کہ آپ نے ان تمام بتوں کو جو کعبہ سے باہر موجود تھے توڑ دیا اور اس کے اندر جو تصویریں بنی ہوئی تھیں انہیں مٹا دیا، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز تین سو ساٹھ بتوں کو توڑا جو بیت اللہ کے اردگرد نصب تھے اور سیسے کے ساتھ مضبوط کیے ہوئے تھے ان سب سے آگے ان کا سب سے بڑا بت ہُبل تھا[2]۔ اسی طرح آپ نے ان تمام تصویروں کے بھی مٹانے کا حکم دیا جنہیں مشرکوں نے کعبہ کے اندر بنایا ہوا تھا ان تصاویر میں ایک تصویر ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کنواری مریم بنت عمران کی بھی تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں تمام تصویروں کے مٹانے کے بعد داخل ہوئے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۰۸ ج ۴

[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے کعبہ میں تین سو ساٹھ بت پڑے تھے، عرب کے ہر قبیلے کا ایک بت تھا جسے سیسے سے مضبوط کیا گیا تھا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں عصا لیے ہوئے تشریف لائے اور اسے ہر بت پہ مارنے لگے جس سے وہ بغیر ہاتھ سے چھوئے منہ کے بل گر جاتا آپؐ فرماتے: جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا، یہاں تک آپ سب بتوں کے پاس سے گزرے اور انہیں اسی انجام سے دوچار فرمایا۔

تصویریں حضرت عمرؓ نے مٹائی تھیں۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا کہا ہم سے ابن عیینیہ نے نجیع سے اس نے مجاہد سے اس نے ابی معمر سے اس نے عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے روز مکہ میں داخل ہوئے بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے آپ انہیں سوٹی سے مارتے اور فرماتے جاء الحق وزھق الباطل (ترجمہ : حق آیا اور باطل گیا) جاء الحق وما یبدی الباطل وما یعید (ترجمہ : حق آگیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا)

واقدی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں داخل ہونے اور فتح کے روز بت پرستی کے نشانات مٹانے کے واقعات بیان کرتا ہوا کہتا ہے :۔

" پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر طواف کیا اور اس کی مہار محمد بن مسلمہ پکڑے ہوئے تھے اور کعبہ کے ارد گرد سیسے سے جڑے ہوئے تین سو ساٹھ بت پڑے ہوئے تھے جن میں سب سے بڑا ہبل تھا جو کعبہ کے دروازے کے سامنے تھا اور اساف اور نائلہ وہاں تھے جہاں وہ قربانیاں ذبح کرتے تھے ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اپنی سوٹی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ، (ترجمہ : حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا ، واقعی باطل چیز تو یونہی آتی جاتی رہتی ہے) تو بت منہ کے بل گر پڑتا [1]

اور حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے روز مکہ میں

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۳۲ ج ۲

داخل ہوئے، تو کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت پڑے تھے، عرب کے ہر قبیلے کا ایک بُت تھا، جن کے پاؤں کو ابلیس نے سیسے سے جکڑا ہوا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے پاس ایک لاٹھی تھی آپ اس سے ہر بُت کو مارنے لگے اور وہ منہ کے بل گر پڑتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرِ اسود کے پاس آئے اور اُسے بوسہ دیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا اور آپ کے ہاتھ میں کمان تھی آپ طواف کے دوران ایک بُت کے پاس آئے جو بیت اللہ کے دروازے کی جانب تھا یہ ہبل تھا جو سب سے بڑا بُت تھا آپ اس کی آنکھوں میں مارنے لگے اور فرمانے لگے "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہُبل کو توڑا گیا اس وقت ابوسفیان بن حرب موجود تھا اُسے حضرت زبیرؓ بن العوام نے کہا ہُبل توڑ دیا گیا ہے اُحد کے روز تمہیں بڑا غرور تھا اور تیرا خیال تھا کہ اس نے انعام کیا ہے ابوسفیان نے جواب دیا، ابن العوام ان باتوں کو چھوڑ بیٹھے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتا تو جو کچھ ہوا ہے وہ نہ ہوتا۔

کعبہ سے تصویروں کا مٹانا

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں آئے تو آپ نے بیت اللہ میں، بتوں کی موجودگی میں داخل ہونے سے انکار کر دیا آپ کے حکم سے انہیں نکال باہر کیا گیا، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بھی نکالی گئیں ان دونوں کے ہاتھوں میں تیر تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ مشرکوں کا ستیاناس کرے یہ جانتے تھے کہ انہوں نے کبھی ان سے قسمت کا حال معلوم نہیں کیا تھا۔ اور مسند امام احمد بن حنبلؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے روز، جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصویروں کو دیکھا اور فرمایا ان لوگوں نے سُنا ہوا تھا کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، یہ ابراہیم کی تصویر ہے اس کا کیا حال ہے کہ یہ تیروں سے قسمت معلوم کرتا ہے، بخاری اور نسائی نے اسے ابن وہب کے طریق سے روایت کیا ہے [1]

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ میں نماز پڑھنا

بتوں کو توڑنے، تصاویر کو مٹانے اور بت پرستی کے تمام نشانات کو ختم کرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی یہ وہ پہلی نماز ہے جو آپ نے کعبہ میں پڑھی، صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے روز کعبہ میں نماز پڑھی کعبہ کا دروازہ آپ کی پشت کی جانب تھا، آپ نے دو ستون اپنی دائیں جانب رکھے اور ایک ستون بائیں جانب اور تین ستون اپنے پیچھے رکھے۔ ان دنوں بیت اللہ چھ ستونوں پر تھا، اس کے اور مغربی دیوار کے درمیان تقریباً تین ہاتھ کے برابر فاصلہ تھا، مسند امام احمد میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے روز کعبہ میں دروازہ بند کرنے کے بعد حضرت اسامہ اور حضرت بلال بن رباح کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی [2]

نبوت کی نشانیوں کا پورا ہونا

فتح کے روز نبوت کی جو نشانیاں پوری ہوئیں، ان میں ایک وہ بھی ہے جسے حضرت عثمان بن طلحہ عبدری نے بیان کیا ہے یہ ان تین سرداروں میں سے ایک تھے

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۰۳ ج ۴

[2] زاد المعاد صفحہ ۳۹۵ ج ۲

جو فتح سے قبل اسلام لائے تھے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام مکّہ کے جگر گوشے رکھا تھا یعنی حضرت خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن العاص، اور عثمانؓ بن طلحہ،

اس کی تفصیل یہ ہے کہ قریش جب کعبہ کو کھولتے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے، حضرت عثمانؓ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جاہلیت کے زمانے میں سوموار اور جمعرات کے روز کعبہ کو کھولا کرتے تھے ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کے لیے آئے میں آپ سے سختی کے ساتھ پیش آیا اور دروازہ بند کر دیا اس سے آپؐ کو تکلیف ہوئی تو آپؐ نے فرمایا اے عثمانؓ تو عنقریب دیکھے گا کہ یہ کنجی ایک دن میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جہاں چاہوں گا اسے رکھوں گا، میں نے پوچھا کیا ان دنوں قریش ہلاک اور ذلیل ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ان دنوں آباد و باعزّت ہوں گے، اس کے بعد آپ کعبہ میں داخل ہو گئے آپ کی بات میرے دل میں گھر کر گئی اور میں خیال کرنے لگا کہ ایک دن یہ معاملہ اسی طرح ہوگا جیسے آپ نے فرمایا ہے جب فتح کا دن آیا تو آپ نے فرمایا اے عثمانؓ مجھے چابی لا دو، میں نے چابی آپ کو لا کر دے دی تو آپ نے اسے مجھ سے لے لیا، پھر مجھے واپس کر دیا اور فرمایا، اسے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھو، تم سے اس چابی کو ظالم شخص کے سوا کوئی نہیں چھینے گا اے عثمانؓ اللہ تعالےٰ نے تم کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے جو چیز اس گھر سے تمہیں معروف طریق سے ملے اُسے کھاؤ، عثمان کہتے ہیں کہ جب میں پیچھے مُڑا تو آپؐ نے مجھے بُلایا، میں واپس آیا تو آپؐ نے فرمایا کیا وہ بات اسی طرح نہیں ہوئی جو میں نے تجھے کہی تھی؟ عثمان کہتے ہیں میں نے ہجرت سے قبل مکہ میں کہی ہوئی آپ کی بات کو یاد کیا کہ "تو عنقریب دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں اسے جہاں چاہوں گا رکھوں گا" تو میں نے جواب دیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں[1]

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۹۵ ج ۲

کعبہ کی چابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد کرنے میں تردّد

عثمان بن طلحہ عبدری کہتے ہیں

کہ حجابت (کعبہ کی کلید برداری) ہمیشہ بنو عبدالدار میں رہی وہ مسلمان ہو کر مدینہ ہجرت کر گئے اور کعبہ کی چابی ان کی والدہ بنت شیبہ کے پاس چلی گئی جو فتح کے دن تک شرک پہ قائم تھیں، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتحانہ طور پہ داخل ہوئے اور طواف مکمل کر لیا اور قریش کی سیاسی حیثیت کو ختم کر دیا اور اپنی فوج کے ساتھ مکہ پہ غالب آ کر شرک اور بت پرستی کے بڑے مظاہر بتوں کو توڑ دیا ان کی حیثیت کو ختم کر دیا تو آپ نے بنو عبدالدار میں سے بنو شیبہ کے پاس کعبہ کی چابی منگوائی اور اپنے غلام بلال کو عثمان بن طلحہ کے پاس چابی لانے کے لیے بھیجا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عثمان بن طلحہ کو جا کر کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ آپ کعبہ کی چابی لے کر آئیں، عثمان نے جواب دیا بہت اچھا، اس کے بعد وہ اپنی والدہ بنتِ شیبہ کے پاس گئے چابی انہی کے پاس تھی اور اپنی والدہ سے کہا، اماں مجھے چابی دے دو، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف آدمی بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں چابی لے کر ان کے پاس حاضر ہوں تو اس کی والدہ نے چابی دینے کی سخت ممانعت کی اور اپنے بیٹے سے کہا، میں تجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں کہ تو اپنی قوم کی قابلِ تعریف بات کو ختم کرنے والا بنے، عثمان نے اپنی والدہ سے کہا، خدا کی قسم تجھے یہ چابی انہیں ضرور دینی پڑے گی ورنہ اور آدمی آ کر تجھ سے یہ چابی لے لے گا اس نے چابی پاس رکھنے پہ اصرار کیا اور اس کے دینے سے انکار کر دیا، پھر اس نے اُسے اپنے نیفے میں ڈال دیا اور کہنے لگی کونسا آدمی اس جگہ اپنا ہاتھ داخل کرے گا، ابھی عثمان بن طلحہ عبدری اپنی ماں کو رضامند کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ چابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دے اور وہ برابر انکار کر رہی تھی کہ اس نے گھر میں اچانک حضرت

ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی آواز کو سنا، جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ عثمانؓ دیر کر رہے ہیں تو انہوں نے بلند آواز سے کہا، عثمان میرے پاس آؤ، عثمان کی والدہ خوف زدہ ہو گئیں ——— کیونکہ حضرت عمرؓ قریش پر بڑے سخت گیر تھے ——— تو ان کی والدہ نے یہ کہتے ہوئے چابی بیٹے کے سپرد کر دی کہ اے بیٹے چابی لے لے، تیرا چابی کو لے لینا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ بنو تیم یا بنو عدی اُسے لے لیں عثمان چابی لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ کو دے دی[1]، آپ نے کعبہ کو کھولا پھر اس میں داخل ہوئے، تفصیل اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکی ہے۔

حضرت عباس کا مطالبہ کہ حجابت بنو ہاشم کو دے دی جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عباس بن عبد المطلب اور دیگر بنی ہاشم نے کعبہ کی چابی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کوشش کی تاکہ انہیں سقایت اور حجابت کا شرف مکمل طور پر حاصل ہو جائے، حضرت عباسؓ بن عبد المطلب نے جو مکہ میں بنی ہاشم کے خاندان کے سردار تھے اپنا ہاتھ پھیلا کر کہا یا رسول اللہ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں حجابت اور سقایت ہمارے ہاں اکٹھی کر دیجیے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت عباسؓ سے فرمایا میں تمہیں وہ چیز دوں گا جس کے تم ضرورت مند ہو اور وہ چیز تمہیں نہیں دوں گا جس کی تمہیں کچھ ضرورت نہیں[2]

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۳۳ ج ۲ [2] زاد المعاد ص ۲۹۵ ج ۲، مغازی الواقدی ص ۸۳۳ ج ۲

مکہ سے کرفیو آرڈر کی پابندی کا خاتمہ

جب مکہ پر جیش نبویؐ کا مکمل قبضہ ہو گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو توڑ کر (جو بُت پرستی کا آخری مظہر تھے) اور ان کے متعلقہ جاہلیت کے شعائر کو مثلاً کعبہ کی دیواروں پر بنی ہوئی تصاویر کو مٹا کر کرفیو آرڈر کی پابندی کو اُٹھا دیا اور اہل مکہ کو شہر کے اندر اور باہر آنے جانے کی آزادی حاصل ہو گئی تو اس تاریخی دن کو اہل مکہ ہر جانب سے مسجد کو دیکھنے کے لیے آئے تاکہ وہ سنیں کہ اُن شکست خوردہ قریشیوں کے ساتھ، فاتح رسول کیا معاملہ کرتا ہے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کو ختم کرنے کے لیے ہر طرح کی کوشش کی تھی، قریش کے چہروں پر حیرت چھائی ہوئی تھی اور وہ اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں کر رہے تھے نیز وہ ان دس ہزار ہتھیار بند جانبازوں کو دیکھ رہے تھے جو بڑے جلال و ہیبت اور چابکدستی کے ساتھ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے ہوئے تھے یہ وہی شخص تھا جس کے خون کو قریش نے مباح قرار دیا تھا اور اس کو زندہ یا مردہ حالت میں پکڑ کر لانے پر بہت بڑا انعام مقرر کیا تھا، وہ مکہ سے آٹھ سال قبل خوف زدہ حالت میں نکلا تھا اور موت ہر جگہ اس کی تلاش میں تھی اور اس کے ساتھ سوائے ایک آدمی ابوبکر صدیق کے اور کوئی نہ تھا۔

مکہ میں ہمیشہ کے لیے شعار توحید

اسی اثناء میں کہ مسجد مختلف طبقات کے شکست خوردہ قریشیوں سے بھری ہوئی تھی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام بلال بن رباح کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں تاکہ وہ مکہ پر توحید کے غلبہ اور شرک و بُت پرستی کے خاتمہ کا اعلان کر دیں، جب قریش نے حضرت بلال رضؓ کو کعبہ کی چھت پر اذان دیتے دیکھا تو انہیں بہت غصہ آیا اور بہت سے لوگوں نے کعبہ کی چھت پر

شعارِ توحید کے اعلان پر واضح طور پر اپنے غیظ و غضب کا اظہار کیا، عتاب بن اُسید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسید کو (یعنی اس کے باپ کو) اس اذان کے سُننے سے اور اس کو سُن کر غصے میں آنے سے بلند کیا ہے (یعنی وہ یہ وقت آنے سے قبل مر گیا) اور سعید بن العاص کے ایک بیٹے نے کہا، اللہ تعالیٰ نے سعید کو بہت عزت دی ہے کہ کعبہ کی چھت پر اس سیاہ فام کی اذان سُننے سے قبل ہی اُسے موت دے دی ہے اور قریش نے حارث بن ہشام سے کہا ... کیا تو اس غلام کو نہیں دیکھتا کہ یہ کہاں چڑھ گیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا اگر اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند کرتا تو اسے بدل دیتا اور ابو سفیان نے اشرافِ قریش کی یہ باتیں سُننے کے بعد کہا ــــــ میں کوئی بات نہیں کرتا اگر میں نے بات کی تو یہ سنگریزے میرے بارے میں انہیں خبر دیں گے۔ حارث بن ہشام نے کہا ... خدا کی قسم اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ حق پر ہے تو میں اس کی پیروی کرتا مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آکر انہیں بتایا کہ جو باتیں تم لوگوں نے کی ہیں میں انہیں جانتا ہوں پھر جو بات انہوں نے کی تھی انہیں بتا دی تو حارث بن ہشام اور عتاب بن اسید نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں خدا کی قسم ہماری باتوں کے متعلق ہمارے کسی ساتھی کو بھی علم نہیں ہو سکا کہ ہم کہہ سکیں کہ اس نے آپ کو یہ باتیں بتائی ہوں گی [1] یونس بن بکیر کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے سال بلال کو حکم دیا اور انہوں نے مشرکین کو غصہ دلانے کے لیے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔[2]

تب اللہ تعالیٰ تجھ کو ذلیل کرے گا مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب

---

[1] زاد المعاد ص ۹۶ ج ۲، البدایہ والنہایہ ص ۳۰۳ ج ۴، سیرت ابن ہشام ج ۲

[2] البدایہ والنہایہ ص ۳۰۴ ج ۴

مکہ پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا تو ابو سفیان کو شیطان نے وسوسہ ڈالا اور وہ نئے سرے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے متعلق سوچنے لگا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، ابو سفیان کے اس خیال سے آگاہ کر دیا تو اسی گھڑی وہ آپ پر مخلصانہ طور پر ایمان لے آیا، بیہقی اور اصحاب المغازی نے یہ بات ابو سفیان کی زبانی یوں بیان کی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ابو سفیان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چلتے دیکھا اور لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے تو اس نے اپنے دل میں کہا کاش تو دوبارہ اس شخص سے جنگ کرتا تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ابو سفیان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا تب اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرتا تو ابو سفیان نے کہا کہ میں نے جو بات منہ سے نکالی ہے اس پر میں توبہ و استغفار کرتا ہوں، اور ابن سعد نے واقدی سے بیان کیا ہے کہ ابو سفیان فتح مکہ کے بعد بیٹھا ہوا تھا تو اس نے اپنے دل میں کہا... کاش میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لیے کوئی فوج اکٹھی کرتا، ابھی اس نے یہ بات دل ہی میں سوچی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ مار کر فرمایا تب اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرتا، ابو سفیان کہتا ہے کہ میں نے سر اٹھایا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر پر کھڑے تھے آپ نے فرمایا ابو سفیان، تجھے یقین نہیں کہ میں قیامت تک نبی ہوں[1]

فتح کی رات مسلمانوں نے طواف و تکبیر میں گزاری

بیہقی نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ فتح کی رات مسلمان مکہ میں داخل ہوتے اور صبح تک تکبیر و تہلیل اور طواف کرتے رہے، ابو سفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا، کیا تو اس بات کو منجانب اللہ سمجھتی

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۳۰۲ ج ۴

ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں یہ منجانب اللہ ہے پھر صبح کو ابوسفیان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ہند سے کہا تھا کہ کیا یہ بات منجانب اللہ ہے تو اس نے جواب دیا تھا کہ ہاں یہ بات منجانب اللہ ہے تو ابوسفیان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، خدا کی قسم میری اس بات کو ہند کے سوا کسی نے نہیں سنا[1]

فتح مکہ پر ابلیس کا غم

مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۸۴۱ میں ہے کہ ابلیس اپنی تاریخی زندگی میں تین بار رویا ہے.....

(۱) جب اس پہ لعنت کی گئی اور اس کی شکل فرشتوں کی شکل سے مختلف ہوگئی (۲) دوسرے اس وقت جب اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں نماز پڑھتے دیکھا اور (۳) تیسرے اس وقت جب آپ نے مکہ فتح کیا، اس کی اولاد اکٹھی ہوگئی تو ابلیس نے کہا اس بات سے ناامید ہو جاؤ کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کو اس دن کے بعد شرک کی طرف پھیر سکو گے، لیکن ان میں نوحہ اور شعر کو رواج دو۔

فتح کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی خطبہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے بت پرستی کے تمام نشانات و مظاہر کو مٹا دیا اور بتوں کو توڑ کر ان کی نجاست سے کعبہ کو پاک کر دیا اور قریش کے جانبازوں نے جیش نبوی کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور آپ نے قریش کے سیاسی غلبہ اور ان کی عسکری قوت کا کانٹا نکال دیا اور کرفیو آرڈر کی پابندی کو اُٹھا دیا تو اس کے بعد قریشی ہر جانب سے مسجد میں آنے جانے لگے مسجد ان سے بھر گئی اور وہ مسجد کے آس پاس کے راستوں پر

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۰۴ ج ۴

جمع ہوگئے ان میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ سالار اعلیٰ اور فاتح نبیؐ سے اپنے انجام کے بارے میں فیصلہ کن بات سُنے یہ فتح کے دوسرے دن کا واقعہ ہے۔[1]

تمہارے خیال میں، میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں

جب مکہ میں حالات پُرسکون ہوگئے اور فاتح مسلمانوں نے اس میں رات گزار لی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور سوار دستے کے سالار حضرت خالدؓ بن ولید آپ پر ازدحام کرنے والے لوگوں کو ہٹانے لگے۔[2] رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوگئے اور چوکھٹ کے دونوں بازو آپ کے ہاتھ میں تھے اور آپؐ کے ایک ہاتھ میں چابی تھی جسے آپؐ نے اپنی آستین میں رکھا ہوا تھا، مشرکین مسجد میں جمع تھے قریب تھا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سُننے کے لیے ایک دُوسرے کو روند ڈالیں۔

اہل مکہ کو عام معافی

لوگ کھڑے ہوکر انتظار کر رہے تھے اور فاتح رسول کی طرف دیکھ رہے تھے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تاریخی خطاب شروع کیا جس میں سب سے پہلے تمام اہل مکہ کو عام معافی دی اور بعض واجب العمل قوانین کا اعلان کیا اور بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کی سقایت کے سوا جاہلیت کی رسموں کو باطل قرار دے دیا اور سودی کاروبار کو حرام قرار دیا اور سابقہ سودی کاروبار کے فوائد و منافع اور باقی رہنے والے سود کو ساقط قرار دے دیا اور قیامت تک مکہ کی حرمت کا اعلان کیا . . . اسی طرح نوعِ بشری کی وحدت

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۳۰۵ ج ۴، زاد المعاد ص ۳۹۷ ج ۲

[2] مغازی الواقدی ص ۸۳۵ ج ۲

کا اعلان کیا اور یہ کہ کسی کو دوسرے شخص پر تقوےٰ کے سوا کوئی فضیلت حاصل نہیں۔
آپؐ نے اپنے اس خطبہ میں فرمایا، سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی احزاب کو شکست دی پھر ان اہل مکہ کو، جن کے دل خوف اور گھبراہٹ سے سینوں سے باہر نکلے پڑتے تھے کہ آپ ان کا محاسبہ کریں گے اور انہوں نے آپ کی کمزوری کے ایام میں جو جرائم آپ کے اور آپ کے اصحاب سے روا رکھے ہیں ان کا بدلہ دیں گے، مخاطب کر کے فرمایا:۔
اے گروہ قریش! اور اے اہل مکہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ اور ایک روایت میں ہے کہ تم کیا کہتے ہو اور کیا خیال کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم نیک خیال کرتے ہیں اور نیک بات کہتے ہیں درگزر کرنے والے بھائی اور درگزر کرنے والے بھائی کے بیٹے، آپ غالب آگئے ہیں اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی سرشت کے سب سے بلند خلق کا مظاہرہ کیا جس کی رفعت سے بشریت آدم علیہ السلام کے زمانے سے واقف تھی۔ آپؐ نے قریش سے تمام سزائیں معاف کر دیں جو آپ انہیں دے سکتے تھے اور نہایت نرم انداز میں عام معافی دے دی جس سے ان کے مضطرب دلوں میں اطمینان پیدا ہو گیا آپ نے فرمایا "لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین اذھبوا فانتم الطلقاء"
طبری کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرما دیا آج تم سے باز پرس نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے، جاؤ تم سب آزاد ہو) جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی گردنوں پر بزور قوت غالب کیا تھا اور وہ آپؐ کے لیے مال غنیمت تھے اس لیے

اہل مکہ کو طلقاؔ[1] (آزاد) کہتے ہیں۔

نئے قانونی فرامین

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخی خطبہ میں لوگوں کے لیے عموماً اور اہل مکہ کے لیے خصوصاً اعلیٰ تعلیمات ارشاد فرمائیں جنہیں نئے قانونی فرامین کہا جا سکتا ہے جن میں اسلامی احکام کے تحت لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ اور تعامل کو بیان کیا گیا ہے۔

سود کی حرمت

تجارت اور اقتصاد کے میدان میں جاہلیت میں سود

---

[1] مؤرخین، فقہاء اور محدثین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مکہ بزور فتح ہوا تھا یا صلح سے؟ جمہور کے نزدیک بزور فتح ہوا تھا، شافعیؒ کے نزدیک صلح سے فتح ہوا تھا امر واقعہ یہ ہے کہ قریش کے نمائندے ابوسفیان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس بات پر اتفاق ہوا تھا کہ مکہ صلح سے فتح ہو گا جیسا کہ اس کی تفصیل اس کتاب میں بیان ہو چکی ہے، ہاں جن قریشیوں نے حضرت خالدؓ کے دستے سے مزاحمت کی اور اس میں فریقین کے تیس آدمی مارے گئے ہو سکتا ہے کہ اسے مذکورہ معاہدہ صلح کی خلاف ورزی خیال کیا جائے، اس لحاظ سے مکہ بزور فتح ہوا تھا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو معاف کر دیا اور نہ ان کے اموال کو بطور غنیمت تقسیم کیا اور نہ ان کی اولاد کو قیدی بنایا تو یہ بات ازراہ لطف وکرم بطور تالیف قلوب کے تھی اور یہی زیادہ درست بات ہے پس مکہ کو بزور فتح کیا گیا، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ پر بزور قبضہ کرنے اور اس میں زبردستی داخل ہونے کے احکام نافذ نہ کیے۔

بھی ایک اہم اصولِ تجارت تھا، چونکہ سُود منافع کے ان بڑے وسائل میں سے ہے جس سے غریبوں اور محتاجوں کو کچل کر دولت مندوں کی دولت میں بے انتہا اضافہ ہو جاتا ہے نیز یہ رُوحِ اسلام اور اس کی روا دارانہ تعلیمات کے بھی منافی ہے اس لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی کاروبار کو قطعی طور پہ حرام قرار دے دیا اور فرمایا کہ سوائے بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کی سقایت کے جاہلیت کے تمام سود، خون، مال اور فخر، میرے ان قدموں کے نیچے ہیں۔

غلطی سے قتل ہونے والے کی دیت کا تقرر

پھر آپؐ نے ایک قانون وضع کیا جس کے بموجب آپ نے اس عوضانہ کا تقرر کیا جو غلطی سے قتل ہو جانے والے یا شبہ عمد کے تحت قتل ہونے والے آدمی کے اہل کو ادا کیا جاتا ہے جسے اسلامی جرائم کی تعریف کے مطابق دیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، آپؐ نے فرمایا قتلِ خطاء اور شبہ عمد میں یعنی کوڑے سے یا عصا سے قتل ہونے والے کی دیت ایک سو اونٹ ہے جس میں چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں گی۔

جنسِ بشری کی وحدت اور حقوق میں مساوات کا اعلان

پھر آپؐ نے وحدت نوعِ بشری کا اعلان فرمایا اور عنصری تفریق کو حرام قرار دیا، کیونکہ اسلام میں کسی انسان کو دوسرے انسان پر رنگ، قوم اور زبان کی وجہ سے فضیلت دینے کا کوئی مقام نہیں ہے، سوسائٹی میں جس قدر کوئی آدمی تقوے میں بلند ہو گا اور حدودِ اسلام کے اندر رہتے ہوئے بھلائی میں آگے ہوگا، اسی قدر اُسے فضیلت حاصل ہوگی، آپؐ نے فرمایا: اے گروہ قریش خدا تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا نخوت و تکبر ختم کر دیا ہے تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

ترجمہ: اسے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو (الحجرات آیت ۱۳)

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مکہ کی حرمت کا اعلان

پھر آپ نے کعبہ کے دروازے پر اپنے تاریخی خطبہ میں مکہ کی حرمت کا اعلان فرمایا کہ اس میں انسان کا خون بہانا جائز نہیں خواہ اس کے کتنے ہی جواز موجود ہوں، بخاری میں ہے کہ شریح خزاعی نے عمرو بن سعید سے کہا، جب کہ وہ فوج کے ساتھ مکہ جارہے تھے ... امیر مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کے سامنے وہ بات بیان کردں جو فتح مکہ کے دوسرے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جسے میرے کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا اور میری دونوں آنکھوں نے آپ کو فرماتے دیکھا آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرمت والا بنایا ہے اور اسے لوگوں نے حرمت والا نہیں بنایا اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر ایمان والے آدمی کے لیے اس میں خونریزی کرنا اور درخت کاٹنا جائز نہیں، اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں قتال کی اجازت تھی تو اسے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی، تمہیں اجازت نہیں دی، مجھے بھی اس میں دن کی صرف ایک گھڑی اجازت ملی تھی پھر دوبارہ اس کی آج کی حرمت، کل کی حرمت کی طرح ہو گئی ہے، جو لوگ اس جگہ حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچادیں جو یہاں پر حاضر نہیں۔

مسلمانوں کی وحدت ومساوات

اس جامع خطبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی وحدت اور ہر چیز میں مساوات کا اعلان کیا آپ نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مسلمان ایک ہاتھ کی طرح ہیں، ان کے خون برابر ہیں ان کا بعید ترین آدمی ان کی بات کو لوٹا سکتا ہے اور ان کا ادنیٰ آدمی معاہدہ کر سکتا ہے اور ان کا قوی آدمی جنگ میں ان کے غریب آدمی کے برابر غنیمت میں حصہ لیتا ہے، کسی مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے اور نہ کسی ذمی کافر کو، معاہدہ کے ہوتے ہوئے قتل کیا جائے اور نہ دو مختلف مذاہب کے آدمی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، مسلمانوں کے صدقات ان کے گھروں اور صحنوں میں وصول کیے جائیں اور عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نکاح نہ کیا جائے، مدعی کے ذمہ گواہ اور انکار کرنے والے کے ذمہ قسم ہوگی، عورت تین میل کا سفر بھی محرم کے ساتھ کرے گی، فجر اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز (نفل) نہ ہوگی، میں آپ لوگوں کو عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع کرتا ہوں تم میں سے کوئی آدمی ایک کپڑے میں گوٹھ مار کر نہ بیٹھے کہ اپنے جسم کے قابل ستر حصہ کو آسمان تک پہنچا دے (ادھر کی جانب سے کھلا ہوا ہو) اور نہ اپنے آپ کو اس طرح ایک کپڑے میں ڈھانپے کہ پھر اس کی ایک طرف کو اٹھا کر کندھے پر رکھ لے کہ اس کے جسم کا وہ حصہ برہنہ ہو جائے جو چھپانے کے لائق ہے میرے خیال میں اب تم ان باتوں کو سمجھ گئے ہوگے۔

حرم میں شکار کرنے اور درخت کاٹنے کی حرمت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

خطبہ میں حرم میں شکار کرنے اور درخت کاٹنے کی حرمت کا اعلان فرمایا آپ نے فرمایا حرم کے شکار کو نہ بھگایا جائے اور نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے اور اس میں گری پڑی چیز کو سوائے اعلان کرنے والے کے اور کسی کے لیے اُٹھانا جائز نہیں اور نہ اس کے گھاس کو کاٹا جائے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب جو ایک عمر رسیدہ اور تجربہ کار آدمی تھے کہنے لگے، یا رسول اللہ، اذخر کے کاٹے بغیر تو کوئی چارہ نہیں کیونکہ اُسے قبروں میں ڈالا جاتا ہے اور گھروں میں خوشبو کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ اذخر کا کاٹنا جائز ہے، پھر آپؐ نے پوری سوسائٹی کے لیے دیگر قوانین بیان فرمائے، فرمایا وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں، بچہ بستر والے (شوہر) کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں، عورت کے لیے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنا مال دینا بھی جائز نہیں[1]، کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نکاح نہ کیا جائے[2]

شرک اور بُت پرستی کا خاتمہ

اس تاریخی خطاب میں، جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصولِ اسلام کو پختگی اور مضبوطی سے بیان کیا، اس سے اس شہر میں جو خدا تعالیٰ

---

[1] مسلمانوں کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ عورت اپنے خاوند سے رجوع کیے بغیر اپنے مال میں تصرف کرنے کے بارے میں آزاد ہے، ہاں جب وہ صحیح طریق پر نہ چلے تو پھر اُسے اجازت لینا ہوگی۔

[2] تاریخ طبری ص ۶۳ ج ۳، مغازی الواقدی ص ۸۳۵ ج ۲، البدایہ والنہایہ ص ۳۰۵ ج ۴، سیرت ابن ہشام ص ۵۴ ج ۴، صحیح البخاری ص ۲۰۹ ج ۵

اور اس کے رسول کی دشمنی کا قلعہ تھا، بُت پرستی اور شرک کی صف لپیٹ گئی اور شہر مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کے بعد اسلام کا دوسرا دارالخلافہ بن گیا، بلاشبہ اس مقدس شہر کے مسلمانوں کے قبضہ میں آنے سے نہ صرف مکہ ہی سے بلکہ تمام علاقوں سے جن میں شرک اور بُت پرستی کا غلبہ تھا، بُت پرستی اور شرک کے خاتمہ ہو گیا، کیونکہ مکہ ہی شرک اور بُت پرستی کا دارالخلافہ تھا، نہ صرف قریش کے لیے بلکہ تمام عربوں کے لیے جو اپنے اختلاف کے باوجود کئی قسم کے معبود بنائے ہوئے تھے، عرب کے ہر قبیلے کا ایک خاص بُت کعبہ کے ارد گرد پڑا ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ مکہ کے مسلمانوں کے تسلط میں آجانے کی وجہ سے باقی ماندہ بُت پرستوں اور مشرکوں کے دلوں پہ شدید اثر پڑا، اسی بات نے ہوازن کے قبائل کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے مکہ کو چھیننے اور دوبارہ اس میں بُت پرستی اور شرک کی حکومت قائم کرنے کے لیے فوجیں جمع کرنے پہ آمادہ کیا، اسی وجہ سے حنین کا فیصلہ کن معرکہ ہوا، تفصیل ہماری کتاب غزوہ حنین میں بیان ہوگی۔

محمد رسول اللہ سب سے بڑے فاتح اور بہترین جانباز

قریش ہتھیار ڈال رہے تھے اور اپنے گھروں یا مسجد میں پناہ لے رہے تھے تاکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتح لشکر کو مقدس شہر پر قبضہ کرتے دیکھیں ——— ان کا خیال تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاتح ہونے کے لحاظ سے متوحش اور خون کے پیاسے فاتحین میں سے ہوں گے جنہیں فتح کا نشہ بدمست کر دیتا ہے اور وہ شکست خوردہ لوگوں کا خوفناک قتلِ عام کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو اس وقت تک قرار و سکون حاصل نہیں ہوتا جب تک لاشوں کو گلیوں میں بکھرا ہوا اور پھانسی پہ لٹکا ہوا نہ دیکھیں قریش کے دل میں یہ خیال مضبوطی سے قائم ہو گیا تھا خصوصاً اس لیے کہ وہ ہر

باعث کو ہمیشہ اپنی جاہلی بت پرستانہ عصبیت پر قیاس کرتے تھے جو ہمیشہ ان کے لیے کسی جنگ میں شامل ہونے کا واحد سبب اور محرک ہوا کرتا تھا، قریش نے جب اپنے ماضی کے صفحات پر نظر کی تو انہوں نے بیس سال کے عرصہ کو ان گناہوں سے بھرپور پایا جو انہوں نے اس شخص سے روا رکھے تھے جس کی فوج مکہ پر قابض ہو چکی تھی اور تمام اہل مکہ کا انجام اس کے ہاتھ میں تھا اور سب سے گھناؤنا جرم، جو قریش نے اس شخص سے روا رکھا وہ آج سے آٹھ سال قبل رجب کہ وہ ان کے درمیان رہ رہا تھا) اسے بستر پر قتل کرنے کی کوشش کرنا تھا اس لیے سرداران مکہ کو توقع تھی کہ فاتح رسول ان سے سخت حساب اور شدید انتقام لے گا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے سردار حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جن کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم صادر نہیں فرمایا تھا مکہ سے فرار ہو گئے تھے آپؐ نے قصاص میں صرف چند افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، مکہ میں داخل ہونے سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے اس بات پر واضح اشارہ ملتا تھا انہیں اپنے ذاتی انتقام سے کوئی رغبت ہی نہ تھی اور آپؐ اس بات کے شدید آرزومند تھے کہ مکہ میں کسی مسلمان یا کافر کا ایک قطرہ خون بھی نہ بہایا جائے، سوائے ان لوگوں کے جو قانون اسلام کے تحت قتل کے مستحق ہوں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے چچا عباس کی مساعی کو خوش آمدید کہا جو اس بات پر منتہی ہوئیں کہ فاتح رسولؐ نے مکہ میں داخل ہونے سے قبل، مشرکین مکہ کو حکم دیا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں اور مقابلہ سے باز آ جائیں، تو ان سب کو عام معافی دے دی جائے گی اس بات نے قریش پر ثابت کر دیا —— ان کے شہر میں داخل ہونے سے قبل —— باوجودیکہ آپ نے کئی سال تک ان کے ستم برداشت کیے تھے جب کہ آپؐ کے ماننے والوں کی تعداد بہت کم تھی) اپنے ذاتی انتقام کے متعلق کوئی خیال ہی نہیں ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ تاریخ کے

عظیم فاتح اور بہترین جانباز ہیں۔ قریش کے نمائندے ابوسفیان بن حرب نے سب اہل مکہ کے لیے جو امان حاصل کی اور جیش نبویؐ کے داخل ہونے سے قبل اُسے تمام اہل مکہ تک پہنچایا یہ امان مکہ کے مضطرب نفوس کے اطمینان کے لیے کافی تھی، تمام اہل مکہ نے اسلامی جیش کے متعلق جو تصورات قائم کیے ہوئے تھے کہ وہ مکہ پہ غالب آکر معلوم نہیں کیا کیا کچھ کرے گا، وہ اس تصور ہی سے پریشان اور مضطرب تھے، لیکن ابوسفیان کے اعلان کے باوجود کہ جیش نبویؐ حکم رسولؐ کے مطابق مکہ کے کسی آدمی سے معترض نہیں ہوگا اور وہ سب کے سب سوائے اس کے جو ہتھیار اٹھا کر جیش اسلامی سے لڑے گا، امان میں ہوں گے، پھر بھی وہ خوف اور اضطراب کا شکار تھے، خصوصاً معاہدہ صلح کو جنگ سے توڑنے کے بعد، جس کا آغاز انہوں نے خندمہ میں خالدؓ بن ولید کے دستوں کے مقابلہ سے کیا تھا۔

اضطراب کے بعد سکون

شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس شدید قلق کا ادراک ہو گیا تھا جو قریش کے دلوں پہ مکہ کے فاتح لشکر کے تحت آجانے کے بعد حملہ آور ہو رہا تھا، اس لیے آپ نے ایک نہایت ہی شریفانہ طریق سے —— جس کی کوئی مثال موجود نہیں —— اس قلق و اضطراب کو دلوں سے دُور کر دیا آپ نے فتح کے روز اپنے تاریخی خطبہ میں فرمایا تمہارے خیال میں میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں تو ان کے دانشوروں کی ایک جماعت نے خوف زدہ حالت میں کہا —— آپ کریم بھائی کے بیٹے ہیں اور آپ کو قدرت حاصل ہو چکی ہے تو آپؐ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین، اذھبوا فانتم الطلقاء۔

اس ہمہ گیر اور واضح عفو نے قریش کے دلوں میں موجزن خوف کے تمام آثار کو دُور کر دیا اور وہ مطمئن اور پُرسکون ہو گئے اور اس شریفانہ طرز عمل کو کل کے

بدترین دشمنوں اور آج کے مغلوبوں نے بہت سراہا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کریمانہ اور رحیمانہ سلوک اہل مکہ کے لیے بخوشی جلد اسلام میں داخل ہونے کا سبب بن گیا اور ان مسلمان ہونے والوں میں وہ لوگ بھی آئے جو بعد میں اسلام کے مددگار بنے اور جہاد کے معرکوں میں شامل ہوئے اور کامیاب معرکوں میں فوجوں کے سالار بنے، جیسے عبداللہ بن ابی سرح جس نے افریقہ کو فتح کیا اور بحر ابیض کے شدید ترین بحری معرکے میں شامل ہوا جس کا بحری بیڑا، رومی بحری بیڑے پر غالب آیا اور اس کے اکثر دستے جو ایک ہزار کشتیوں کے لگ بھگ تھے غرق ہو گئے جیسے عکرمہ بن ابوجہل جس نے معرکہ یرموک میں جام شہادت نوش کیا، اس نے معرکہ یرموک میں اس جانباز دستے کی قیادت کی، جسے رومی فوج کا حملہ روکنے کے لیے کھڑا کیا گیا تھا، یرموک کے فیصلہ کن معرکہ میں اس دستے کے جانبازوں کا چٹان کی طرح جم جانا فتح کے اہم اسباب میں سے تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر

اس تاریخی خطبہ کے بعد جس نے قلق و اضطراب کے بعد، قریش کے دلوں کو سکون بخشا تھا، لوگ مسجد سے واپس آگئے اور ہر شخص کو نفسیاتی طور پر ایک راحت محسوس ہو رہی تھی اور وہ اپنے اہل، مال اور جان کے متعلق بے خوف ہو چکا تھا، یہی وجہ ہے کہ مقدس شہر پہ کامل سکون طاری تھا اور زندگی معمول کے مطابق رواں دواں تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے تاریخی خطاب کے بعد مسجد سے کوہِ صفا کی طرف آگئے جو آپ کی بہت سی شیریں اور تلخ یادوں کا امین تھا، اسی صفا سے قریش نے اپنی زندگی میں پہلی بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پہلا بیان سُنا تھا جس میں آپ نے عمومی رنگ میں خدائے واحد کی عبادت کرنے اور دیگر شرکاء کی عبادت کو ترک کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا یعنی جب آپ کو آج سے اٹھارہ سال قبل اللہ تعالیٰ نے اس قول کے ذریعہ مکلف فرمایا۔

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین (ترجمہ : آپؐ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو واضح سنا دیں اور ان مشرکوں کی پرواہ نہ کریں)

اسی صفا سے آپؐ نے اپنے قریب ترین عزیز یعنی اپنے چچا ابولہب بن عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب سے وہ بات سُنی جس سے آپ نہایت مغموم ہوئے ....

.... جب آپؐ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ بات بتائی کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو ابولہب نے کہا تو ہلاک ہو گیا تو نے اسی بات کے لیے ہمیں جمع کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ سورت نازل فرمائی (تبت یدا ابی لہب ..... السورۃ)

انصار کا خدشہ کہ رسول کریمؐ مکہ میں رہیں گے اور مدینہ کو چھوڑ دیں گے

فتح کے دوسرے روز اپنے تاریخی خطبہ کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اپنے ہاتھ اُٹھا کر ذکرِ الٰہی اور دُعائیں کرنے لگے[1] رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی صفا پر ہی تھے کہ انصار کو خدشات لاحق ہونے لگے اور انہیں یہ خوف دامن گیر ہو گیا کہ آپؐ مدینہ سے آجائیں گے اور مکہ میں قیام کریں گے اُنہوں نے آپس میں کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بستی کی محبت اور خاندان کی مہربانی نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے[2] - کیا تمہارے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے شہر اور علاقے کو فتح کر دیا ہے یہیں مقیم ہوں گے[3] بلاشبہ انصار کے اس

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۳۰۷ ج ۴، سیرت حلبیہ ص ۳۱۴ ج ۲

[2] سیرت حلبیہ ص ۳۱۴ ج ۲ [3] البدایہ والنہایہ ص ۳۰۶ ج ۴

قول کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت اور آپ کے ساتھ رہنے کی آرزو تھا کہ آپؐ عمر بھر ان کے درمیان رہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی انصار کی باتوں کا علم ہو گیا تو آپ نے ان کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ میری زندگی اور موت انصار کے ساتھ ہو گی اور میں زندگی بھر ان سے جُدا نہیں ہوں گا۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھ کر اس جگہ کھڑے ہوئے جہاں سے آپ کو بیت اللہ نظر آتا تھا آپ نے ہاتھ اُٹھا کر الٰہی مشیت کے تحت ذکر الٰہی اور دعائیں کیں، انصار اس وقت نیچے تھے آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ ایک دُوسرے سے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بستی اور خاندان کی محبت نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے اس کے بعد وحی کا نزول شروع ہوا اور جب وحی آتی تو ہم سے یہ کیفیت پوشیدہ نہ رہتی تھی اور جب تک وحی کی کیفیت ختم نہ ہو جاتی کوئی آدمی نظر اُٹھا آپؐ کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا، ہاشم کہتے ہیں جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپؐ نے سر اُٹھا کر فرمایا اے گروہِ انصار، کیا تم نے یہ بات کہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بستی اور خاندان کی محبت نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے؟ انصار نے کہا یا رسول اللہ ہم نے یہ بات کہی ہے آپؐ نے فرمایا، پس اس صورت میں میرا کیا نام ہو گا، ایسا ہرگز نہیں ہو گا میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی ہے میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہو گی انصار آپؐ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے ہم نے یہ بات اللہ اور اس کے رسولؐ کے متعلق بُخل کے انداز میں کہی ہے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں آپ لوگوں کی تصدیق کرتے ہیں اور تمہیں معذور سمجھتے ہیں" اسے مسلم اور نسائی نے سلیمان بن مغیرہ کے طریق سے روایت کیا ہے[1]

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۰۶ ج ۴

اہل مکہ کی بیعت اسلام

اس کے بعد اہل مکہ اپنی مرضی اور اختیار سے اسلام کی بیعت کے لیے اس جگہ آئے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے کوہِ صفا پر بڑے سکون اور نظم وضبط سے بیعت ہوئی پہلے مردوں نے بیعت کی، اس کے بعد عورتوں نے بیعت کی، لوگوں کی بیعت حضرت عمرؓ لیتے تھے — جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مکہ کے درمیان نیچے کھڑے تھے طبری کا بیان ہے کہ پھر مکہ میں اسلام کی بیعت کے لیے لوگ جمع ہو گئے مجھے جو روایات پہنچی ہیں ان کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر بیٹھ گئے اور آپ سے نیچے حضرت عمرؓ بن الخطاب بیٹھ گئے وہ لوگوں کی بیعت لیتے جاتے تھے اس طرح لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مقدور بھر سمع و اطاعت کرنے پر آپؐ کی بیعت کی، لوگوں میں سے جس نے بھی اسلام کی بیعت کی اس سے اسی طرح بیعت لی گئی ؎۱ چند لوگوں کے سوا تمام اہل مکہ اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے آپ کی بیعت کر لی، ان میں سے کوئی تو اس خیال سے مکہ سے فرار ہو گیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر حملہ کریں گے (جیسے عکرمہ بن ابوجہل) اور کوئی مکہ میں مقیم رہ کر شرک پر قائم رہا جسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہلت دے دی (جیسے صفوان بن امیہ) اس نے غزوہ حنین کے بعد اسلام قبول کیا یہ اسلامی فوج کے ساتھ مشرک ہونے کی حالت میں گیا اور مکہ کے مضافات میں جعرانہ کے مقام پر مسلمان ہو گیا نیز محاصرہ طائف سے واپسی کے دوران غزوہ حنین کے بعد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا، صفوان بن امیہ اپنی جان کے خوف سے بحر احمر کے ساحل کی طرف بھاگ گیا تاکہ سوار ہو کر کہیں چلا جائے، رسولِ کریم

؎۱ تاریخ الرسل والملوک ص ۶۱ ج ۳

صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے امان کا پیغام بھیجا تو وہ مکہ واپس آگیا اور شرک پر قائم رہا۔ یہاں تک کہ مسلمان ہو گیا جیسا کہ تفصیل آئندہ صفحات میں بیان ہو گی،

عورتوں کی بیعت اور ہند بنت عتبہ کے قبولِ اسلام کا قصہ

مردوں کی بیعت کے بعد عورتوں کے وفد نے اسلام قبول کیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، اس وفد کی نمایاں مستورات میں مندرجہ ذیل عورتیں شامل تھیں۔۔۔ اُم حکیم بنت الحارث بن ہشام زوجہ عکرمہ بن ابوجہل ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان بن حرب (جو بھیس بدلے ہوئے تھی) البغوم بنت المنذل الکنانیہ زوجہ صفوان بن اُمیہ فاطمہ بنت الولید بن مغیرہ ہند بنت منبہ بن الحجاج والدہ عمرو بن العاص۔ عورتوں کی بیعت کشادہ نالے میں، آپ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا اور آپ کی بیوی اور بنو عبد المطلب کی مستورات کی موجودگی میں ہوئی [1]

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہند بنت عتبہ کو معاف کرنا

ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ان لوگوں میں سے ایک تھی جنہوں نے سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ایک حبشی غلام وحشی کو اُحد کے روز چھپ کر آپؓ کے قتل کرنے پر آمادہ کیا، ہند کو اس وجہ سے خوف دامن گیر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے انتقام لیں گے مگر ہند کے دل پر انتقام کے خوف کے مقابلہ میں آپ کے عفو کی اُمید غالب آگئی لہٰذا وہ قریشی عورتوں کے اس وفد میں شامل ہو کر آگئی جو اسلام کی بیعت کرنے آئی تھیں لیکن وہ بھیس بدل کر آئی تاکہ

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۸۵۰ ج ۲، امتاع السماع صفحہ ۳۹۲

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُسے مناسب وقت سے قبل پہچان نہ سکیں، اس نے نقاب اُٹھا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم و عفو کا مطالبہ کیا آپ نے اس کی یہ بات قبول کر لی اور اُسے ملامت کا ایک کلمہ تک نہ کہا آپ کس قدر نیک، کریم، حلیم، رحیم اور عظیم تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مکہ میں عورتوں کی بیعت

ہند بنت عتبہ (جو ایک طرح سے عورتوں کے وفد کی لیڈر تھی) ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتوں کی طرف سے گفتگو کر رہی تھی، آپؐ اُسے پہچان نہ سکے کیونکہ وہ بھیس بدلے ہوئے تھی، لیکن گفتگو کے دوران آپ نے اُسے پہچان لیا تو فرمایا تو ہند بنت عتبہ ہے اس نے جواب دیا، میں ہند بنت عتبہ ہوں، جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اُسے معاف فرما دیجیے، اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے گا[1]، عورتوں کی بیعت مردوں کے اندازِ بیعت سے الگ تھی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی بیعت ہاتھوں سے مصافحہ کے ذریعہ لیتے، مگر عورتوں سے آپ مصافحہ نہ کرتے کیونکہ آپ کسی (غیر محرم) عورت کو مس نہ کرتے تھے اور آپ کو وہی عورت مس کرتی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حلال کیا تھا یا محرم عورت چھوتی تھی[2]

تمام محدثین اور اصحاب سیر نے اپنے اپنے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کی بیعت سے فراغت کے بعد، عورتوں کی بیعت لی، طبری کہتا ہے ..... قریش کی عورتیں اکٹھی ہو کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں ان میں ہند بنت عتبہ بھی شامل تھی، جو حضرت حمزہ سے بُرے سلوک کی

---

[1] تاریخ طبری صـ ۶۲ ج ۳

[2] تاریخ طبری صـ ۶۲ ج ۳

وجہ سے نقاب ڈالے ہوئے تھی، اسے خوف تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کی وجہ سے اُسے گرفتار کر لیں گے جب عورتیں بیعت کے لیے آپ کے قریب ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا اس بات پر تم میری بیعت کرتی ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہیں بناؤ گی تو ہند نے کہا خدا کی قسم آپؐ ہماری اس بات پر بیعت لیتے ہیں جس پر مردوں کی لیتے ہیں ہم آپ سے یہ عہد کرتی ہیں کہ شرک نہیں کریں گی آپؐ نے فرمایا اور نہ چوری کرو گی، ہند نے کہا، میں ابوسفیان کے مال سے کچھ مال لے لیتی ہوں مجھے معلوم نہیں کہ وہ میرے لیے حلال ہے یا نہیں، ابوسفیان اس وقت وہاں موجود تھا اس نے کہا جو کچھ تو لے چکی ہے وہ سب حلال ہے، تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ہند بنت عتبہ ہے، اس نے جواب دیا میں ہند بنت عتبہ ہوں جو کچھ ہو چکا ہے اُسے معاف فرما دیجیے اللہ آپ سے درگزر فرمائے گا، آپؐ نے فرمایا، اور زنا نہ کرو گی، ہند کہنے لگی، کیا شریف عورت زنا کر سکتی ہے آپؐ نے فرمایا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی، ہند کہنے لگی ہم نے بچپن میں ان کو پالا اور جب وہ بڑے ہوئے آپ نے بدر میں ان کو قتل کر دیا آپ اور وہ بہتر جانتے ہیں، حضرت عمرؓ اس کی یہ بات سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑے اور سیرت حلبیہ کی روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جرأت مندانہ بات پر مسکرائے[1] آپؐ نے فرمایا کہ تم بہتان نہیں باندھو گی، ہند کہنے لگی، بہتان باندھنا بری بات ہے اور بعض بہتانوں سے معاف کرنا اچھا ہے آپؐ نے فرمایا اور تم معروف باتوں میں میری نافرمانی نہیں کرو گی، ہند کہنے لگی ہم اس مجلس میں اس لیے نہیں بیٹھیں کہ معروف باتوں میں آپ کی نافرمانی کریں،

---

[1] سیرت حلبیہ ص ۲۲۱ ج ۲

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ان کی بیعت لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے استغفار کیا پھر حضرت عمرؓ نے ان کی بیعت کی[1]

اور بعض روایات میں ہے کہ ہند بنت عتبہ عورتوں کے وفد میں نقاب ڈال کر آئی اور کہا میں ایک مومن عورت ہوں اور گواہی دیتی ہوں خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پھر اس نے نقاب اُٹھا کر کہا، میں ہند بنت عتبہ ہوں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے خوش آمدید کہا اور بیعت کے بعد اس نے آپؐ سے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان ایک بخیل آدمی ہے وہ مجھے اتنا خرچ بھی نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو سوائے اس کے کہ جو میں اس کے علم کے بغیر لے لوں، کیا اس میں کوئی حرج ہے کہ میں اس سے اپنے عیال کو کھلاؤں؟ آپؐ نے اُسے فرمایا معروف طریق سے انہیں کھلانے پر تجھے کوئی گناہ نہیں .... جو تیرے اور تیرے بچوں کے لیے کافی ہو اُسے مناسب طریقے سے لے لے[2]

اسلام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے

ہند بنت عتبہ، قریش کے سردار اور ان کی فوجوں کے سالار ابو سفیان کی بیوی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ آپ ان لوگوں سے جو ابو سفیان اور آپ کی بیوی کے مرتبہ کے ہوں تالیف قلب کے لیے ان سے خاص سلوک کرتے تھے تاکہ اسلام کے لیے ان کے دل کھل جائیں اور ہم عنقریب ملاحظہ کریں گے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے

---

[1] تاریخ طبری ص ۶۲ ج ۳

[2] سیرت حلبیہ ص ۲۳۱ ج ۲

ان سرداروں کو جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے ۔۔۔ انہیں حنین کی غنائم سے سینکڑوں اونٹ دیے، اس قدر اونٹ آپؐ نے کسی سابق الاسلام کو بھی نہیں دیے، ہند بنت عتبہ بھی جاہلیت میں آپؐ کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھی اور احد میں آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے قتل کا بڑا سبب تھی لیکن سید البشرؐ نہ کسی سے کینہ رکھتے تھے اور نہ کینہ آپؐ کے دل میں راہ پا سکتا تھا، خصوصاً اسلامی تعلیم کے مطابق آپؐ کا عام اور شاندار اصول چشم پوشی کرنا تھا اور وہ یہ کہ اسلام پہلے کی خطاؤں کو ختم کر دیتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں بیان ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے اور نہ کسی دوسرے شخص سے جاہلیت کے گناہ پہ محاسبہ کیا۔ سوائے ان چند اشخاص کے جو سزا کے مستحق ہو چکے تھے ان کے بارے میں آپؐ نے سزا پہ عمل درآمد کرایا۔

ہند بنت عتبہ کا اپنے گھر کے بُت کو توڑنا

بعض کتب تاریخ میں ہے کہ جب ہند بنت عتبہ کے دل میں اسلام رچ بس گیا اور اسے سمجھ آگئی کہ وہ گمراہی پہ تھی اس نے فتح کے روز مسلمانوں کو مسجد میں عبادت کرتے دیکھا تو اپنے خاوند ابوسفیان سے کہنے لگی، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنا چاہتی ہوں، ابوسفیان نے کہا، میں نے آج سے پہلے تو تجھے انکار کرتے ہی دیکھا ہے اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس رات سے قبل، اس مسجد میں خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت ہوتے نہیں دیکھی، خدا کی قسم صحابہ نے قیام اور رکوع و سجود کرتے رات گزاری ہے ابوسفیان نے کہا جو کچھ تو نے کرنا تھا کر لیا، اپنی قوم کے کسی آدمی کے ساتھ چلی جا، پس وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئی اور وہ اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اس کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا، اسلام لانے کے بعد ہند

اس بت کے پاس ہی جو اس کے گھر میں پڑا تھا اور اسے پاؤں سے مارنے لگی اور کہنے لگی ، ہم تیری وجہ سے دھوکے میں پڑے تھے ، پھر اس نے اُسے مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہند سے ہدیہ قبول کرنا اور اس کے لیے دعا کرنا

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ (جو عورتوں کے وفد کی لیڈر تھی) نے بیعت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ، یا رسول اللہ تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اس دین کو غالب کیا جو اس نے اپنے لیے پسند کیا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رحمت مجھے محروم نہ کرے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والی اور اس کی تصدیق کرنے والی عورت ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے فراخی حاصل ہو ، اس نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم مجھے اس بات سے زیادہ کوئی بات محبوب نہیں کہ روئے زمین کے سب خیمہ زن لوگ آپ کے خیمہ والوں کے ماتحت ہوں اور اب میری یہ خواہش ہے کہ روئے زمین کے سب خیمہ زن لوگ ، آپ کے خیمہ والوں سے عزت حاصل کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس سے زیادہ بھی ہو ، پھر آپ نے انہیں قرآن سنایا اور ان سے بیعت لی[2]

مؤرخین کہتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اکرام تھا اس کے اظہار کے لیے اس نے اپنی لونڈی کے ہاتھ آپ کی خدمت

---

[1] الاصابہ فی اسماء الصحابہ صا۴۱ ج ۴

[2] مغازی الواقدی ص۸۵۱ ج ۲

میں بکری کے دو بھنے ہوئے بچے بھیجے، اس کے اجازت طلب کرنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اندر آنے کی اجازت دی، آپ اس وقت حضرت ام سلمہؓ، حضرت میمونہ اور بنی عبد المطلب کی بعض مستورات کے درمیان تشریف فرما تھے، لونڈی نے آپ سے عرض کی کہ میری مالکہ آپ کے حضور معذرت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ آج کل اس کی بکریاں کم بچے دیتی ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری بکریوں میں برکت دے اور وہ زیادہ بچے دیں تو اللہ تعالیٰ نے بچوں کو زیادہ کر دیا، یہ لونڈی بیان کرتی ہے ... ہم نے بکریوں اور بچوں کی وہ کثرت دیکھی کہ جو ہم نے اس سے پہلے نہ دیکھی تھی۔[1]

فتح مکہ کے روز روپوش ہونے والے لوگ

مکہ پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی ایک تعداد، اس خوف سے چھپ گئی کہ مسلمان ان سے انتقام لیں گے اور انہوں نے جو برے سلوک ان سے کیے ہیں ان کی وجہ سے ان پر گرفت کریں گے ان سرداروں میں سے کچھ گھر کے اندر چھپ گئے اور کچھ باہر بھاگ گئے، جو لوگ مکہ میں چھپ گئے تھے وہ حالات کے پرسکون ہونے پر باہر آ گئے، انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا تو وہ اسلام لے آئے اور خوب اسلام لائے۔ مثلاً:۔

۱۔ سہیل بن عمرو العامری، قریش کا نمائندہ اور صلح حدیبیہ کے وفد کا لیڈر تھا، نہ ہی یہ مطلوبہ اشخاص میں سے تھا اور نہ ہی ان لوگوں میں شامل تھا جن کے خون کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا تھا، لیکن وہ اپنی شدید دشمنانہ کارروائیوں کی وجہ سے اپنی جان کے متعلق خائف تھا اس لیے وہ روپوش ہو گیا اس کے روپوش ہونے اور اسلام لانے کا واقعہ عنقریب تفصیل سے بیان ہو گا۔

---

[1] سیرت حلبیہ ص ۲۲۱ ج ۲۔

۲۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، حضرت عثمانؓ بن عفان کا رضاعی بھائی تھا اور مکہ میں داخل ہونے سے قبل رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مار دینے کا حکم دیا تھا اور فوج کے تمام دستوں کو اُس کے قتل کی ہدایات دی تھیں، اس کے اسلام لانے کا واقعہ بھی عنقریب بیان ہوگا۔ انشاءاللہ۔

فتح کے روز، مکہ سے فرار اختیار کرنے والے

قریش کے سرداروں میں سے جو لوگ مکہ سے بھاگ گئے تھے وہ یہ تھے :۔

۱ : صفوان بن اُمیہ الجمعی ۔ یہ سردار نہ ہی مطلوبہ اشخاص میں سے تھا اور نہ ہی ان لوگوں میں شامل تھا جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا۔

۲ : عکرمہ بن ابی جہل المخزومی ۔ یہ ان لوگوں میں شامل تھا جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا۔

۳۔ ہبار بن الاسود۔ یہ مطلوبہ اشخاص میں سے تھا اور ان لوگوں میں شامل تھا جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا۔

۴۔ ہبیرہ بن ابی ہبیرہ :۔ یہ ان مطلوبہ اشخاص میں شامل نہ تھا جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا۔

۵۔ عبداللہ بن الزبعریٰ ۔ یہ بھی ان مطلوبہ اشخاص میں شامل نہ تھا جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا۔

۶۔ حویطب بن عبدالعزیٰ العامری ۔ یہ بھی ان مطلوبہ اشخاص میں شامل نہ تھا جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا۔

۷۔ اسی طرح حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی بھی ان لوگوں میں شامل نہ تھا جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا۔ لیکن وہ اپنی جان کے خوف سے بھاگ گیا تھا،

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اسلام قبول کر لینے کے بعد معاف فرمایا ان سب لوگوں کے بھاگنے ، چھُپ جانے اور اسلام لانے کے واقعات عنقریب تفصیل سے بیان ہوں گے ، ان میں سے صرف ایک شخص مکہ واپس نہیں آیا اور مشرک ہونے کی حالت ہی میں مرا تھا۔

سہیل بن عمرو کی روپوشی اور اسلام لانے کا واقعہ

سہیل بن عمرو العامری قریش کا سردار اعلیٰ درجے کا خطیب اور سیاسی لیڈر تھا اور صلح حدیبیہ کے مذاکرات میں قریش کے وفد کا لیڈر تھا جس کی نیابت میں صلح حدیبیہ ہوئی ، ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بنا پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فدیہ لے کر چھوڑ دیا تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں سہیل بن عمرو ان لوگوں میں شامل نہ تھا جن کا خون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا تھا لیکن وہ اس بات کو سمجھتا تھا کہ اس نے بیس سال کے طویل عرصہ میں جو برائیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں ، اس لیے وہ جاہلی سوچ کے مطابق ڈرتا تھا کہ وہ ان مسلمانوں کے انتقام کا نشانہ بنے گا جو مکہ کے حکمران بن گئے ہیں لیکن وہ اس خوف کے باوجود مکہ سے نہیں بھاگا ، اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن سہیل جس کا لقب ابوجندل تھا ، کی تلاش میں آدمی بھیجا یہ سابقین الاسلام میں سے تھا اور عیص کے بہادر انقلابیوں میں سے تھا ، جب وہ حاضر ہوا تو اس نے اُسے کہا کہ میرے لیے ایسی امان حاصل کرو جس کا لوگوں کو بھی علم ہو ، پورا واقعہ آپ سہیل بن عمرو کی زبانی سُنیے ،

سہیل بن عمرو کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہو کر غالب آگئے تو میں نے اپنے گھر میں گھُس کر اس کا دروازہ بند کر لیا اور میں نے اپنے بیٹے

عبداللہ بن سہیل کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ حاصل کرو، مجھے قتل کا خوف دامن گیر ہے، میں نے جو سلوک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ سے کیا ہے اُسے یاد کرتا ہوں تو مجھے اپنے سے زیادہ بُرا سلوک کرنے والا کوئی دوسرا آدمی نظر نہیں آتا اور میں صلح حدیبیہ کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کوئی آدمی نہ ملا تھا اور میں نے ہی معاہدہ لکھوایا تھا، نیز بدر، احد اور قریش کے ہر حملہ میں میں نے شرکت کی ہے، عبداللہ بن سہیل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ اُسے امان دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، وہ اللہ کی امان میں ہے اُسے چاہیے کہ باہر آجائے پھر آپؐ نے اپنے گردو پیش کے لوگوں سے فرمایا جو سہیل کو ملے وہ اُسے تیز نظروں سے نہ دیکھے، اُسے باہر آنا چاہیے میری زندگی کی قسم سہیل صاحب عقل و شرف ہے، اور اس جیسا آدمی اسلام سے بیگانہ نہیں رہ سکتا اس نے سمجھ لیا ہے کہ جو چیز اس میں رکھی ہوئی ہے (کفر) وہ اس کے لیے فائدہ بخش نہیں، عبداللہ نے اپنے باپ کے پاس جا کر اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سے آگاہ کیا، سہیل کہنے لگا خدا کی قسم، وہ خوردسالی اور سال خوردگی میں نیکوکار تھے اور سہیل آگے پیچھے آتا جاتا تھا اور وہ حنین میں مشرک ہونے کی حالت میں ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا حتیٰ کہ جعرانہ میں بطیب خاطر اپنی مرضی سے مسلمان ہو گیا[1]

سہیل بن عمرو، دانشور اور نیک دل آدمی تھا، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سہیل اسلام لانے کے وقت سے ہی محمود الاسلام تھا[2] اور شام کی فاتح فوجوں میں شامل تھا اور وہیں پر فوجی چوکی میں طاعون سے فوت ہوا۔

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۴۷ ج ۲

[2] الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۹۲ ج ۲

عبداللہ بن ابی سرح اور اس کی سزائے قتل کی معافی کا واقعہ

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سرداران قریش میں سے تھا اور ان مطلوبہ آدمیوں میں سے ایک تھا جن کے خون کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا تھا اور اپنی فوج کو حکم دیا تھا کہ وہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے ہوں تو اُن کو قتل کر دیا جائے، اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے اسلام قبول کر کے ہجرت کی وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتا تھا، پھر شیطان نے بہکانا شروع کیا تو وہ اسلام چھوڑ کر مکہ واپس آ گیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ارتداد کی وجہ سے اس کے قتل کر دینے کا حکم دیا (مسلمانوں کے اجماع سے اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے) جب مکہ پر اسلامی فوج کا قبضہ مکمل ہو گیا تو ابن سرح کو یقین ہو گیا کہ اگر رسولِ کریمؐ نے خاص معافی نہ دی تو اُسے قتل کر دیا جائے گا اس لیے اس نے اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمانؓ بن عفان کے گھر میں پناہ لی اور ان سے استدعا کی کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس کی امان کے لیے کوشش کریں، حضرت عثمانؓ اپنی ساعی میں کامیاب ہوئے اور اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، نیز آپ مسلسل کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے اُسے معاف فرما دیا اور اس نے اسلام پر آپ سے بیعت کر لی۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ فتح کے روز ابن سرح اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے بھائی، خدا کی قسم میں نے تجھے منتخب کیا ہے لہٰذا مجھے اس جگہ چھپا لو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر میرے بارے میں بات کرو، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے دیکھتے ہی مار دیں گے، میرا جرم بہت بڑا ہے اور میں تائب ہو کر آیا ہوں، حضرت عثمانؓ نے کہا تو میرے ساتھ ہی چل عبداللہ نے کہا خدا کی قسم اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے ضرور مار دیں گے

اور مجھے مہلت نہیں دیں گے کیونکہ انہوں نے میرے خون کو مباح کیا ہوا ہے اور ان کے اصحاب ہر جگہ میری تلاش کر رہے ہیں حضرت عثمان نے کہا تو میرے ساتھ چل، انشاء اللہ وہ تجھے قتل نہیں کریں گے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت عثمان عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا ہاتھ پکڑے آپ کے سامنے کھڑے ہیں، حضرت عثمانؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ، عبداللہ بن سعد کی ماں مجھے اُٹھاتی تھی اور اسے پیدل چلاتی تھی، مجھے دُودھ پلاتی تھی اور اسے دُودھ چھڑاتی تھی، وہ میرے ساتھ ملاطفت کرتی تھی اور اسے چھوڑ دیتی تھی، اس کو میرے سپرد کر دیجیے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا تو آپ اعراض کر کے جس طرف منہ کرتے حضرت عثمانؓ اسی طرف سے سامنے ہو کر یہی بات کہتے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارادہ سے اعراض کیا تھا کوئی شخص اُٹھ کر اس کو قتل کر دے کیونکہ وہ ابھی تک ایمان نہیں لایا تھا جب آپ نے دیکھا کہ کوئی شخص اس کام کے لیے آگے نہیں بڑھتا اور حضرت عثمانؓ جھک کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو بوسہ دے کر کہہ رہے تھے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس کی بیعت لے لیجیے، آپؐ نے فرمایا بہت اچھا، پھر آپؐ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس کافر یا فاسق کے قتل کرنے سے تمہیں کس نے منع کیا ہے؟ اس پر عباد بن بشر نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے مجھے اشارہ کیوں نہیں کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس اُمید پر آپ کی نگاہ کو دیکھ رہا تھا کہ آپؐ مجھے اشارہ کریں گے اور میں اسے قتل کر دوں گا بعض کہتے ہیں کہ یہ بات ابوالیسر نے کہی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہی تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اشارہ سے قتل نہیں کیا کرتا اور ایک آدمی کہتا ہے کہ اس وقت رسولِ کریم نے فرمایا تھا کہ نبی آنکھ سے خیانت نہیں کرتا،

پھر آپؐ نے اس کی بیعت نے لی اور جب کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا شرمندہ ہو کر آپؐ سے بھاگ جاتا۔ حضرت عثمانؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کاش آپ ابن ام عبداللہ کو اس وقت دیکھیں جب وہ آپؐ کو دیکھ کر بھاگتا ہے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کیا میں نے اس کی بیعت نہیں لی اور اُسے امان نہیں دی، حضرت عثمانؓ نے عرض کیا حضور بلاشبہ آپؐ نے یہی کچھ کیا ہے لیکن اُسے اسلام میں بھی اپنا جُرمِ عظیم یاد آتا ہے تو آپؐ نے فرمایا اسلام ماقبل کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے تو حضرت عثمانؓ نے واپس آکر ابن ابی سرح کو سب ماجرا سُنایا تو وہ آکر، لوگوں کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا تھا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح بہت اچھی طرح اسلام لایا تھا اور اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوئی جو اس کے دین کو داغ دار کرے[۱] بلکہ جہاد کے میدانوں اور اسلام کے جھنڈے کی سربلندی اور اسلامی حکومت کو مدد دینے میں اس کے کارنامے بہت عظیم ہیں اور وہ اسلامی فتوحات کے نمایاں سالاروں سے تھا[۲] فاتح مصر، عمرو بن العاص کا دایاں ہاتھ تھا اور فلسطین کے شہر قیساریہ پر قبضہ کرنے والے جیش کے میمنہ کا سالار تھا اسے اپنے اخلاص، قائدانہ صلاحیت اور جنگی مہارت کی وجہ سے حاکم مصر عمرو بن العاص نے فتح مصر کے بعد افریقہ میں رومیوں پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا (جسے آج کل لیبیا کہتے ہیں) یہ وہاں پر جنگ میں کامیاب ہوا جس کی وجہ سے اس کی عزت حضرت فاروقؓ کی نگاہوں میں (جو اعلیٰ درجہ کے مردم شناس تھے) بہت بڑھ گئی تھی اور انہوں نے اسے (ابن العاص کی حکومت میں) مصر کے علاقے کا حاکم بنایا[۳]، جب جہاد کے کاموں میں اس کا شہرہ

---

[۱] مغازی الواقدی ص۸۵۶ ج۱ [۲] اسد الغابہ ص۳۶۴ ج۳، الاستیعاب ص۹۱۸ ج۳، تہذیب الاسماء واللغات ص۲۷۰ ج۱، جوامع السیرۃ ص۲۲۲ [۳] فتح مصر والمغرب ص۲۳۳

بلند ہو گیا تو اُسے اعلیٰ مناصب پر مقرر کیا گیا یہاں تک کہ اُسے حضرت عثمانؓ کے عہد میں تمام مصر کی ولایت سونپ دی گئی[1] پھر اس نے مصر سے شمالی افریقہ کی طرف خود فوجوں کی قیادت کی اور اس کی فوجوں نے افریقہ کی حکومت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور ان تمام علاقوں کو آزاد کروا لیا جو حدودِ مصر سے تونس کے علاقہ قیروان تک پھیلے ہوئے ہیں، اس کی مدد عقبہ بن نافع اور ان جیسے دیگر سالاروں نے کی۔ اسی نے افریقہ کے رومی بادشاہ گریگوری کو عقوبہ کے تاریخی معرکہ میں شکست دی، جس میں عبداللہ بن سعد کی قیادت میں .... عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت حسن اور حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے بھی شرکت کی، عبداللہ بن سعد، ان نمایاں قائدین میں سے تھے جو جزیرہ قبرص کی فتح میں شریک ہوئے تھے، اسی طرح انہوں نے سوڈان میں دنقلہ کی فتح کی تکمیل کی اور خدا کے فضل سے وہاں سے بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

ذات الصواری کا بحری معرکہ

شاید عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا وہ کارنامہ سب سے زیادہ عظیم اور شاندار ہے جو بحر ابیض متوسط میں اسلامی بحری بیڑے کے درمیان تونس کے پانیوں کے قریب بحری معرکہ میں اس نے سرانجام دیا، عبداللہ بن سعد، مصر کا والی تھا اور معاویہ بن ابی سفیان شام کے والی تھے، مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے قسطنطین بن ہرقل کی قیادت میں قسطنطنیہ سے ایک بیڑہ تیار کیا ہے جو ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل ہے، حضرت عثمانؓ نے مدینہ سے حضرت معاویہ کو شام میں اور ابن ابی سرح کو مصر میں حکم دیا کہ وہ رومی بحری بیڑے سے مقابلہ کے لیے

---

[1] النجوم الزاہرہ ص ۶۶ ج ۱

جلدی کریں، لہٰذا حضرت معاویہؓ شامیوں کے ساتھ اپنے بحری بیڑے میں سوار ہو گئے۔ اور ابن ابی سرح اسکندریہ سے اپنے بحری بیڑے میں سوار ہوئے اور سمندر میں ان کی رومی بحری بیڑے سے مڈبھیڑ ہوئی، اسلامی بحری بیڑے کا سالار ابن ابی سرح تھا، مسلمانوں نے اس کی قیادت میں رومیوں سے زبردست جنگ کی اور انہیں بُری طرح شکست دی اور ان کے بحری بیڑے کو تباہ کر دیا، اس فیصلہ کن بحری معرکہ میں رومیوں کے صرف چند بھگوڑے بچ سکے جن میں ان کا قائد قسطنطین بھی تھا جو زخمی ہو کر سالار کی خاص کشتی میں سوار ہو کر بھاگا اور جزیرہ سسلی میں مرا، عبداللہ کے طور وطریق بتاتے ہیں کہ وہ زہاد صحابہ میں سے تھے۔ باوجودیکہ حضرت عثمانؓ ان کے رضاعی بھائی تھے وہ ان کے قتل کے بعد فتنہ سے الگ رہے اور فلسطین کے علاقہ میں عسقلان کے شہر میں قیام پذیر ہو گئے اور اپنی وفات تک جو نماز فجر میں سجدہ کی حالت میں ہوئی، وہیں رہے انہوں نے اللہ سے دُعا کی تھی کہ ان کے اعمال کا خاتمہ صبح کی نماز میں ہو سو اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کو قبول کر لیا۔

صفوان بن اُمیہ کا فرار ہونا اور پھر اسلام لانا

صفوان بن اُمیہ بن خلف، قریش کے عظیم سرداروں اور مال داروں میں سے تھا یہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتا تھا اسی نے معرکہ بدر کے بعد آپؐ کو مدینہ میں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور عمیر بن وہب الجمحی کو اس کام پر مامور کیا تھا اس کے باپ اُمیہ بن خلف کو مسلمانوں نے بدر کے روز قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح اُنہوں نے معرکہ اُحد میں ابی بن خلف کو قتل کر دیا تھا اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برچھی سے چوٹ لگائی تھی، یہ خبیث رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہاڑ کے دامن میں سمٹنے کے دوران حملے کرتا تھا، اُبی مکہ کے قریب شرف مقام پہ

اپنے زخم سے متاثر ہو کر مر گیا، صفوان بن امیہ ان مطلوبہ لوگوں میں شامل نہ تھا جن کے خون کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا تھا لیکن اسے ان گناہوں کے متعلق بڑا احساس تھا جو وہ جاہلیت میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روا رکھتا تھا اور اپنی سلامتی کے بارے میں متوحش تھا، فتح کے روز ہر قتل کے خوف سے، یہ مکہ سے بحر احمر کی طرف جدہ کی جانب بھاگ گیا یہ سمندر میں سوار ہو کر بھاگ جانا چاہتا تھا، اس کے ساتھ اس کے غلام لیسار کے سوا اور کوئی نہ تھا، صفوان بھاگ کر بحر احمر کی بندرگاہ "الشعیبۃ" پر پہنچا جو جدہ کے قریب ہے یہ اور اس کا غلام دونوں سمندر پر سوار ہونے کا ارادہ کر رہے تھے کہ اسے اس کا دوست عمیر بن وہب الشعیبہ کی بندرگاہ پر آ ملا صفوان اس سے ڈر گیا اور خیال کرنے لگا کہ یہ اُسے قتل کرنے کے لیے آیا ہے حالانکہ عمیر صفوان کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں مکہ میں اپنے اہل کی طرف واپس لے جانے کے لیے آیا تھا۔ کتاب و سنت ڈاٹ کام

عمیر بن وہب سابق الاسلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب لوگوں میں سے تھا وہ صفوان کی سلامتی اور اس کے اسلام لانے کا آرزو مند تھا، عمیر نے صفوان کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور اس کے لیے امان طلب کی، آپؐ نے اسے صفوان کے لیے امان دے دی اسی لیے عمیر صفوان سے الشعیبہ میں ملا اور اُسے بتایا کہ اس نے اس کے لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر لی ہے اور وہ مکہ کی طرف آزادی اور امن کے ساتھ واپس جا سکتا ہے، لیکن صفوان مطمئن نہ ہوا اور اس نے عمیر کو بتایا کہ وہ اس وقت تک مکہ کو واپس نہیں جائے گا جب تک وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نشانی کو نہ دیکھ لے، جسے وہ خود پہچانتا ہو، عمیر بن وہب، مجبور ہو کر دوبارہ مکہ واپس آیا تاکہ وہ صفوان کے لیے امان کی نشانی لے جائے، نشانی رسولِ کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ تھا جسے عمیرؓ لے کر صفوان کے پاس الشعیبہ میں واپس آیا اور صفوان مطمئن ہو کر مکہ واپس آ گیا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کو آزادی دے دی وہ کئی ہفتے تک شرک پہ قائم رہا پھر اسلام لا کر بہترین مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔

اب ہم واقدی کی زبان سے بنی جمع کے سردار صفوان بن اُمیہ کا قصہ سناتے ہیں، واقدی بیان کرتا ہے کہ صفوان بن اُمیہ اپنے غلام یسار کے ساتھ الشعیبہ کی طرف بھاگ گیا اور یسار سے کہنے لگا تیرا بُرا ہو، تو کسے دیکھ رہا ہے اس نے کہا یہ عمیر بن وہب ہے، صفوان نے کہا، میں عمیر کو کیا کروں؟ خدا کی قسم یہ صرف مجھے قتل کرنے کے لیے آیا ہے اس نے میرے خلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی ہے اور ان سے مل گیا ہے، صفوان نے کہا اے عمیر جو کچھ تو نے میرے ساتھ کیا ہے وہ تجھے کافی نہیں ہوا تو نے مجھ پر اپنے قرض اور عیال کا بوجھ لاد دیا ہے[1] اور پھر مجھے قتل کرنے کے لیے بھی آ گیا ہے، عمیر نے جواب دیا ابو وہب میں تجھ پہ قربان ہو جاؤں میں بڑے نیکو کار اور صلہ رحمی کرنے والے شخص کی جانب سے تیرے پاس آیا ہوں، عمیر نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا یا رسول اللہ میری قوم کا سردار اپنے آپ کو سمندر میں پھینکنے کے لیے باہر چلا گیا ہے، اور اُسے خدشہ ہے کہ آپ اُسے امان نہیں دیں گے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اُسے امان دے دیجیے، آپؐ نے فرمایا میں نے اُسے امان دے دی،

---

[1] اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صفوان نے عمیر سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے گا تو وہ اس کا قرضہ بھی ادا کرے گا اور اس کی ساتوں بیٹیوں کا بوجھ بھی اُٹھائے گا۔

عمیر نے اس کے پیچھے جا کر اُسے کہا کہ رسول اللہؐ نے تجھے امان دے دی ہے، صفوان نے جواب دیا خدا کی قسم میں اس وقت تک تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا جب تک تو وہ نشانی نہ لائے جسے میں پہچانتا ہوں، عمیر دوبارہ حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں صفوان کے پاس سے آیا ہوں وہ بھاگ کر اپنے آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا میں نے اُسے بتایا کہ حضور علیہ السلام نے تجھے امان دے دی ہے، اس نے کہا جب تک تو میرے پاس حضور علیہ السلام کی وہ نشانی نہ لائے جسے میں پہچانتا ہوں اس وقت تک میں واپس نہیں جاؤں گا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرا عمامہ لے لو، عمیر یہ عمامہ لے کر اس کے پاس واپس آیا۔ یہ وہ چادر تھی جسے آپ نے فتح کے روز لپیٹا ہوا تھا یہ ایک یمنی چادر تھی، عمیر دوبارہ اس کی تلاش میں چادر لے کر آیا اور کہا ابو وہب میں تمہاری طرف بڑے نیکوکار اور صلہ رحمی کرنے والے بڑے حلیم اور بہترین شخص کے پاس سے آیا ہوں جس کی بزرگی تیری بزرگی، جس کی عزت، تیری عزت، جس کی حکومت، تیری حکومت ہے وہ تیرے ماں اور باپ کا بیٹا ہے (تیرے خاندان کا فرد ہے) اپنے دل میں خدا کو یاد کر، صفوان نے اُسے کہا مجھے قتل ہونے کا خوف ہے عمیر نے کہا، آپؐ نے مجھے دعوتِ اسلام دی ہے اگر تو رضامند ہو تو ٹھیک ہے ورنہ وہ تجھے دو ماہ کی مہلت دیں گے وہ بہت وعدہ وفا کرنے والے اور نیکوکار ہیں، انہوں نے مجھے وہ چادر دے کر تیرے پاس بھیجا ہے جسے آپؐ نے لپیٹا ہوا تھا، کہا تو اُسے پہچانتا ہے صفوان نے کہا ہاں، تو عمیر نے وہ چادر نکالی تو صفوان نے کہا ہاں یہ وہی چادر ہے، پھر صفوان واپس آیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اس وقت آپ مسجد میں مسلمانوں کو عصر کی نماز پڑھا رہے تھے صفوان اور عمیر دونوں کھڑے ہو گئے تو صفوان نے پوچھا دن اور رات میں تم کتنی نمازیں پڑھتے ہو؟ عمیر نے

کہا پانچ ۔۔۔ نے کہا یہ نمازیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پڑھاتے ہیں ؟ اس نے جواب دیا ہاں ، جب آپؐ نے سلام پھیرا تو صفوان نے چلا کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عمیر بن وہب آپ کی چادر میرے پاس لایا تھا اس کے خیال میں آپ نے مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دی ہے اگر میں اس بات سے رضامند ہوں تو ٹھیک ورنہ آپؐ مجھے دو ماہ تک مہلت دیں گے آپ نے فرمایا ابو وہب نیچے اترو، صفوان نے کہا خدا کی قسم اس وقت تک نہیں اتروں گا جب تک بات مجھ پہ واضح نہ ہو جائے آپؐ نے فرمایا ہاں تو چار ماہ تک چلے پھرے گا تو صفوان نیچے اتر پڑا ، اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی طرف چلے تو صفوان بھی حالتِ کفر ہی میں آپؐ کے ساتھ گیا ، آپؐ نے ایک آدمی کو اس سے عاریتہً ہتھیار مانگنے کے لیے بھیجا تو اس نے ایک سو زرہ مع سامان کے آپ کو عاریتہً دی اور پوچھا خوشی سے یا زبردستی ؟ رسول اللہ نے فرمایا عاریتہً ، جس کی ادائیگی ہم کریں گے تو اس نے ہتھیار عاریتہً دے دیے ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا تو وہ انہیں اٹھا کر حنین کی طرف لے گیا اور حنین اور طائف کے معرکوں میں حاضر ہوا پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کی طرف واپس آئے ، اسی اثنا میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اموالِ غنیمت کو دیکھتے پھرتے تھے اور صفوان بن امیہ بھی آپ کے ساتھ تھا ، صفوان نے دیکھا کہ ایک گھاٹی اونٹوں ، بکریوں اور مویشیوں سے بھری ہوئی ہے وہ مسلسل اس کی طرف دیکھنے لگا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے دیکھ رہے تھے آپؐ نے فرمایا ابو وہب ، یہ گھاٹی تجھے بہت اچھی لگتی ہے اس نے کہا ہاں ، آپؐ نے فرمایا یہ گھاٹی اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب تیرے لیے ہے تو صفوان نے اس وقت کہا ، اس قسم کی بات تو کوئی نبی ہی گوارا کر سکتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں

اور یہیں مسلمان ہو گیا [۱]

عکرمہ بن ابو جہل کیسے اسلام لایا

عکرمہ بن ابو جہل مخزومی، یہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن تھا اس نے عداوت میں اپنے باپ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا مگر باوجود شدید عداوت رسول کے، اپنے باپ سے زیادہ عفیف تھا اور اس کی طرح فحش گو نہیں تھا بلکہ منطقی اور واضح بات کا صحیح وزن کرنے والا اور جلد قبول کرنے والا تھا، اس بات پر وہ واقعہ دلالت کرتا ہے ___ جب فتح سے قبل ابو سفیان اور خالدؓ بن ولید جھگڑ پڑے اور خالدؓ نے یہ آخری اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں تو ابو سفیان نے اس قول کی وجہ سے خالد پر حملہ کرنے کی کوشش کی، اس وقت عکرمہ ایک دانشور کے مقام پر کھڑا تھا جو رسول اللہ کے غلبہ اور فتح کی توقع رکھتا تھا اس نے خالدؓ اور ابو سفیان کے درمیان رکاوٹ بن کر ابو سفیان سے مطالبہ کیا کہ وہ خالد کو اس کے حال پر چھوڑ دے نیز کہا مجھے ڈر ہے یا توقع ہے کہ ابھی اگلا سال نہیں آئے گا کہ ہم اس دین میں داخل ہو چکے ہوں گے جس میں خالد داخل ہے، اس کے باوجود فتح کے روز، عکرمہ پر نفس میں راسخ جاہلی عصبیت غالب آگئی اور اس نے بغیر جنگ کیے مکہ کو جیش نبویؐ کے سپرد کر دینے کے ابو سفیانی معاہدے سے اتفاق نہیں کیا، بلکہ اس نے خندمہ میں قریش کی ایک جمعیت کے ساتھ مکہ کے جنوب میں خالد بن ولید کے دستوں سے مقابلہ کیا، اس مقابلہ میں صفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو بھی اس کے ساتھ شامل تھے جنہیں اس وقت شکست دے دی گئی ___

---

[۱] مغازی الواقدی ص ۸۵۳ ج ۲

عکرمہ کا یمن کی طرف فرار

مکہ میں داخل ہونے سے قبل عکرمہ بھی ان مطلوبہ اشخاص میں شامل تھا جن کے خون کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کر دیا تھا اور انہیں کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹے ہونے کی حالت میں بھی قتل کر دینے کا حکم دیا تھا کیونکہ یہ لوگ اپنے جرائم کی وجہ سے قتل کے مستحق ہو چکے تھے۔ ابھی اسلامی فوج کا مکہ پر قبضہ نہیں ہوا تھا کہ عکرمہ قتل کے خوف سے سوار ہو کر یمن جانے کے لیے جدہ کی طرف بھاگ گیا تاکہ سمندری راستے سے یمن چلا جائے، جدہ پہنچتے ہی سے ایک کشتی مل گئی جو سمندر کے راستے سے جدہ سے یمن جا رہی تھی یہ اس میں سوار ہو گیا ابھی کشتی عکرمہ کو براستہ سمندر یمن لے جانا ہی چاہتی تھی کہ اس کی وفادار بیوی اُم حکیم جدہ کی بندرگاہ پر پہنچ گئی اور اس سے تقاضا کرنے لگی کہ وہ بھاگنے سے باز آ جائے اور اُسے یہ بھی بتایا کہ وہ امن و امان کے ساتھ مکہ واپس جا سکتا ہے۔

اُم حکیم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عکرمہ کے لیئے امان حاصل کرنا

اُم حکیم ایک عقلمند عورت تھی جو ہند بنت عتبہ کے ساتھ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئی تھی اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی تھی کہ وہ اس کے خاوند عکرمہ کو معاف فرما دیں اور امان دے دیں اور اس کے قتل کے حکم کو کالعدم قرار دے دیں، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ عکرمہ آپ کے خوف سے یمن کی طرف بھاگ گیا ہے۔ اُسے یہ خدشہ ہے کہ آپ اُسے قتل کر دیں گے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے امان دے دی۔ آپؐ نے فرمایا وہ امان میں ہے[1]، اُم حکیم نے کمر ہمت باندھ لی اور جدہ کی جانب

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۱۵۸ ج ۲

چل پڑی تاکہ اپنے خاوند کو بتائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے امان دے دی ہے نیز اس سے مکہ واپس لوٹ آنے کی استدعا کرے، اس نے اپنے ساتھ جدہ تک اپنے ایک غلام کو ساتھ لیا جس نے اس کی مضطربانہ حالت سے فائدہ حاصل کرنا چاہا اور راستے کے دوران اسے پھسلانا چاہا لیکن وہ اسے وعدۂ فردا پہ ٹالتی رہی۔ (وہ ایک عقل مند اور پاک دامن اور فاضل عورت تھی) یہاں تک کہ وہ بنو عک کے ایک عرب قبیلے کے پاس پہنچ گئی اور قبیلہ والوں کو اس کے بُرے فعل سے آگاہ کر کے اُسے گرفتار کرنے کے متعلق کہا انہوں نے اس کی مشکیں باندھ دیں اور اس کے کہنے کے مطابق اُسے اپنے پاس رکھا پھر اس نے اپنا سفر مسلسل جاری رکھا یہاں تک کہ جدہ کی بندرگاہ پر پہنچ گئی، عکرمہ کشتی پر سوار ہو چکا تھا، جب وہ سوار ہوا تو کشتی کے ملاحوں کے سردار نے جو مسلمان تھا کہا کلمہ اخلاص کہو، عکرمہ نے کہا کیا کہوں؟ اس نے کہ کہو لا الٰہ الا اللہ، عکرمہ متعجب ہو کر کہنے لگا میں تو اسی سے بھاگ کر آیا ہوں، ابھی وہ کشتی کے ملاح کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کہ اس کی عفیفہ بیوی ام حکیم بنت الحارث بن ہشام بندرگاہ پہ کھڑی اسے بڑے اصرار سے پکارنے لگی، اے چچا کے بیٹے! میں تیرے پاس بڑے صلہ رحمی کرنے والے، نیکوکار اور بہترین شخص کی جانب سے آئی ہوں اپنے آپ کو ہلاک نہ کر وہ کھڑا ہو گیا اور اس سے وضاحت طلب کرتے ہوئے کہنے لگا کیا خبر ہے؟ ام حکیم نے جواب دیا میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے لیے امان حاصل کر لی ہے عکرمہ نے کہا تو نے امان حاصل کی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، عکرمہ نے اس کی سچائی میں کوئی تردد نہ کیا اور کشتی کو چھوڑ کر خشکی پہ آ گیا اور اپنی بیوی کے ساتھ واپس آ گیا۔ اس نے مکہ کی طرف واپسی کے دوران اپنے رومی غلام کے متعلق دریافت کیا تو اس نے اس کی ذلیل اور کمینی حرکت کے متعلق اُسے بتایا

جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں غلام بندھا پڑا تھا اس نے اسی وقت اُسے قتل کر دیا اور یہ اسلام قبول کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے جب عکرمہ مکہ کے قریب آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو عکرمہ کے اسلام لانے کی خوشخبری سُنائی آپ نے فرمایا عکرمہ تمہارے پاس مومن اور مہاجر ہو کر آئے گا پھر آپ نے اس کے باپ ابوجہل کو گالی دینے سے منع کر دیا اور فرمایا اس کے باپ کو گالی نہ دو، کیونکہ مُردہ کو گالی دینے سے زندہ کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ گالی میت تک نہیں پہنچتی، مؤرخین کہتے ہیں کہ عکرمہ نے اسلام لانے سے قبل اپنی بیوی سے ہمبستری کی خواہش کی تو اس نے انکار کیا اور کہا تو کافر ہے اور میں مسلمان ہوں وہ کہنے لگا جس بات نے تمہیں مجھ سے روکا ہے وہ بہت بڑی بات ہے۔

عکرمہ کے قبول اسلام کی خوشی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھڑا ہونا

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عکرمہ آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے اٹھ کر عکرمہ کے پاس گئے۔ اس وقت آپؐ پر کوئی چادر نہ تھی پھر آپؐ بیٹھ گئے اور عکرمہ آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا، اس کی بیوی نقاب اوڑھے ہوئے تھی، عکرمہ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ نے مجھے امان دے دی ہے آپؐ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے تجھے امان حاصل ہے، عکرمہ نے کہا آپؐ مجھے کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے پھر آپؐ نے اُسے بقیہ واجبات اسلام شمار کر کے بتائے عکرمہ نے کہا خدا کی قسم آپؐ نے مجھے حق

کی اور اچھے کام کی طرف دعوت دی ہے آپ نے مجھے جس بات کی طرف دعوت دی ہے اس دعوت سے قبل بھی آپ ہم میں سب سے زیادہ راست گو اور نیکوکار تھے پھر کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے کیونکہ عکرمہ ان سرداروں اور لیڈروں میں سے تھا جن کا قریشی سوسائٹی میں بڑا اثر تھا اس پر مستزاد یہ کہ اسلام نے جنگ میں اپنے دشمنوں کے خلاف اس کی شجاعت سے ایک فعال طاقت کی طرح استفادہ کیا، عکرمہ نے مرتدین کی جنگوں میں جانبازی کے جو کارنامے دکھائے ہیں ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

عکرمہ مہاجر مجاہد

عکرمہ نے حق کی شہادت دینے کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا پھر کیا؟ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اور حاضرین کو گواہ بنا کر کہو کہ میں مسلم مہاجر اور مجاہد ہوں، عکرمہ نے یہ بات کہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج جو چیز بھی میں کسی کو دوں تمہارے سوال کرنے پر میں تمہیں بھی دوں گا، عکرمہ نے عرض کیا، حضور جو عداوت میں نے آپ سے روا رکھی ہے یا کوئی طریق عداوت وضع کیا ہے یا کسی مقام میں آپ سے ملا ہوں یا آپ کی موجودگی یا عدم موجودگی میں کوئی بات کہی ہے آپ مجھے یہ تمام باتیں بخش دیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس نے جو عداوت مجھ سے روا رکھی ہے یا تیرے نور کو بجھانے کے لیے جو طریق اس نے اختیار کیا ہے یا میری موجودگی اور غیر موجودگی اس نے جو میری اہانت کی ہے اسے تو بخش دے عکرمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے خوش ہوں پھر کہنے لگا یا رسول اللہ، میں جو اخراجات راہ خدا سے روکنے کے لیے کیا کرتا تھا خدا کی قسم میں اب اس سے دگنا راہ خدا میں خرچ کیا کروں گا، اور جو جنگیں راہ خدا سے روکنے کے لیے لڑتا تھا

اب اس سے دُگنی جنگیں راہِ خدا میں کروں گا پھر اس نے جنگ میں پوری طاقت صرف کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ آپؐ نے عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ کو اُن کے پہلے نکاحوں پر ہی قائم رکھا[1]۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بشارتیں اور خواب دیکھے۔ تھے اور بتایا تھا کہ عکرمہ بن ابوجہل بہترین مسلمانوں میں سے ہوگا، روایت ہے کہ عکرمہ کے قبولِ اسلام سے قبل آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ جنت میں ہیں اور وہاں آپؐ نے انگور کا ایک گچھا دیکھا جو آپ کو بہت بھلا لگا، آپؐ نے پوچھا یہ کس کے لیے ہے؟ کہا گیا یہ ابوجہل کے بیٹے ہے۔ آپؐ پر یہ بات گراں گزری اور آپؐ نے فرمایا جنت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا جب عکرمہ بن ابوجہل مسلمان ہوا تو آپؐ کو بہت خوشی ہوئی اور آپؐ نے اس انگور کے گچھے کی تاویل یہ کی کہ اس سے مراد عکرمہ ہے، عکرمہ نے قبولِ اسلام سے قبل ایک مسلمان سے مقابلہ کیا اور اُسے قتل کر دیا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے، آپؐ سے ایک انصاری نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپؐ کو کس بات نے ہنسایا ہے حالانکہ ہمیں اپنے ساتھی کا دُکھ پہنچا ہے، آپؐ نے فرمایا۔ مجھے اس بات نے ہنسایا ہے کہ یہ دونوں جنت کے ایک ہی مقام میں ہیں[2]۔ آپؐ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عکرمہ بھی عنقریب شہید ہوگا اور واقعتہً بھی یہی ہوا کہ عکرمہ پوری جانباز فورس کی قیادت کرتا ہوا معرکہ یرموک میں شہید ہوا۔

مفرور، ہبار بن الاسود کا قصہ ہبار بن الاسود جاہلیت میں بڑا فصیح اللسان

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۵۳ ج ۲، زاد المعاد ص ۲۹۸ ج ۲، سیرت حلبیہ ص ۲۱۶، ۲۱۷ ج ۲

[2] سیرت حلبیہ ص ۲۱۷ ج ۲

تھا اور لوگوں کو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف متحد کیا کرتا تھا نیز بڑا بد خلق اور بُرا آدمی تھا، اس کے دل میں رحم کا کوئی نام و نشان نہ تھا، جب حضرت زینبؓ دختر رسول نے اپنے والد سے ملنے کے لیے اپنے خاوند عاص بن ابی الربیع سے حاملہ ہونے کی حالت میں مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ہبار بن اسود اطراف مکہ میں ان سے ملا۔ اور جس اونٹ پر وہ سوار تھیں اس سے آپ چھوڑ دی وہ زمین پر گر پڑیں پھر اس نے آپ کی پشت پر نیزہ مارا، یہاں تک کہ آپ کا حمل گر گیا اور آپ ہمیشہ کے لیے خون جاری ہونے کی مریضہ بن گئیں اور یہ مرض آپ کو مرنے تک رہا۔ ہبار بن اسود حضرت زینبؓ اور ان کے جنین کی موت کا ذمہ دار تھا اس لیے یہ ان مطلوبہ دس آدمیوں میں سے تھا جن کے خون کو فتح کے روز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا تھا اور وہ بھی جانتا تھا کہ اس کے متعلق موت کا حکم صادر ہو چکا ہے اس لیے وہ فتح کے روز مکہ سے بھاگ کر جنگل میں جا کر لوگوں کی نظروں سے اس خوف سے چھپ گیا کہ وہ حضورؐ کے کسی صحابی کے قابو میں نہ آجائے اور وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قتل نہ کر دے، ہبار مسلسل جنگل میں روپوش رہا یہاں تک کہ حنین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوازن سے معرکہ ہوا اور آپ ان پر فتح حاصل کر کے اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ کی طرف واپس آئے، جب حالات پُر سکون ہو گئے اور تمام اہل مکہ اسلام میں داخل ہو گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں قیام پذیر ہو گئے تو ہبار نے خود مدینہ جانے اور اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دینے اور ان سے عفو کی استدعا کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ وہ مدینہ گیا اور مسجد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا آپؐ نے اسے پہچان لیا باوجودیکہ آپ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچائے کیونکہ آپ کو پتہ چل گیا تھا

کہ یہ صرف اسلام کا اعلان کرنے کے لیے آیا ہے۔

واقدی نے ہبار کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجھ سے ہشام بن عمارہ نے انہوں نے سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم انہوں نے اپنے باپ سے اور دادا سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں جعرانہ سے واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے اصحاب میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہبار بن اسود آیا جب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو کہا یا رسول اللہ یہ ہبار بن اسود ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی اسے دیکھ لیا ہے، بعض لوگوں نے اٹھ کر اس کی طرف جانا چاہا تو آپؐ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، ہبار نے کھڑے ہو کر کہا، یا رسول اللہ آپ پر سلامتی ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں، میں آپؐ سے بھاگ کر تمام علاقے میں پھرا ہوں اور میں نے عجمیوں سے بھی ملنا چاہا پھر میں نے آپؐ کے فضل وکرم اور نیکی و درگزر کو یاد کیا جو آپ زیادتی کرنے والوں سے روا رکھتے ہیں، یا رسول اللہ ہم مشرک تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ہمیں ہدایت دی اور ہلاکت سے بچایا، میری زیادتیوں اور ان تکالیف کو معاف فرما دیجیے جو آپ کو میری طرف سے پہنچتی رہی ہیں میں اپنے برے سلوک اور گناہ کا معترف ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا، اللہ تعالیٰ نے تجھ پر بڑا احسان کیا ہے کہ تیری اسلام کی طرف راہنمائی کی ہے اور اسلام ماقبل کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے[1]

حضرت زبیر بن العوام بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی حضور علیہ السلام کو ہبار کا ذکر کرتے دیکھا آپ کو اس پر غصہ آجاتا اور جب بھی حضور علیہ السلام کوئی سریہ بھیجتے

---

[1] مغازی الواقدی ص۸۵۸ ج۲

اُسے فرماتے کہ اگر تم ہبار پر قابو پا ؤ تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو اور پھر اس کو قتل کر دو، خدا کی قسم میں ہمیشہ اس کی جستجو میں رہا اور اس کے متعلق دریافت کرتا رہا، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر میں اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جانے سے قبل پکڑ لیتا تو اُسے قتل کر دیتا، پھر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ آپ کی خدمت میں معذرت کرنے اور کہنے لگا اے محمد جس نے آپ کو بُرا کہا اس کا بُرا ہو اور جس نے آپ کو تکلیف دی اُسے تکلیف ہو میں بھی آپ کے دشنام اور اذیت کے مقام پر تھا اور بالکل بے یار و مددگار تھا اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور اسلام کی طرف میری راہنمائی کی، حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ بس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہا آپ ہبار کی معذرت پر حیاء کے باعث سر جھکائے بیٹھے رہے اور فرمایا، میں نے تجھے معاف کیا، اسلام ماقبل کے گناہوں کو معاف ختم کر دیتا ہے ہبار بڑا لسان آدمی تھا اور آپ کو بہت دشنام دیا کرتا تھا اسے پتہ چلا کہ آپ نے کسی سے انتقام نہیں لیا اور اُسے آپ کے حلم اور تکالیف کی برداشت کا علم ہوا تو اس نے کہا جس نے آپ کو بُرا کہا اُس کا بُرا ہو[1]

ابن الزبعری کا قبول اسلام

عبداللہ بن الزبعری اور ہبیرہ بن ابی وہب، مکہ میں مشرکین کے سرداروں میں سے تھے اور بڑی شان کے مالک تھے، مگر ان کے متعلق ابن اخطل، ہبار بن اسود اور ابن منقذ کی طرح قتل کا حکم صادر نہیں ہوا تھا، اس کے باوجود یہ اپنی جان کے خوف سے فتح کے روز، مکہ سے بھاگ گئے، ابن الزبعری نہایت عمدہ شاعر تھا اور رسول کریم

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۸۸۹ ج ۲

صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا۔ ابن الزبعری اور ابن ابی وہب، جنوب میں نجران کی طرف بھاگ گئے اور قبیلہ بنی الحارث میں پناہ لے لی اور ان کے قلعہ میں داخل ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ابن الزبعری کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور وہ نجران کو چھوڑ کر مکہ واپس آگیا اور حضورؐ سے معافی کی استدعا کی آپؐ نے اس کے اعلانِ اسلام کے بعد اُسے معاف فرما دیا، لیکن ابن ابی وہب اپنے عناد پر قائم رہا اور موت تک نجران میں مقیم رہا یہاں تک کہ شرک کی حالت ہی میں مر گیا۔

واقدی ان دونوں سرداروں کے نجران کی طرف بھاگنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہبیرہ بن ابی وہب اور ابن الزبعری اکٹھے نجران کی طرف بھاگے اور نجران پہنچ گئے لیکن خوف سے نجات پائی یہاں تک کہ نجران کے قلعے میں داخل ہو گئے، ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے پیچھے کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے قریش قتل ہو گئے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہو گئے ہیں اور خدا کی قسم ہم دیکھ رہے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اس قلعہ کی طرف آرہے ہیں تو بنو حارث بن کعب قلعے کی مرمت کرنے لگ گئے اور انہوں نے اپنے مویشیوں کو جمع کر لیا، مگر ابن الزبعری کے دل میں اللہ تعالےٰ نے اسلام کی محبت ڈال دی اور وہ مکہ واپس آنے کے لیے تیار ہو گیا، اور اس کے ساتھی ہبیرہ بن ابی وہب نے اس سے پوچھا اے عم زاد تو کہاں جانا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا خدا کی قسم، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہوں ہبیرہ نے کہا کیا تو ان کی پیروی کرنا چاہتا ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم ہاں ان کی پیروی کرنا چاہتا ہوں ابن وہب کہنے لگا کاش میں تیرے سوا کسی اور آدمی کی رفاقت کی ہوتی، خدا کی قسم مجھے تو یہ گمان کبھی نہیں تھا کہ تو کبھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا ابن الزبعری نے کہا ہم کس بناء پہ بنی حارث بن کعب کے پاس مقیم رہیں اور میں اپنے عم زاد کو کس طرح چھوڑ دوں

جو میری قوم اور میرے گھرانے کے ساتھ سب سے بہتر اور نیک سلوک کرنے والا ہے، ابن الزبعریٰ قلعہ سے اُتر کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا آپ اس وقت اپنے اصحاب میں بیٹھے ہوئے تھے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا یہ ابن الزبعریٰ ہے اور اس کے ساتھ ایک چہرہ ہے جس میں نورِ اسلام جلوہ گر ہے جب وہ آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو کہنے لگا یا رسول اللہ السلام علیکم، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں اور تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اسلام کی طرف میری رہنمائی کی ہے میں نے آپ سے دشمنی کی اور لوگوں کو آپ پر چڑھا لایا اور میں آپ کی عداوت میں گھوڑے اور اونٹ پر سوار ہوا اور پیدل چلا، پھر میں آپ کے خوف سے بھاگ کر نجران چلا گیا اور میں کبھی اسلام کے قریب نہیں آنا چاہتا تھا پھر خدا تعالیٰ نے مجھ سے بھلائی کا ارادہ کیا اور میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور مجھے اپنی ذلالت یاد آئی اور اس پتھر کی اتباع بھی یاد آئی جس کی عبادت کرنا اور جس کے لیے قربانی کرنا عقل مند کو فائدہ نہیں دیتا اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کون اس کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے اسلام کی طرف تیری رہنمائی کی ہے اور اسلام ماقبل کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، ہبیرہ بن ابی وہب نجران ہی میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ مشرک ہونے کی حالت ہی میں مرا، اور اس کی بیوی اُم ہانی بنت ابی طالب نے مکہ میں اسلام قبول کر لیا[1]

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۸۴۸ ج۔ ۲

حویطب بن سادات قریش میں سے

حویطب بن عبدالعزیٰ کا بھاگنا اور اسلام قبول کرنا

تھا اور حدیبیہ کی تاریخی صلح کے مذاکرات میں قریشی وفد کا ایک ممبر تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن تھا، حویطب، حدیبیہ میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان صلح کی دستاویز پر دستخط کرنے والا تیسرا شخص تھا فتح کے روز مشرکین کے جن لیڈروں کے متعلق قتل کا حکم صادر ہوا تھا، حویطب ان میں شامل نہیں تھا اس کے باوجود اسے اپنے قتل کا خوف دامن گیر تھا حالانکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ہدایات دی تھیں کہ فوج اہل مکہ میں سے سوائے ان دس آدمیوں کے جن کے قتل کا حکم صادر ہو چکا تھا اور کسی آدمی کو قتل نہ کرے، سب سے عمدہ اندازے کے مطابق قتل کا حکم صرف تین آدمیوں کے متعلق نافذ ہوا، باقیوں کو آپؐ نے معاف فرمادیا فتح کے روز حویطب بھاگ گیا اور مکہ سے چھپتے چھپانے نکلا تو ابو ذرؓ غفاری نے اسے دیکھ لیا (یہ جاہلیت میں اس کے دوست تھے) جب ابو ذرؓ نے اُسے دیکھا تو اُسے بُلایا اور اس کے خوف کو کم کیا اور اُسے مکہ واپس آنے کو کہا اور اس سے عہد کیا کہ وہ ہر قسم کے بُرے سلوک سے امان میں ہوگا، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ فتح کے روز حویطب مکہ سے بھاگ کر عوف کے باغ میں جا چھپا۔ ابو ذرؓ اپنے کسی کام کے لیے اُدھر گئے تو یہ وہاں مل گیا، ابو ذرؓ کو دیکھ کر حویطب بھاگا تو انھوں نے اُسے بُلایا آجا تو امن میں ہے، وہ واپس آیا تو آپؓ نے اُسے سلام کیا پھر کہا تو امن میں ہے اگر تو چاہے تو میں تجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں اور اگر تو اپنے گھر جانا چاہتا ہے تو چلا جا، اس نے کہا کیا میرے گھر جانے کی کوئی سبیل ہے؟ کیا مجھے اپنے گھر پہنچنے سے قبل ہی قتل کر دیا جائے گا؟ یا میرے گھر میں داخل ہو کر مجھے مار دیا جائے گا، ابو ذرؓ نے کہا میں تجھے تیرے

گھر پہنچا دیتا ہوں پھر ابو ذرؓ نے اس کے دروازے پہ آواز دے کر کہا حویطب امن میں ہے اس پہ حملہ نہیں کیا جا سکتا پھر ابو ذرؓ نے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی ۔ آپؐ نے فرمایا جن لوگوں کو میں نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے کیا ان کے سوا ہم نے سب آدمیوں کو امان نہیں دی؟[1] اس بات سے عامری سردار حویطب بن عبدالعزیٰ کا خوف دور ہو گیا اور اُسے قتل کا خدشہ نہ رہا ، کیونکہ مسلمانوں نے قریش کے کسی آدمی سے تعرض نہ کرنے کے حکم کو از سرِ نو لوگوں تک پہنچا دیا سوائے ان آدمیوں کے جن کے قتل کا حکم آپؐ نے صادر فرمایا تھا ، ان میں سے اکثر آپؐ کے پاس واپس آ گئے اور آپؐ نے ان کے قتل کے حکم کو کالعدم قرار دے دیا اور وہ اسلام کی فوج بن گئے اور اُنہوں نے عکرمہؓ بن ابو جہل اور عبداللہ بن ابی سرح کی طرح اسلام کی نصرت میں بہت کارنامے سرانجام دیئے ۔

کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنیوالے لوگوں اور ان کی بیویوں کے نئے نکاح کیے ؟

قریشی مشرکین (جن میں ان کے لیڈر بھی شامل تھے) میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے اپنی بیوی سے پہلے اسلام قبول کیا اور بعض اپنی بیویوں کے بعد مسلمان ہوئے اسلام نے ان کے اور ان کی بیویوں کے درمیان تفریق کروا دی ، جب انہوں نے اپنے کفر کے بعد اسلام قبول کر لیا تو ان کی بیویاں ان کے پاس کیسے واپس آئیں ؟ بعض علماء کا قول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بیوی کو نئے نکاح کے ساتھ پہلے خاوند کو واپس کیا اور بعض دوسرے

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۸۵ ج ۲

علماء کا قول ہے کہ آپؐ نے انہیں جدید نکاح کے قوانین کے اجراء کے بغیر ہی پہلے نکاح پہ قائم رکھا اور یہ دوسری رائے ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینبؓ کو اس کے خاوند عاص بن ربیع کے اسلام قبول کرنے پہ بغیر نکاح جدید کے واپس کیا تھا اسی طرح آپ نے فتح کے روز سادات مکہ کو ان کی بیویاں بغیر نکاح جدید کے اسی نکاح پہ واپس کیں جو جاہلیت میں ہو چکا تھا۔

یزید بن حبیب، عطاء بن ابی رباح سے بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اور مخرمہ بن نوفل نے اپنی بیویوں سے پہلے اسلام قبول کیا پھر عدت میں اپنی عورتوں کے پاس آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نکاح پہ انہیں بیویاں واپس کر دیں اور صفوان اور عکرمہ کی بیویاں اپنے خاوندوں سے پہلے اسلام لائیں پھر ان کے خاوند مسلمان ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی بیویاں واپس کر دیں اس لیے کہ انہوں نے ان کی عدت میں اسلام قبول کر لیا تھا[1] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق ایک عام قانون اور آسان بنیادی اصول وضع کرتا ہے اور وہ یہ کہ جب دو کافر میاں بیوی اکٹھے اسلام لے آئیں یا ایک دوسرے سے پہلے اسلام لے آئے تو ان کا بغیر عدت کے اختتام کے اور نئے نکاح کیے میاں بیوی کی صورت میں رہنا جائز ہے اور یہ بات اسلام کی رواداری تعلیمات میں سے ہے جس سے بغیر کسی الجھن کے لوگوں کے سامنے اسلام کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کو رسول کریمؐ کا معاف کرنا | وحشی جبیر بن مطعم حبشی غلام

[1] مغازی الواقدی ص۸۵۵ ج ۲۔

تھا اور یہ ان لوگوں میں شامل تھا جن کے خون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح کیا تھا لیکن حضورؐ نے اس کے قتل کے حکم کو باطل قرار دے دیا اس نے آپؐ کی خواہش کے مطابق بتایا کہ اس نے آپؐ کے چچا حمزہ کو کیسے قتل کیا تھا ابن ابی سبرہ نے حسین بن عبداللہ سے اس نے عکرمہ بن ابی جہل سے اور اس نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے ساتھ وحشی کے قتل کا حکم دیا تو مسلمان، وحشی کے قتل کرنے سے بڑھ کر اور کسی آدمی کے قتل میں زیادہ دلچسپی نہ رکھتے تھے، وحشی طائف کی طرف بھاگ گیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ طائف کا وفد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو وحشی بھی آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو وحشی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ کہ تم نے حمزہؓ کو کیسے قتل کیا۔ اس نے آپؐ کو بتایا تو آپؐ نے اُسے صرف اتنا فرمایا کہ میرے سامنے نہ آیا کرو، (یعنی میں اسد اللہ حمزہؓ کے قاتل کو دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا، واللہ اعلم) وحشی کہتا ہے میں جب آپ کو دیکھتا تو آپؐ سے پوشیدہ ہو جاتا پھر لوگ مسیلمہ کے مقابلہ کے لیے نکلے تو میں نے مسیلمہ کی طرف جا کر اپنا برچھا اس کے آر پار کر دیا اور ایک انصاری نے بھی اُسے تلوار ماری اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کس نے اسے قتل کیا[1]

باوجودیکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ کے مالداروں سے صحابہؓ کی مالی تنگی کو کم کرنے کے لیے قرض لینا

[1] مغازی الواقدی صـ ۸۶۳ جـ ۲

نے مکہ کو بزور فتح کیا تھا اور آپؐ کی فوج نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور باوجود اس کے کہ آپؐ ایک فاتح کی طرح مکہ کے مغلوب مال داروں سے جو اموال چاہتے حاصل کر سکتے تھے، لیکن آپؐ نے ان سے بالجبر ایک درہم بھی نہ لیا، اور باوجود اس کے کہ آپؐ کی عام فاتح فوج کو غربت اور ناداری کی وجہ سے مال کی بہت ضرورت تھی مگر آپؐ نے ان مالداروں سے ڈیڑھ لاکھ درہم قرض لیا اور فوج کے محتاجوں پر تقسیم کر دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے حنین کے معرکہ میں آپؐ کو ہوازن پر فتح دی اور ان مشرکین سے بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا تو آپؐ نے مکہ کے مال داروں کا قرض شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے روز، عبداللہ بن ابی ربیعہ سے چالیس ہزار درہم قرض طلب کیا جو اس نے آپؐ کو دے دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہوازن پر فتح دی اور ان کے اموال آپؐ کو غنیمت کے طور پر دیے تو آپؐ نے یہ قرض ادا کر دیا اور فرمایا قرض کی جزا یہ ہے کہ اُسے شکریہ کے ساتھ ادا کیا جائے نیز فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے مال اور اولاد میں برکت دے ——

واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے تین آدمیوں سے قرض لیا، صفوان بن اُمیہ سے پچاس ہزار درہم، عبداللہ بن ابی ربیعہ سے چالیس ہزار درہم اور حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار درہم، یہ کل رقم ایک لاکھ تیس ہزار درہم بنتی ہے آپؐ نے یہ رقم غریب صحابہ میں تقسیم کر دی، واقدی کہتا ہے کہ مجھے بنو کنانہ نے بتایا اور وہ لوگ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپؐ نے ان میں دراہم تقسیم کیے تو ایک آدمی کو پچاس سے کم وبیش درہم ملے اسی مال میں سے آپؐ نے کچھ مال بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔[1]

---

[1] مغازی الواقدی صفحہ ۸۶۳ ج ۲

فتح مکہ کے روز، مکہ میں ہذیل کے ایک مشرک کے قتل پر حضورؐ کا ناراض ہونا۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے چند آدمیوں کے جن میں سے اکثر کو بعد میں آپؐ نے معاف فرما دیا تھا مکہ کے تمام باشندوں کو عام معافی کا حکم دے دیا اور فوج کے تمام جوانوں نے مکہ پر قبضہ کرنے کے دوران، کسی ایک مشرک کو بھی قتل نہ کیا اور حکمِ رسول کے مطابق قتل سے رُکے رہے (ہاں ان لوگوں سے جنگ ہوئی جنھوں نے مکہ کے جنوب میں حضرت خالدؓ کے دستوں کے ساتھ مقابلہ کیا تھا) مگر بعض جوانوں نے فوجی نظم وضبط سے خروج کر کے رسول اللہؐ کے امان دے دینے کے بعد ہذیل کے ایک مشرک کو قتل کر دیا، جس سے حضور علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر فوج کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں ہذلی مشرک کے قتل پر بُرا منایا اور اس کے اہل کو اس کی دیت دی، اس قتل کے سبب کا اصل باعث قبیلہ اسلم اور قبیلہ ہذیل کی دُشمنی تھی، جاہلیت میں ہذیل کے کچھ جنگ جو جن میں جنیدب بھی تھا، احمر باس کے قبیلہ سے جنگ کے لیے نکلے، احمر باس اسلم کا ایک ایسا شجاع آدمی تھا، جس کی طرف کوئی منہ نہیں کرتا تھا وہ اپنے قبیلے میں نہیں سویا کرتا تھا بلکہ اپنے قبیلے سے باہر جا کر سوتا تھا اور جب سو جاتا تو بُری طرح خراٹے مارتا تھا جس سے اس کی جگہ کا پتہ چل جاتا تھا، جب کوئی قبیلہ ان کے پاس آتا تو وہ چلا کر کہتے احمر باس تو وہ گھبرا جاتا اور اس پر شیر کی طرح جھپٹتا، جب یہ ہذلی جنگ جو ان کے پاس گئے تو جنیدب بن الادلع نے انہیں کہا: اگر قبیلے میں احمر باس موجود ہوا تو پھر ان پر حملہ کرنے کی کوئی سبیل نہیں، وہ ایسے خراٹے مارتا ہے جو پوشیدہ نہیں رہ سکتے ذرا مجھے اس کے خراٹے سننے دو، اس نے کان لگا کر سنا تو اس کے خراٹے سُن لیے اس نے اس کے پاس جا کر دیکھا تو وہ سویا ہوا تھا اس نے اُسے اس طرح قتل کر

دیا کہ اس کے سینے پر تلوار رکھ کر اس پر اپنا بوجھ ڈال کر اُسے مار ڈالا - پھر انہوں نے
قبیلے پر حملہ کر دیا ، قبیلے نے احمر باسا کو آواز دی مگر وہاں کوئی چیز موجود نہ تھی احمر
باسا قتل ہو چکا تھا ، وہ قبیلے میں اپنا کام پورا کر کے واپس آ گئے تو لوگ اسلام
کے کام میں لگ گئے فتح کے ایک روز بعد جنیدب بن الادلع مکہ میں پھرتا پھرتا آیا
لوگ پر سکون تھے ، اُسے احمر باسا کے قبیلے اسلم کے ایک آدمی جندب بن اعجم اسلمی
نے دیکھ لیا اور کہا جنیدب بن الادلع تو ہی احمر باسا کا قاتل ہے اس نے جواب دیا
ہاں ، تو جندب اس پر فوج چڑھا لایا سب سے پہلے اس نے خراش بن امیہ الکعبی
سے ملاقات کر کے اُسے بتایا - خراش تلوار لگا کر اس کے پاس آیا ، لوگ اس کے اردگرد
جمع تھے کہ خراش نے آ کر کہا کہ اس آدمی سے الگ ہو جاؤ لوگوں نے خیال کیا کہ وہ
انہیں ہٹانا چاہتا ہے تاکہ لوگ اس کے پاس سے واپس چلے جائیں ، وہ اس سے
پیچھے ہٹ گئے تو خراش بن اُمیہ نے اس پر تلوار سے حملہ کر دیا اور اس کے پیٹ
میں گھسیڑ دی ، ابن ادلع مکہ کی ایک دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھا اس کی انتڑیاں
اس کے پیٹ سے باہر نکل آئیں ، اس کی آنکھیں اس کے سر میں چمک رہی تھیں اور
اور وہ کہہ رہا تھا اے گروہ خزاعہ تم نے یہ حرکت کی ہے پھر وہ آدمی گر پڑا اور اسی وقت
مر گیا[1] ، واقدی کہتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی بات
سنی تو آپؐ نے اس واقعہ پر بڑا ستاتے ہوئے خطبہ دیا ، یہ خطبہ فتح کے دوسرے
روز ظہر کے بعد دیا گیا آپ نے فرمایا : اے لوگو ! اللہ تعالیٰ نے مکہ کو ، زمین و آسمان
اور شمس و قمر کی پیدائش اور ان دو پہاڑوں کے بنانے کے روز سے حرام قرار
دیا ہے یہ قیامت کے روز تک حرام ہے کسی مومن کے لیے اس میں خونریزی

---

[1] مغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۴۵

کرنا اور اس کا درخت کاٹنا جائز نہیں مجھ سے پہلے بھی یہ کسی کے لیے حلال نہ تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا ، میرے لیے بھی یہ دن کی صرف ایک ساعت حلال ہوا تھا پھر اس کی حرمت پہلے کی طرح ہوگئی ہے ، جو حاضر ہیں وہ غائب لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں ۔ اگر کوئی کہے کہ اس میں رسول اللہ نے قتل کیا ہے تو اُسے جواب دو ، کہ اللہ نے اسے اپنے رسول کے لیے حلال کیا تھا تمہارے لیے حلال نہیں کیا اے گروہ خزاعہ ، قتل سے اپنا ہاتھ اُٹھا لو ، اگر قتل کوئی فائدہ کی چیز ہے تو قتل بکثرت ہوچکا ہے تم نے اس مقتول کو قتل کیا ہے خدا کی قسم میں اس کی دیت دوں گا ، اور جو میرے اس جگہ ٹھہرنے کے بعد قتل کرے گا تو اس کے اہل کو اختیار ہوگا اگر چاہیں تو اپنے مقتول کے بدلہ میں قتل کریں اگر چاہیں تو دیت لیں اور جویریہ بنت الحصین نے عمران بن الحصین سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کافر کے بدلے میں مومن کو قتل کرنے والا ہوتا تو ہذلی کے بدلہ میں خراش کو قتل کرتا ۔ پھر آپؐ نے خزاعہ کو حکم دیا کہ اس کی دیت دیں تو خزاعہ نے اس کی دیت دی ۔ ہذلی مشرک کی دیت ایک سو اونٹ تھی[1]

---

[1] مغازی الواقدی ص ۸۴۳ تا ص ۸۴۶ ج ۲

خاتمہ

تجزیہ

(۱)

ہجرت کے چوتھے سال غزوہ خندق میں احزاب کی شکست کے بعد اور نجد میں غطفان کی مسلسل عسکری کارروائیوں کو کچلنے اور یہود کا قصہ تمام کرنے کے بعد (جو مدینہ کے پڑوس میں زبردست طاقت تھے) اسلامی فوج نے شدید فوجی کارروائیوں کے بعد اس دین کے بیج کو اچھی طرح گہرائی تک بو دیا اور نئی حکومت کی سیاسی اور فوجی بنیاد آہستہ آہستہ نمایاں ہونے لگی اور کامل استقرار کے شعوری نتیجہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب سے باہر شرق اوسط کے امراء اور ملوک کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے ان سے رابطہ قائم کیا بلکہ شام میں رومی شہنشاہیت کے اندر معرکہ آرائی ہونے لگی جہاں آپ کے اصحاب میں سے تین ہزار جانباز موتہ کے تاریخی معرکہ میں شامل تھے یہ معرکہ صلح حدیبیہ کے دوران میں قریش اور بنو بکر کے نقض عہد سے پہلے کا ہے۔

(۲)

یہود اور غطفان کا کانٹا نکال دینے کے بعد، مدینہ استقرار کی نعمت سے شاد کام ہوا اور تمام جزیرہ عرب میں کوئی ایسی جنگ جو دشمن قوت نہ تھی جس سے مسلمان خائف ہوتے ہاں دو عظیم قبیلے ایسے تھے جن کا معنوی، حربی اور سیاسی وزن قائم تھا اور وہ دو قبیلے یہ تھے:-

(۱) قریش (۲) ہوازن۔

قریش حجاز کا عظیم ترین قبیلہ تھا اور بُت پرست عربوں کی نگاہ میں اس کی بڑی شان تھی جس کا دارالخلافہ مکہ معظمہ تھا وہ اپنے جوانوں، بنوبکر، حلیفوں اور بقیہ کنانہ سے چھ ہزار جانبازوں کو جمع کر سکتا تھا۔

ہوازن، جنگی نقطہ نگاہ سے قریش سے بھی عظیم تر تھا، یہ تیس ہزار سے زیادہ جانبازوں کو جمع کر سکتا تھا۔ یہ حجازی اور نجدی قبیلہ تھا اس کی منازل حجاز میں حدود حرم سے لے کر نجد میں حدود غطفان تک پھیلی ہوئی تھیں جس سے اس کے بطون اور قبائل کی کثرت کا پتہ چلتا ہے اصل میں یہ عدنانی قبیلہ ہے، یہ اور قریش ایک ہی اصل سے ہیں، مگر ہوازن، قریش سے صرف مُضر میں آکر ملتا ہے۔

(۳)

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور ان کے حلیفوں اور پڑوسی کنانیوں سے جو بنوبکر میں سے تھے، معاہدہ صلح کیا تھا یہ حدیبیہ کی تاریخی صلح تھی جس سے آپ قریش سے کچھ وقت کے لیے مامون ہو گئے لیکن قریش نے اس صلح کو فقط ۲۲ ماہ بعد توڑ دیا حالانکہ اس کی مدت دس سال تھی، جس سے قریش اور مسلمانوں کے درمیان دوبارہ جنگی حالت قائم ہو گئی اور مسلمانوں کی صفوں میں قلق و اضطراب پیدا ہو گیا کیونکہ قریش از سرِ نو مسلمانوں کے خلاف دشمنانہ کارروائیاں کرنے لگے تھے، اس بات نے اسلامی چھاؤنی کو نئے سرے سے اپنی عسکری قوت کے جائزے پر نظرثانی کی دعوت دی وہ یہ تھی کہ وہ بڑی سختی اور احتیاط سے جنوب کی جانب جہاں ان کے بڑے دشمن (ہوازن اور قریش) کے علاقے پڑتے ہیں پوری محنت سے توجہ دے۔

(۴)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاں نبی، مرسل، طاہر اور مؤید من اللہ تھے، وہاں وہ

عسکری سیاست ، دُور اندیشی اور عملی اقدام سے قبل نتائج کا اندازہ لگانے میں بھی زبردست مہارت والے آدمی تھے ، جس بات سے مسلمان قریش کے معاہدہ صلح توڑنے کے بعد خوف محسوس کر رہے تھے آپ ان سے بھی زیادہ خوف محسوس کر رہے تھے کہ قریش ہوازن کے ساتھ اپنا آخری معاہدہ کریں گے اور یہ دونوں قبیلے اکٹھے ہو کر ایک فیصلکن معرکہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کا سامنا کریں گے ، اگر یہ بات ہو گئی تو مسلمانوں کو بڑی پریشانی اور خطرات لاحق ہو جائیں گے خدا لئے واحد ان کے نتائج کو بہتر جانتا ہے کیونکہ یہ دونوں قبیلے تیس ہزار جانبازوں سے زیادہ جوانوں کو جمع کرنے کی سکت رکھتے تھے اور مسلمان جبری بھرتی کے باوجود دس ہزار جانبازوں سے زیادہ آدمی اکھٹے نہ کر سکتے تھے ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ذمہ دار عسکری قائد تھے آپؐ نے قریش اور ہوازن کی عسکری قوت کا اندازہ لگایا کہ ان دونوں سے اکٹھے الگ الگ مقابلہ کرنا آسان بات نہیں اسلام کے حربی اصولوں اور اخلاقِ رسولؐ کے بنیادی اصولوں میں یہ بات شامل ہے کہ وہ کسی بھی مسلح جنگ کو ممکن حد تک کم از کم نقصان میں ختم کر دیں ، بصورتِ دیگر آپ میدانِ کارزار میں دشمن کے ساتھ بعید ترین جنگی اسالیب کو کام میں لانے سے ہچکچاتے تھے اور یہ بات آپ اس وقت کرتے جب آپؐ مجبور ہو جاتے ۔ جیسا کہ معرکہ بدر وحنین میں ہوا ۔

(۵)

شاید آپؐ کی حربی سیاست میں کامیاب ترین سیاست وہ ہے جسے آپؐ نے مکہ پہ قبضہ کرنے کے لیے جنگ کا منصوبہ بناتے وقت اختیار کیا آپؐ نے شدید رازداری کا طریق اختیار کیا باوجودیکہ آپؐ نے عام لام بندی کا اعلان کر دیا تھا اور دس ہزار صحابہ کو اکٹھا کر لیا تھا پھر بھی یہ منصوبہ مخفی تھا حتےٰ کہ

دستوں کے سالاروں کو اس کا علم نہ تھا کہ آپ کس طرف انہیں لے جانا چاہتے ہیں آپ کی فوج اور سالاروں کو اس وقت پتہ چلا جب وہ مکہ سے چار میل کے فاصلہ پہ پہنچ گئے آپؐ نے مدینہ سے مکہ آنے والے راستہ کو بند کر دیا اور تمام جنوب کو بھی، اور کلی طور پر سفر کرنے کو روک دیا اور سفر سے روکنے کے لیے محافظ متعین کر دیے جس کے متعلق انہیں شبہ ہو جاتا وہ اسے گرفتار کر لیتے آپؐ کے رازداری کے منصوبہ اور جہت کے نہ بتانے میں دو باتیں ملحوظ خاطر تھیں (واللہ اعلم)

۱۔ پہلے درجہ میں اہل مکہ پر اچانک جا پڑنا کہ انھیں پتہ ہی نہ چلے اور وہ تیاری وغیرہ بھی نہ کر سکیں اور یہ غوغا جیش نبوی ان کو اپنے گھیرے میں لے لے اور وہ شکست کھا کر ان کے ہاتھوں میں گر پڑیں اور فریقین کے کسی قابل ذکر نقصان کے بغیر اسلامی جیش دشمن پہ مکمل قبضہ کر لے۔

۲۔ دو عظیم دشمنوں ہوازن اور غطفان کو غم میں مبتلا کر دینا (جب ان دونوں کو یا ایک کو پتہ چلے کہ فوج مدینہ سے مارچ کر چکی ہے) اور انہیں پتہ نہ چلے کہ ان میں سے کس کے ساتھ جنگ کرنا مقصود ہے اور عملاً بھی یہی کچھ ہوا، قریش اور ہوازن کو پتہ ہی نہ چلا کہ کس کے ساتھ جنگ مقصود ہے ہاں اس وقت انہیں پتہ چلا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے مضافات میں پہنچ گئے ہوازن کو اس وقت پتہ چلا جب مکہ اسلامی جیش کے تسلط میں آگیا کیونکہ جس جاسوس کو انھوں نے جیش نبویؐ کی نقل وحرکت کا جائزہ لینے کو بھیجا تھا وہ مسلمانوں کے انٹیلی جنس کے ہراول دستوں کے قبضہ میں آگیا اور مکہ میں داخل ہونے تک ان کے قبضہ میں رہا لہٰذا ہوازن سے خبریں مخفی رہیں یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا۔

بالآخر مکہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور اسلامی فوج بغیر کسی نقصان کے اس پہ قابض ہو گئی، سوائے ان بیس پچیس آدمیوں کے جو فریقین کے قائدین کی مرضی

لے بغیر مارے گئے اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جب قریش کے کچھ بے اعتدال نوجوانوں نے حضرت خالدؓ کے دستوں سے مزاحمت کی اور مکہ کے جنوب میں ان کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھا لیے لیکن حضرت خالدؓ نے مختصر مدت میں اس مزاحمت کو کچل دیا اور مکہ میں اسلامی فوج کے لیے حالات دُرست ہو گئے ، مکہ کی فتح نے جزیرہ ، عرب کو ہلا کر رکھ دیا اور اس کے باشندے حیران رہ گئے کیونکہ وہ یہ توقع نہیں رکھتے تھے کہ جو شرک و بت پرستی کا سب سے بڑا روحانی قلعہ ہے اس آسانی کے ساتھ توحیدی فوج کے قبضہ میں چلا جائے گا اس اچانک فتح کے کیا عوامل تھے جسے اسلامی فوج نے حاصل کیا ؟ حالانکہ اس ہمہ گیری اور اچانک سرعت کے ساتھ اس فتح کے حاصل ہونے کی توقع تو مسلمان بھی رکھتے تھے ۔

(۷)

اس فتح کے بڑے عوامل مختصراً یہ تھے :۔

۱۔ عقیدہ (۲) اچانک حملہ آور ہونا اور بے خبر رکھنا (۳) قریش کا تیاری اور مزاحمت منظم کرنے میں سہل انگاری سے کام لینا (۴) اہل مکہ کی اکثریت کے دلوں میں بت پرستی کے عقیدہ کا کمزور ہونا اور اس کی راہ میں جان دینے سے گریز کرنا (۵) قریش کا ہوازن کو مستثنیٰ کر کے (جو مشرک ہونے کے باوجود ان کے حلیف نہیں تھے) مسلمانوں کی دشمنی میں اکیلے قائم رہنا ۔

۱۔ عقیدہ کے لحاظ سے قریش کا اپنا عقیدہ تو تھا مگر وہ کمزور اور فاسد عقیدہ تھا جو شخصی مصلحت اور فردی رعایت کی بنیاد پر قائم تھا ، سرداران قریش ، عقیدۂ شرک کے لیے تعصب رکھنے کے باوجود اپنے دل کی گہرائیوں سے جانتے تھے کہ یہ ایک بے عقلی اور حماقت کی بات ہے لیکن یہ ایک موروثی عقیدہ تھا جس کی بقاء سے ان کی شخصی زعامت قائم رہتی تھی اور جس عقیدہ کی یہ حالت ہو اس سے تعلق رکھنے

والے جب اپنے شخصی مصالح کی حفاظت نہیں کر سکتے تو اس عقیدہ سے بے رغبت ہو جاتے ہیں، مگر مسلمانوں کے عقیدہ کا تعلق شخصی مصلحت سے نہ تھا کہ اس عقیدہ سے تمسک یا سستی کی وجہ سے مصلحت کا بقایا زوال ہو جاتا ہو بلکہ اس عقیدہ کے التزام سے مسلمان کی ہستی کا قیام ہے جب کے متعلق کوئی نزاع نہیں پایا جاتا... یہ اعتقاد دنیا میں مسلمان کی سعادت اور آخرت میں اس کی فلاح کا باعث ہے ان دونوں کو حاصل کرنے کے لیے اس عقیدہ سے وفاداری کرنے اور اس کی خاطر سب سے قیمتی چیز کو خرچ کرنے اور اس کا دفاع کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں، جیسے کہتے ہیں کہ اس عقیدہ کی نصرت سے سہل انگاری کرنا دنیا کی تباہی اور آخرت کی شقاوت ہے، اسی لیے اسلام کے صدرِ اوّل میں اسلامی عقیدہ کے دفاع کے لیے جاں نثاری، فداکاری اور جنگ میں نقصان کے ایسے نمونے پائے جاتے ہیں جن جیسے نمونے تاریخ نے اپنی ابتداء سے ریکارڈ نہیں کیے، عقیدہ کی نصرت کے سلسلہ میں بیٹے نے اپنے باپ کو اور باپ نے اپنے بیٹے کو قتل کرنے کی سعی کی[1] اور قلیل مومنین نے بکثرت کفار کے سامنے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ کفار کو تباہ کن اور رسوا کن شکست سے دوچار ہونا پڑا جیسے کہ بدر و حنین میں ہوا یا غزوۂ احزاب کی طرح انہیں رسوا کن ناکامی ہوئی، قریش مسلح تصادم کے میدانوں میں اسلامی عقیدہ کے تجربات کا سب عربوں سے زیادہ نشانہ بنے، اس وجہ سے یہ ایک بدیہی بات تھی کہ دس ہزار مسلمانوں میں گھر جانے کا علم ہو جانے کے بعد، جو مکہ کی اطراف میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے، ان

---

[1] جنگ بدر کے روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰن سے مبارزت طلبی کی جب کہ وہ مشرک تھا اور قریش کے ساتھ شامل تھا، لیکن وہ آپ کی مبارزت سے رک گیا۔

پر زلزلہ افگن رعب کا طاری ہو جانا اور شکست تسلیم کر لینا ایک ایسی بات تھی جس سے ان امور کے باعث جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، کوئی مفر نہ تھا۔ اہل مکہ کے اذہان سے مقاومت کے خیال کو دور کرنے میں عقیدے کا بڑا دخل تھا وہ ہمیشہ ـــــ جب وہ بدر میں قوت و تعداد کے لحاظ سے زیادہ تھے ـــــ اپنے جاسوس عمیر بن وہب الجمحی کے بیان کا تذکرہ کرتے رہتے تھے اس نے اس تاریخی دن میں مسلمانوں کی فوج کا حال بیان کرتے ہوئے انہیں کہا مسلمان تین سو ہیں اور تم ایک ہزار ہو، لیکن میں نے یثرب کے اونٹوں پہ تازہ موت کو سوار دیکھا ہے، موت ان میں سے کسی پہ دست درازی نہیں کرے گی جب تک وہ تم میں سے کم از کم ایک آدمی کو قتل نہ کرے۔

ب ۔ رازداری اور اچانک حملہ کرنے کا منصوبہ۔ یہ تاریخ کے آغاز سے لے کر آج تک فتح کے اہم عوامل میں سے ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں حد درجہ واضح کامیابی ہوئی، قریش کو ـــــ رازداری کے مضبوط منصوبہ کی وجہ سے ـــــ جیش نبوی کی نقل و حرکت کا پتہ ہی نہ چلا، یہاں تک کہ اس نے پتھر پھینکنے کی جگہ تک قیام کر کے رات گزاری، قریش کے جلد شکست تسلیم کرنے اور اس تجویز کو قبول کرنے کا یہ ایک اہم عامل ہے کہ مکہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور اسلامی جیش بغیر کسی قتال اور مقاومت کے مکہ پہ قبضہ کر لے، دونوں جانب سے ان باتوں کی بڑی پابندی ہوئی، سوائے اس جہت کے، جہاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ، اپنے دستوں کی قیادت کر رہے تھے، جہاں انہیں قریشی اور بکری مشرکین سے کچھ مقابلہ کرنا پڑا جس کا اسی وقت قلع قمع کر دیا گیا۔

ج ۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں قریش نے تیاری کرنے میں جو سہل انگاری سے کام لیا یہ ایک ایسا راز ہے جس نے ان بہت سے ماہرین حرب کو، جو عہد نبوی میں اسلام اور بت پرستی کے معرکہ کی تاریخ کی پڑتال کرنے والے ہیں، حیرت میں

ڈال دیا ہے۔ باوجودیکہ قریش کو مدینہ سے اسلامی جیش کی نقل وحرکت کا علم حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی پھر بھی انہیں یقین تھا کہ آپ کا جنگ کرنا یقینی امر ہے۔ جیسا کہ ابوسفیان بن حرب نے انہیں صراحت سے بتا دیا تھا اور یہ جنگ نقض صلح کی تادیب میں تھی، جسے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ کے ساتھ خیانت کر کے توڑا تھا لیکن اس کے اسباب کی حتمی معرفت کسی کو نہ تھی اس اس لیے انہوں نے کسی فوج کو اٹھانہ لیا اور نہ ہی جنگ کے مقابلہ کے لیے کوئی تیاری کی ہاں انہیں اس جنگ کے پیش آنے میں کوئی شبہ نہ تھا بلکہ قریش کے زعماء اور لیڈر اس بات کے متعلق غور وفکر کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ جیش نبوی مضافات مکہ میں اچانک آدھمکا، شاید تیاری کی رُو سے قریش کی عسکری سیاست کی یہ سب سے بڑی غلطی تھی ــــ کہ انہوں نے اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے میں ہوازن کے ساتھ رابطہ استوار نہیں کیا جو تیاری اور تعداد کے لحاظ سے نہایت زبردست دشمن تھا اور قریش کی طرح مسلمانوں کو ختم کرنے کی بڑی آرزو رکھتا تھا اور وہ ان سے ایک تیر کے فاصلہ سے زیادہ دُور نہ تھا یعنی ان کا پڑوسی تھا، کسی مؤرخ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ قریش نے ہوازن کے ساتھ جیش نبوی سے مقابلہ کے لیے کوئی عسکری معاہدہ کیا ہو، جس کے متعلق قریش کو علم تھا کہ اسلامی جیش اور ان کے درمیان، پھر اس کے اور ہوازن کے درمیان مقابلہ ہونا ایک حتمی بات ہے، اگر قریش عسکری معاہدہ کر لیتے تو فریقین کے درمیان جنگ کی نوعیت بدل جاتی، لیکن قریش نے اس بارے میں کچھ نہ کیا کیونکہ قریش اور ہوازن کے درمیان حرب فجار کے زمانے سے جو کنانہ اور ہوازن کے درمیان ہوئی، زبردست قبائلی دشمنیاں پائی جاتی تھیں، عموماً اللہ تعالیٰ مومنین کو جنگ کے شر سے کافی ہو گیا اور بغیر کسی قابلِ ذکر جنگ کے مکہ پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا یہ بھلائی خدائی ارادہ کے ماتحت قریش

اور مسلمانوں کے لیے ایک جیسی ثابت ہوئی ، ابھی فتح مکہ پر چند ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ تمام اہل مکہ برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمن عکرمہ بن ابوجہل ، سہیل بن عمرو ، صفوان بن اُمیّہ ، ابوسفیان بن حرب اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کے سردار اور قائدین گئے یہ اسلامی رواداری کا سب سے بڑا امتیاز ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام ماقبل کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے ، ہوازن جو مسلمانوں کا کھلا دشمن اور شدید ترین جنگی قوت کا مالک تھا اس نے قریش کی طرح مقابلہ میں سہل انگاری سے کام نہیں لیا بلکہ اس کے لیڈر مالک بن عوف نے بسرعت تمام بیس ہزار جانباز اکٹھے کر لیے اور فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے اور قریش کی جگہ جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے مطیع ہو گئے ہیں ، عربوں کو منصب قیادت دینے کے لیے جنگ کو مکہ میں منتقل کیا جائے ہوازن کے قبائل نے نجد کی اطراف اور حجاز کے علاقوں سے ایک پُر شور لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف مارچ کیا ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جلد مکہ سے ان کے مقابلہ کے لیے نکلے اور وادی حنین میں وہ تاریخی معرکہ ہوا جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے جو ہمارے اس سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کی نویں کتاب ہو گی ۔ انشاء اللہ ،

د ۔ قریش کے دلوں سے بُت پرستی کے عقیدہ کا کمزور ہونا ایک ایسا واضح امر ہے جس کا آغاز صلح حدیبیہ سے ہوا ۔ مسلمانوں کی فعالیت ، پابندیٔ طریق ، نیک شہرت ، کامل اتحاد اور قریش اور ان کے بُت پرستی کے عقیدہ پر تعریفیں کرنے کے بارے سب سے پہلے متاثر ہونے والا شخص قریش کا حلیف اور مسلمانوں کی طرف ان کا ایلچی عروہ بن مسعود تھا جس نے زعمائے قریش کے سامنے اپنی تقریر میں کہا :-

اے گروہِ قریش ! میں کسریٰ ، ہرقل اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے

پاس گیا ہوں خدا کی قسم میں نے کسی کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر مطاع نہیں پایا۔ خدا کی قسم وہ آپؐ کی طرف نہ تیز نظر سے دیکھتے ہیں نہ آپؐ کے پاس آواز بلند کرتے ہیں، کسی کام کے کرنے کے لیے ان کا اشارہ کر دینا ہی کافی ہے، میں نے لوگوں کا اندازہ لگایا ہے اچھی طرح جان لو کہ اگر تم نے تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو وہ اُسے تمہارے لیے چلائیں گے، میں نے انہیں دیکھا ہے جب وہ اپنے آقا کی حفاظت کر رہے ہوتے ہیں تو انہیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ ان سے کیا سلوک کیا جا رہا ہے، خدا کی قسم! میں نے آپؐ کے ساتھ عورتوں کو بھی دیکھا ہے وہ ہر حال میں آپؐ کی حفاظت کریں گی اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟

اسی طرح حویطب بن عبد العزیٰ بھی حدیبیہ کی تاریخی صلح میں قریش کے وفد کا ایک ممبر تھا اس نے بھی مسلمانوں کے حالات سے متاثر ہو کر ایک واضح بیان دیا جس سے مشرکین کے عقیدہ کی کمزوری اور آئندہ کے کسی مقابلہ میں مسلمانوں کے غلبہ پر ان کے یقین کا پتہ چلتا ہے، یہ غلبہ لازماً عقیدہ اسلامی کا ہوگا۔ حویطب نے حدیبیہ میں مسلمانوں کے بہترین حالات پر نظر کرتے ہوئے اپنے ساتھی مکرز بن حفص سے کہا، میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے بڑھ کر آپس میں ایک دوسرے سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت کرتے نہیں دیکھا، میں تجھے کہتا ہوں، آج کے بعد جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بزور داخل نہ ہو جائیں اُن سے کبھی انتقام نہ لینا، مکرز نے کہا میری بھی یہی رائے ہے، مسلمانوں کے حالات اور ان کے عقیدۂ توحید کو دیکھ کر یہ تاثر ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ خود دلائل وبراہین مرا ان اشتیاق پیدا ہوگیا، حالانکہ فتح مکہ سے قبل معاہدۂ صلح

قائم تھا ان میں سے بعض بخوشی اسلام کو قبول کر لیتے، بعض مدینہ جا کر دین جدید کی چھاؤنی میں چلے جاتے، اس سے اس زمین میں سخت دھنساؤ پیدا ہو گیا جس پر بُت پرستی کی عمارت گرنے سے پہلے زعمائے مکہ کے دلوں میں کھڑی تھی یہ خالد بن ولید جو قریشی سوارو کا سالار تھا، اور عمرو بن العاص جو قریش کا سیاست دان تھا ان کا مقابلہ ہی نہ کیا جا سکتا تھا اور عثمان بن طلحہ، جو قریش کے بریگیڈ کا میجر جنرل تھا ان سب نے فتح مکہ سے قبل مدینہ جا کر از خود اسلام قبول کیا اور حضور علیہ السلام کے سامنے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا، عقیدۂ بُت پرستی کی کمزوری اور اس کمزوری کے متعلق ساداتِ مکہ کے شعور پر، ان تصریحات سے زیادہ اور کوئی بات دلالت کرنے والی نہیں جو کوہ صفا کے پاس اس مقابلۂ تفاخر کے بعد بیان ہوئیں جو ابوسفیان اور خالد بن ولید کے درمیان ہوا جس میں حضرت خالدؓ نے قریش کو وضاحت سے کہا کہ دین اسلام ہی حق ہے حضرت خالدؓ نے عمرۃ القضاء کے بعد اور فتح مکہ سے قبل، کوہ صفا پر کھڑے ہو کر کہا، اے گروہِ قریش! یہ بات ہر عقل مند پر واضح ہو گئی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ساحر ہیں نہ کذاب، اور ان کا کلام رب العالمین کا کلام ہے، ہر عقل مند پہ ان کی اتباع واجب ہے تو ابوسفیان نے غضب ناک ہو کر خالدؓ کے قول پر بُرا مناتے ہوئے ان پہ حملہ کر دیا، عکرمہ بن ابوجہل نے ان دونوں کے درمیان روک بن کر ابوسفیان کو اس لہجے میں مخاطب کیا جو اس کے اس شعور پہ دلالت کرتا ہے کہ مکہ میں بُت پرستی کا خاتمہ قریب ہے، اس نے کہا ابن حرب اسے چھوڑ دیجیے مجھے خدشہ ہے کہ ابھی آئندہ سال نہیں آئے گا کہ ہم سب وہی کریں گے جو خالد نے کیا ہے۔

ھ۔ مسلمانوں سے مقابلہ کے میدان میں اکیلے قریش کا باقی رہ جانا ایک ایسا امر ہے جو حضور علیہ السلام کے اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے مارچ کرنے تک قائم

تھا تقریباً حجاز کے تمام قبائل اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور قریش کے بعد، سوائے قبیلہ ہوازن کے جس میں سے ثقیف بھی ہے اور کسی قبیلہ کا جنگی وزن باقی نہ رہا تھا لیکن قریش نے مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے ہوازن سے کسی قسم کا رابطہ نہ کر کے اس کے موقف سے استفادہ نہیں کیا اس طرح اسلامی فوج نے یکے بعد دیگرے انفرادی طور پر سب کو زیر کر لیا، ابھی مکہ پر مسلمانوں کو قبضہ کیے نصف ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ان کی فوج کو مکہ سے باہر ہوازن کی بیس ہزار فوج سے احد و حنین میں نبرد آزما ہونا پڑا اور ہوازن کو تباہ کن شکست ہوئی اور ہوازن کا سردار مالک بن عوف خود اسلام میں داخل ہو گیا، پھر ثقیف بھی مسلمان ہو گیا اس طرح حجاز کے تمام علاقوں میں بت پرستی کی مقاومت کا خاتمہ ہو گیا۔